

۲۹
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

پیشہ حیات

سوانح مولانا محمد بخش گورمانی فوتوفی ۱۳۳۱ھ

حصہ اول

جس میں آپ کی درویشانہ اور زاہدانہ زندگی کے عجیب و غریب واقعات،
قومی و علاقائی رسم و رواج، انگریزی قانون وراثت اور عدالتوں کے خلاف آپ
کی کوششیں، اچانک شریعت کے سلسلہ میں آپ کی حکمت عملی اور ساعی حمیدہ،
آپ کے ہاتھوں محکمہ قضائے شرعیہ کا انعقاد، آپ کے اسلامی جرأت و حمیت کے
چھوڑے ہوئے نقوش، طالب علمی سے وفات تک کی عبرت آموز زندگی کے

حالات درج ہیں

مرتب و جامع

محمد عیسیٰ گورمانی تونسوی مفتی و مدرس مدرسہ نصرتہ العلوم کوہرانوالہ

شعبہ نشر و اشاعت و العلوم محمدیہ شری جنوبی (توزیرہ خانیچہ)

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

DATA

بار اول - - - - - ایک ہزار
مرتب و ناشر - - - - - محمد عیسیٰ گوردانی
کتابت - - - - - محمد غازی تونسوی
مطبوعہ - - - - -
قیمت - - - - -

✓ ۲۹۷۶۹۹۲۷
۳۳۷۰۳
24320

ملنے کے پتے

- (۱) دارالعلوم محمدیہ لٹریچر جنوبی ڈاکخانہ ٹی قیصرانی تحصیل تونسہ ڈیرہ غازی خان
- (۲) مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
- (۳) جامع مسجد مجددیہ دیوبندیہ - مجددیہ کالونی گرجا کہ (گوجرانوالہ)
- (۴) قاضی شمس الدین دارالعلوم عبیدیہ نقشبندیہ ڈیرہ غازی خان
- (۵) مکتبہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال
- (۶) حافظ ولی محمد صاحب مدرسہ اشاعت القرآن والحديث
نوشہرہ سانسہ - گوجرانوالہ

فہرست حصہ اول

باب اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۷	۱۳	خاندان علی خاں ولد نور خاں	۶
۲	باغیس سال پہلے	۸	۱۴	خاندان فتح خاں ولد نور خاں	۷
۳	تاریخ کی اہمیت	۹	۱۵	مولانا کے رشتہ دار	۸
۴	اسم گرامی اور نسب	۱۰	۱۵	حلیہ اور سیرت	۹
۵	حضرت مولانا محمد بخش کا شجرہ نسب	۱۲			

باب دوم۔ ولادت اور تعلیم و تربیت

۱۰	سند فراغ حال کرنیکی ہمارے کوشش	۱۹	۱۴	جرات اور تجربہ علمی پر زبردست شہادت	۲۵
۱۱	جامعہ سے سند کا حصول ہونا	۲۰	۱۵	مولانا کے دو بڑے علمی رفیق	۲۵
۱۲	دفتر سے آمد و ستاویز کی نقل و حرکت	۲۱	۱۶	زیارت و ملاقات	۲۶
۱۳	اپنے رفیق خاص حضرت مولانا خیر محمد	۲۲	۱۷	واقعہ	۲۶

باب سوم۔ تقویٰ پر عمل اور اسوۂ حسنہ

۱۸	مراجعت وطن	۲۸	۲۰	درجہ احسان	۲۸
۱۹	پیشکش اور انکار	۲۸	۲۱	اصلاح قوم	۲۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	شمار
۲۲	واقعہ	۲۹	اکل حلال اور صدق مقال	۲۲
۳۲	استغفار اور بے نیازی	۳۰	علم طب	۲۳
۳۲	واقعہ	۳۱	طب میں کمال	۲۴
۳۵	واقعہ	۳۲	حکایت	۲۵
۳۵	والدہ کی نصیحت	۳۳	کاشتکاری	۲۶
۳۵	تحفہ و تحائف	۳۳	احتیاط اور ورع	۲۷
		۳۳	مشہور واقعہ	۲۸

باب چہارم۔ مولانا مرحوم کی آمد سے پہلے واج عام اور دیگر رسوم

۳۵	غضب میراث	۴۰
----	-----------	----

باب پنجم۔ محکمہ قضاء شرعیہ

باب ششم۔ سعی و عمل

۵۱	سردار خاں کو تنبیہ	۴۲	خاموشی کے چند سال	۳۶
۵۲	استاذ سے تلخی	۴۳	عملی اقدام	۳۷
۵۲	شہادتِ عدل	۴۴	بلند و بالا مقام	۳۸
	حلقہ تمہن کے مقدمات اور	۴۵	محکمہ قضا اور حکم شرعی	۳۹
	آپ کے فیصلے	۵۱	استقامت اور قوت اراد	۴۰
	مقدمہ خلع اور تنسیخ	۴۶	مشکلات	۴۱

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۴۷	المیہ	۵۳	۴۰	اجتماع اور عہد و پیمان	۴۴
۴۸	مسئلہ	۵۳	۴۱	لتطری میں حکومت الہیہ کا قیام	۴۵
۴۹	موجودہ عدالتوں کی آخری		۴۲	صیغہ نماز	۴۶
	کوشش	۵۴	۴۳	واقعہ	۴۷
۵۰	کافر کی تائبی مجھے قبول نہیں	۵۷	۴۴	آدم بر سر مطلب	۴۷
۵۱	مقدمہ مذکور	۵۸	۴۵	دو قومی منکر	۴۷
۵۲	فیصلے میں حلف	۵۸	۴۶	نماز عشا اور فیصلہ کن گھڑی	۴۸
۵۳	مولانا علی گوہر کی خدمت استغاثہ	۵۹	۴۷	حزب اللہ اور بایکٹ	۴۸
۵۴	مولانا علی گوہر کی آپ کے حق میں بڑی شہادت	۶۰	۴۸	استقلال	۴۹
۵۵	مجالس احباب	۶۰	۴۹	نماز کے ذریعے شریعت کی پیکر بنانا دوسرا واقعہ	۴۹
۵۶	خوش طبعی اور دلجوئی	۶۱	۵۰	نماز جنازہ	۵۰
۵۷	قیام شریعت کیلئے کوشش	۶۱	۵۱	جنازے میں عبرت آموز سبق	۵۰
۵۸	عبرت آموز حکایت	۶۲	۵۲	حاسدین اور رواجیوں کی شکایت	۵۱
۵۹	جناب نور محمد خان کا عہد اور مقاصد کی ابتداء	۶۳	۵۳	ملامت و نصیحت	۵۲

باب ہفتم۔ وفات

۷۲	واقعہ	۷۲	۷۸	رویا صالحہ	۷۹
۷۵	موت کا صدمہ	۷۶	۷۹	اے اقوام	۷۹
۷۶	ہمارے بعد از میر رہے گا محفل میں	۷۶	۸۰	حکایت	۸۱
۷۷	انتقال وراثت	۷۸			

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
باب ہشتم سیرت و اخلاق					
۸۱	اصلاح و تعمیر	۹۱	جبرأت و عزیمت	۸۷	
۸۲	استاذ کا پر توہ	۹۲	افہام و تفہیم	۸۸	
۸۳	جلال و جمال	۹۳	محفل احباب	۸۸	
۸۴	واقعہ	۹۴	مزاج	۸۹	
۸۵	شرعی تقسیم وراثت	۹۵	آبائی پیشہ	۸۹	
۸۶	تواضع اور خدمت	۹۶	سادگی	۸۹	
۸۷	واقعہ	۹۷	والدہ سے محبت	۹۰	
۸۸	واقعہ	۹۸	کتب خانہ	۹۰	
۸۹	تقریر و تحریر	۹۹	ملفوظات	۹۱	
۹۰	دنیا فانی کے بارے میں				

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

بارہا اس خیال نے میرا عیش و آرام مکدر کر دیا اور پریشانی نے مجھے دیگر مقاصد سے پیچھے ہٹایا کہ اپنے اسلاف سے جو بارہ امانت میرے سپرد کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پورے کرنے کا داعیہ میرے دل مضطرب میں ڈال دیا ہے میں اس کے پورے کرنے میں کیوں قاصر رہا ہوں بظاہر یہ آسان کام تھا لیکن میرے دل پر اس کا رعب چھایا ہوا تھا میرا حوصلہ نہیں بڑھتا تھا کہ میں کیسے اس بوجھ کو اٹھا سکوں گا۔ لیکن جب دیکھا کہ اگر کچھ زمانہ اور غفلت سے کام لیا گیا تو پھر کبھی یہ کام نہیں ہوگا پورا نہ سہی ادھر یا سہی جو کچھ اپنی طاقت ہے اسے پردہ عیب سے لا کر منظر عام پر رکھ دوں۔ ہو سکتا ہے آئندہ چل کر کوئی باہمت اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے پوری قوم اور عام اہل اسلام کے لئے اس کوشش کو مرقعہ عبرت بنائے آمین۔

۱۹۵۶ء میں جب کہ میں زیر تعلیم تھا اس سلسلے کا ایک مسودہ تیار کیا بہت سے اجاب نے اسے پسند کیا۔ وہ بزرگ جو صاحب سوانح کی زندگی کے حالات کے اثر سے اپنے اندر ایک موجزن عشق رکھتے تھے ان کے دل باغ بہار ہو گئے۔ کچھ اجاب نے یہ بھی کہا کہ اس عبارت کو بدلا نہ جائے اس میں جو جذبہ اور کشش ہے وہ عبارت آرائی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لیکن عام فائدے کے لئے ضروری تھا کہ مسودے کی از سر نو ترتیب و تہذیب کی جائے اور سابقہ عبارات کے احساسات کو باقی رکھا جائے۔

محمد عسکری
سید محمد رفیع
مدرسہ اسلامیہ
کراچی

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ

بائیس سال پہلے

آج سے بائیس سال قبل ۱۳۷۶ھ میں جو عبارت میں نے مقدمے میں لکھی تھی اس کا انداز ان جملوں میں مطالعہ فرمائیں۔

”مولانا محدوح کو اللہ جل شانہ نے دنیا دہا فیہا سے طبعاً مستغنی کر دیا تھا اور تمام تر صعوبتیں غیر خدا سے مرعوب ہو کر شیر دل شخص کا استقلال اور عزم کھودیتی ہیں ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خشیت و رضا، وعدہ اور وعید کے ذریعہ محفوظ رکھا۔ پھر ہر میدان و ہر مرحلے میں سرفراز کیا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا کا کام لیا اور آپ کی حیات و مہمات کو آب حیات بنایا تاکہ اس میدان کے طلبکاران حق کا رشک ابھر آئے، جدت اور اخلاص پیدا ہو۔۔۔ خواہی کہ روشن شود احوال سرعش

از شمع پس قصہ ز باد صبا مہر س

صاحب تذکرہ کا مقام دہر و عزیزی جس ہستی کے بارے میں ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں یہاں سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ عین عالم شباب میں اس وقت اپنے ان مہنوا بزرگوں کو الوداع کہہ گئی جب وہ آپ کو اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے وہ بالآخر پہچان گئے تھے کہ ہمارا یہ مہو نہا جس جرأت و بے باکی اور بے لوث جذبے سے شریعت کی طرف تباہی رہنائی کر رہا ہے اس وقت ہمارے لئے اس جیسا ہادی اور ناصح ہمارے علاقے میں تو کیا پوری دھرتی میں نادر ہے۔ وہ بزرگ آپ پر خون کے آنسو سونے وہ زندگی کی دوسری منزل (قبر) کو بہشت بری سمجھ رہے تھے۔ اپنی متاع عزیز کو گم کرنے کے حساس ہوئے گردش فلک نے انہیں کہاں بھٹک دیا ہے۔

افسوس عالم ربانی بگذشت سرمایہ عمر جاودانی بگذشت

آپ کے ہمنوا ساتھی جن کو قدرت نے آپ کے ساتھ سچے عشق اور حقیقی محبت سے

بہرور کیا تھا جو زندگی کے شب و روز آپ کی صحبت میں بسر کر چکے تھے وہ ایک حقیقی مربی سے محروم ہو گئے اور اپنے آپ کو بے وارث سمجھنے لگے جب وہ آپ کے ساتھ مل بیٹھنے کو یاد کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کو نقل کرنے لگتے ہیں تو ناامیدی اور غم سے بھر جاتے ہیں۔

وہ صورتیں الہی مس ملک بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

حسرت ہے تو اس پر کہ ان پڑھ دیہاتیوں نے تاریخ و رجال کی کون سی ڈگری کا سارٹیفکیٹ حاصل کیا ہے جو آپ کی سیرت و عادات، آپ کی طبیعت کی نزاکتوں کو تقاضائے حال کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں گو یا کہ مولانا کی نسبت ان کو درجہ فاقا حاصل ہے۔

صدقے میں تیرے ساتی مشکل آسان کرے مہتی میری مٹا دے خاکِ بے جان کرے

در اصل یہ اس مہتی کے ان مٹ نقش تھے جنہیں کاغذ اور کتاب کی بجائے دل و دماغ میں جگہ ملی تھی وہ مہتی جو سنت نبوی کا ہو ہو نمونہ تھی ان کی جلائی ہوئی شمع کے مقابلے میں اس دنیا کی بقایاں ہیں اگر گیتی سراسر سہ طغیر و چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

تاریخ کی اہمیت | افسوس کہ اسلاف کی زندگیوں کے نقش و نگار ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتے پھرتے کیسے گم ہو گئے ہیں کہ آج ہم ان کے متعلق ایک واقعہ کی بھی لب کشائی نہیں کر سکتے۔ کتنی باتیں قابل تقلید نمونہ تھیں جن کی یاد ہمارے حافظہ میں نہیں رہی اگر ہر دور میں اس چیز کا اہتمام کیا جاتا تو بزرگ مہتیوں کے جوامع آرا و افکار سے ہمیں تشنہ لبی نہ ہوتی لیکن ہمارے بڑے بڑے اصحاب تصنیف و تالیف جن کی کتب ہمارے لئے علمی و علمی سرمایہ حیات ہیں۔ ان کے حالات تو کجا ان کے مولد و وطن اور ان کی زندگی کی نشیب و فراز سے ہم یکسر نا آشنا ہیں نہ تو خود انہوں نے اس سلسلہ کو جنبانی کیا۔ شاید خود اپنے متعلق اس کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور نہ ہی ربع صدی نصف صدی، پون صدی ان سے رشد و ہدایت کا سبق لینے والوں کو اس کی توفیق ہوتی کہ اپنے محسنین کا دوسری دنیا سے بھی تعارف کرا لیں وہ اپنے بزرگوں کی یادوں اور ان کے اسوہ حسنہ کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

زمانہ نہایت عجلت اور چالاکئی سے اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور اہل زمانہ کے مسوئے کو نذر آتش کر رہا ہے۔ جہاں صدیوں بعد عہدِ ذکر و گرامی حبیب و منزل۔ محبوب اور اس کے سیرے کی یاد میں حساس دل شاعر آکر رو دیا کرتے تھے۔ آج کے دور میں چند سال اور چند ماہ میں ایسے نشانات صفحہ ہستی سے مٹائے گئے ہیں اور نہایت تیزی سے مٹ رہے ہیں گویا ان کا کوئی ماضی نہیں ہے۔ فیاضاً۔ ایک مصری فاضل تاریخ کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ دکان الغرض من علم التاريخ الموعظة والاعتبار وكان اهل الاسلام محوما لا سيما اهل هذه الزمان اذ لا بالموعظة حتى يقتلوا بسلفهم لا نهم قد نكسوا ما كان عليه السلف الصالح من الخلال الطاهرة بالخلق الفاضلة الم
 (مترجمہ مطبع فتح البلدان)

ترجمہ: علم تاریخ کی غرض و غایت نصیحت و عبرت حاصل کرنا ہے اور اس دور کے لوگ خصوصاً وعظ و تذکیر کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ انہوں نے سلف صالحین کی پاکیزہ خصلتوں اور عمدہ سیرتوں کو فراموش کر دیا ہے۔

مقصود اہل ذوق و ذکر گزشتگان تنبیہ عبرت است چہ ممکن چہ پادشاہ

ہمارے موصوف فاضل اجل حق و باطل کے مابین فاضل، متوکل علی اللہ، مجاہد دین متین، مجدد آئین شریعت حضرت مولانا

اسم گرامی اور نسب

محض گورانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخششیں آپ کے ذرے ذرے پر سایہ نکلن ہوں دنیا میں آپ کے نیک آثار اور اعمال خیر کے نمونے خلق خدا کی راہنمائی کے لئے باقی رہیں اور قیامت کے دن ذخیرہ نجات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا وسیلہ ثابت ہوں آمین ثم آمین کیوں نہ ہو جب کہ آپ سنت کے پیروکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔

دین حق کے پابند ایسے کہ راہ حق بتا کر سب سے پہلے خود اس پر چلنے والے تھے علم اور عمل دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے والے تھے رسم و رواج اور پردہ و پردہ کے بہت بڑے دشمن تھے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقصد کے لئے پیدا فرمایا اور جب وہ اپنے

مزم اور غلاتے پر حجت پوری کر چکے ان کو حق و باطل کا پتہ چل گیا لوگوں کے پاس حق پر نہ چلنے اور اپنے
 ابا و اجداد کے غلط طریقوں اور دیگر رسم و رواج کو نہ چھوڑنے کا عذر اور بہانہ باقی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ
 نے شروع جوانی میں آپ کو اپنے پاس واپس بلا لیا۔ آپ کے نام سے تفائل لیتے ہوئے ہم بھی یہی دعا
 کرتے ہیں کہ ہمیں بھی یا اللہ بطفیل محمد۔ بخش۔ آمین۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے

(مولانا) محمد بخش ولد خان محمد خان ولد قطب الدین خان ولد راضی خان ولد محمد خان ولد
 محمد خان ولد عیسیٰ خان ولد جند خان ولد سردار خان۔

آپ کی والدہ ماجدہ بختاں مائی دختر محمد حسین خان ولد عثمان خان ولد علی خان ولد نور خان ولد
 حبیب خان ولد عیسیٰ خان ولد جند خان ولد سردار خان۔

ہماری گورمانی اقوام تین آج چھوٹی آبادیوں میں منقسم ہوتی ہے۔ لٹری جنوبی، جنوبی بستی،
 چاہ گوگن والا۔ لٹری جنوبی کو مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حضرت مولانا موصوف کا خاندان اسی
 میں رہائش پذیر تھا۔ لٹری جنوبی میں باشندگان قوم گورمانی کا شجرہ نسب درج ذیل ہے یہ شجرہ ہمارے
 مہربان شیخ عبداللہ مرحوم و مغفور جن کے طفیل گویا یہ سوانح مرتب کی سے مجھے اپنی یادداشت حلقہ سے
 ملا کر آیا۔ جب جناب خیر محمد خان مرحوم ۱۹۵۰ء ۱۰ اکتوبر میں ضلعی دفتر سے ۱۹۵۰ء کی بند رست ثالث خاندان
 قوم بلوچ گورمانی لائے تو میں نے شیخ عبداللہ کے ادا کردہ شجرہ کو اس کے مطابق پایا۔ فرحمہ اللہ رحمۃ

واسعۃ فی العیال و الآخرۃ

سردار خان

دلیل خان

حضرت مولانا محمد بخش کاشغری

محمد خان خاندان

حبیب خان

علین خان

محمد خان

احمد خان

عظمت خان

محمد خان

غازی خان

رازی خان

نیازی خان

حسن خان

قطب خان

خان محمد خان

کورٹا خان

غلام محمد خان

لال خان

مولانا محمد بخش خان

موسیٰ خان

احمد خان

بیاد خان نور محمد قاضی

خدا بخش خان

قادر بخش خان

عظمت خان

بڑا خان

حیدر خان

قادر بخش خان

محمد خان

خان محمد

گائمن خان

محمد خان

غلام محمد خان

حبیب خان

نور خان

سردار خان

جعفر خان

شیخ عبداللہ خان

احمد خان

احمد خان

علی خان

میر خان

احمد خان

محمد خان

خاندان علی خان
ولد نور خان

سردار خان

حبذو خان

علین خان

حبیب خان

محمد خان

نور خان

علی خان

موسی خان

عثمان خان

احمد خان

حسن خان

خان محمد خان

محمد حسین خان

میاں عبداللہ

قادر بخش خان

احمد خان

محمد خان

احمد خان

محمد خان

علی خان

غلام حیدر خان

احمد خان

غلام حسن خان

اللہ بخش خان

احمد خان

قادر خان

گلشن خان

فیض اللہ خان

نور محمد خان

شیر محمد خان

امام بخش خان

محمد بخش خان

غلام رسول خان

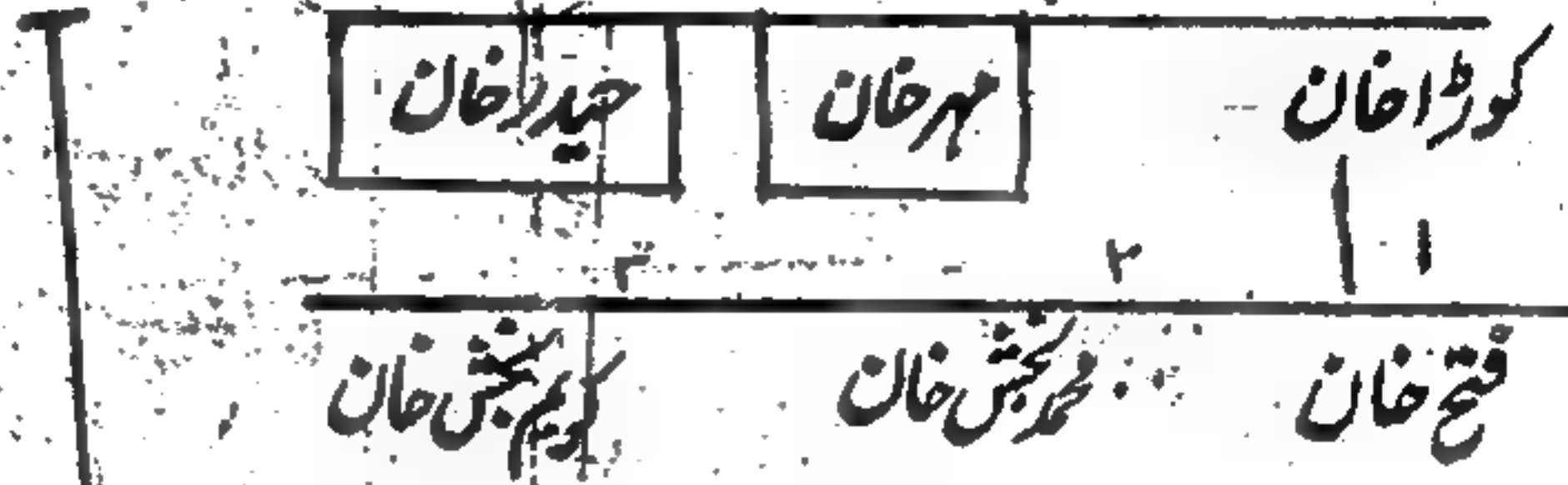
بہادر خان

اللہ بخش

خانان فتح خان ولد نور خان

حبیب خان

صالح خان



امام بخش خان

الشداد خان

غلام علی خان

سردار خان ثانی

خالد خان

عبداللہ خان

نور محمد خان

شیر محمد خان

موسیٰ خان

حیدر خان

خیر محمد خان

۱۔ آپ کے بھائی لال خان نے گورہاں دختر اللہ بخش خان ولد محمد حسن مولانا کے رشتہ وار

خان سے نکاح کیا جن کے بطن سے ایک لڑکا ہوا۔ لال خان کی بیماری کے کچھ روز بعد بان بند ہو گئی۔ شاعر تھے اپنے احساسات لکھ دیا کرتے تھے مولانا کی وطن کی طرف آمد سے قبل عالم شباب میں فوت ہو گئے۔ لال خان کی وفات کے بعد ان کا ننھا بچہ بھی فوت ہو گیا۔

۲۔ آپ کی ہمیشہ گان بھی آپ کی وطن کی طرف آمد سے قبل فوت ہو چکی تھیں۔ آپ کی ہمیشہ مائی صاحبان زوجہ ولی خان ولد محمد خان کے بطن سے آپ کا بھائی فتح خان اس کی بہن مائی جنت اور مائی زینب موجود تھیں۔ دوسری ہمیشہ مائی نوراں زوجہ مرید خان ولد خان محمد کے بطن سے محمد خان موجود تھے۔

۳۔ بھوپیاں، خالو مائی زوجہ خان محمد ولد حیدر خان، چٹائی زوجہ محمد خان ولد حیدر خان۔

۴۔ آپ کے نانا محمد حسین خان ولد عثمان خان ہیں۔ نانی صاحبہ مائی سبھائی ہے۔ ماموں احمد خان اللہ بخش خان، گاموں خاں، کا دو خان،

قد و قامت متوسط، جامت مناسب، گندمی رنگ، کھلا چہرہ، گھنی حلیہ اور سیرت

ڈاڑھی سر کے بال منڈانا پسند تھے، موٹی آنکھیں، سنس مکھ مزاج

بہاں قیص و تہبند، سر پر پگڑی۔ مزاج میں خوش طبعی بھری ہوئی تھی مجالس میں بیٹھے اپنے ساتھیوں میں سنس سنس کر لٹ پوٹ ہو جاتے۔ لیکن جوں ہی خلافت شرع بات دیکھ لیتے آنکھیں غصہ سے بھر جاتیں۔ چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور آواز میں گرج پیدا ہو جاتی، مخاطب اور حاضرین پر ہیبت چھا جاتی۔ اس پر تذکیر کا رنگ غالب ہوتا، خدا یاد دلاتے اور شریعت پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے کوئی شخص قوم کا سردار ہوتا یا دویہ اس وقت آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی مہمت نہیں کر پاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں لکھا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے سنس ہے ہیں تعجب کی باتوں پر تعجب فزا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا سے ہر دے میں طبع کنواری لڑکی کو کیا نسبت ہے معہذا جب کسی چیز پر ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا تو فوری طور پر

چہرہ انور پر اس کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ سرخی سے گریا آپ کے چہرہ میں انار کا پانی پھوڑ دیا گیا ہے
مجلس میں بیٹھے ہوئے اصحاب سر کو جھکائے ایسے متادب نظر آتے گریا ان کے سروں پر پرندے
بیٹھے ہوئے ہیں۔

پیغمبر کی ذات اقدس کا جب ایک سچے امتی اور حقیقی وارث پر پر لو پڑتا ہے تو وہ ایسے ہوتا
ہے جیسے مولانا موصوف کی ذات والا صفات تھی۔ یہ شان و شوکت کس نے عطا کی تھی؟ یہ رتبہ بلند
کیسے بلا؟ علم و حکمت میں بچپن و جوانی کی عیش قربان کر دی پھر جو کچھ سیکھا محض خدا کے لئے، کمال حاصل کر کے
بھی سب کچھ اسی کی راہ میں صرف کر دیا نہ اپنے لئے کچھ کرنے کا ارادہ تھا اور نہ ہی کچھ کیا حتیٰ کہ جان جان آفرین
کے سپرد کر دی، خدا تعالیٰ نے بھی آپ کے ارادے اور عمل کو قبول کر لیا آپ نے اپنے بعد پوچھ گوں سے
پانی ہوئی زمین وغیرہ کے سوا اور کوئی دنیاوی جائیداد نہیں چھوڑی اور نہ ہی خانہ مان رکھتے تھے شاواں
و فرحال بارگاہ ایزدی میں تن تنہا پیش ہو گئے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایک اعرابی بصرہ میں آیا اور پوچھا منے سیدُ هذا المصرا؟ لاس شر کے سردار کون ہیں؟
لوگوں نے کہا حسن بصری۔ پھر اس نے سوال کیا فیما ساد لصلہ؟ کس وجہ سے وہ سردار بن گیا؟
تو جواب ملا۔ اسْتَشْنَى عَمَّانِي اَيُّدِيْعِمِنْ دُنْيَاهُمْ دَاخِجُوا اِلَى مَا عِنْدَهُ مِنْ اُمْرٍ وَنِيْهِمْ فَقَالَ
الاعْرَابِيُّ لِلَّهِ دَرَّةٌ هَكَذَا فَلْيَكُنِ السَّيِّدُ حَقًّا رَجُلٌ مَالٍ وَامْوَالٍ كِي وَهُدُودٌ لِّوَلَدِهِمْ كِي بِاسْمِ تَحِيَّ
سے آپ نے بے پرواہی برتی اور لوگوں کو دین کے بارے میں ان کی طرف احتیاجی کرنی پڑتی تھی
وہ آپ کے محتاج ہو گئے۔ تو اعرابی نے کہا سردار کو ایسے ہی اوصاف کا مالک ہونا چاہیے۔
(مناقب الحسن لابن الجوزی)

کے نام تھے دیکھے ہیں بایں عنوان۔

”میرے پیارے ماموں جان میاں عبداللہ صاحب“

مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا کا داخلہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ اسی سال تکمیل کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی خلد ظلالہ علی رؤس العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

”الوداؤد شریف میرے والد صاحب کا خاص سبق تھا جو میرے حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کے زمانے میں بھی اہتمام سے میرے والد صاحب کے پاس ہوتا تھا۔ شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت قدس سرہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حجاز کا مشہور و معروف معرکتہ آلا ر سفر کیا۔ جس میں کابل کی طرف سے آکر ہندوستان پر حملہ کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور اس کے قصے اب تو مشہور و معروف ہو چکے ہیں“ (آب ہیتی)

محدث سہارنپوری کے بار بار اصرار سے نائب الرشید و الخلیل مولانا یحییٰ کاندھلوی کا ۱۳۱۸ھ جمادی الاولیٰ میں مظاہر علوم سہارنپور میں مستقل قیام عمل میں آیا۔ لہذا مولانا نے آپ کی خدمت میں تکمیل کی۔

بنجاری شریف، ترمذی شریف، الوداؤد شریف اور نسائی شریف میں آپ شیخ تھے۔ مسلم

شریف اس وقت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ کے پاس پہلی دفعہ ہوئی اور ابن ماجہ شریف مولانا ثابت علی صاحب کے پاس کئی سال سے ہو رہی تھی“ (آب ہیتی)

ولادت اور تعلیم و تربیت

ولادت تقریباً ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء۔ قوم کے ہونہار فرزند اور امام وقت بعد سردار خان
ثانی متوفی ۱۹۳۵ء رلتڑی سردار خان رلتڑی جنوبی میں پیدا ہوئے۔

اس وقت گورمانی قوم کے استاد فقیہ و زائد حضرت مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ متوفی
۱۳۶۲ھ کی خدمت میں گھر میں تعلیم پائی۔ مولانا مرحوم اپنے استاد کی ایک مہر شاخ تھے جو بعد
میں پورے کی صورت میں پرورش پا کر ایک بار آور تناور درخت بن گئے۔ عربی تعلیم صرف و نحو
فقہ و میراث وغیرہ لنڈی پتانی تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں حاصل کی۔

آپ کی لنڈی پتانی کی علمی تحریکات میں ۱۳۳۱ھ لکھا ہے یہ مولانا کا شباب تھا۔ لنڈی پتانی
میں وقت کے فاضل اجل جامع العلوم والفنون حضرت مولانا محمد موسیٰ احمدانی متوفی ۱۹۱۲ء تھے خوب
سیر کر پڑے چین اور اطمینان سے ان کی خدمت تحصیل کی۔ دوسرے سال ۱۳۳۲ھ میں بھی وہیں رہے۔
جب آپ نے وادی علم میں قدم رکھا دوبارہ وطن کا رخ نہیں کیا۔ آپ کے خالہ زاد شیخ عبد اللہ
متوفی ۱۳۸۰ھ جو اس سوانح کے مرکزی اور بنیادی راوی ہیں) کا بیان ہے کہ مولانا صرف ایک مرتبہ
آئے وہ بھی بیمار تھے۔ طالب علمی کا سارا زمانہ سفر میں رہے۔ آپ کے والد ماجد جناب خان محمد خان
پنے بچپن میں فوت ہو چکے تھے اور بھی کوئی کفیل نہ تھا۔ اس وقت جبکہ ان علاقوں میں جمود تھا دینی علم حاصل
کرنا سخت دشوار اور معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مدارس کی تنظیم اور طلبہ کی چہل پہل کا یہ زمانہ نہ تھا۔ بایں ہمہ آپ
جذبہ تحصیل میں کوئی فرق نہ آیا اپنی خدا واد قابلیت کو دنیوی جاہ و جلال کے حصول کی بجائے اپنا سارا
علمی مہارت و مشاقی میں لگا دیا تا وقتیکہ وہ اپنے وقت کے کامل اور مزج انام فی جمیع المرام شخصیت
بن گئے۔ کدوانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔

راقم الحروف نے آپ کے قیام سہارنپور کے لکھے ہوئے ایک دو خطوط جو میاں عبد اللہ مرحوم

سند فراغ حاصل کرنے کی ہماری کوشش

میں نے جب ہوش سنبھالا اس سے کافی سال پہلے مولانا مرحوم کا کتب خانہ اجڑ چکا تھا آپ اپنے جدا مجد احمد خان ولد محمد خان گورانی کے تنہا نرینہ وارث رہ گئے تھے آپ کے بعد آپ کا کوئی خاندانی بھائی بیٹا یا چچا نہ تھا اور زندگی کے مستغارا یام میں ابھی اتنی فرصت کہاں تھی کہ قوم کا کوئی فرد آپ کی علمی جانشینی کے قابل بننا اس لئے ذخیرہ کتب کے لٹ جانے کے ساتھ آپ کی سند یاد نگرد ستادیزات کی بازیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی بنا پر کافی عرصہ سے میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے کیوں نہ سند کے لئے لکھا جائے۔ حال آپ نے تحصیل تمام کی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مودعہ ۲۴ ربیع الاولیٰ ۱۳۹۵ھ سیدی و مولائی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب خلطلاہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ (باب العوالی مسجد نور) عرقد ارسال کیا اور اسی تاریخ کو جامعہ مظاہر علوم کے ناظم صاحب کو لکھا کہ سند کے ساتھ ضروری یادداشتیں دہیا فرما کر سر قرار فرمائیں۔

حضرت شیخ کا جواب پہلے موصول ہوا جو تبرکاً بعینہ درج ذیل ہے

باسمہ سبحانہ

مکرم و محترم مدنیو حکم بعد سلام مسنون، آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ میں تو اپنے ضعف و پیری اور امراض کی کثرت کی وجہ سے بالکل معطل ہو گیا ہوں اگر سہارنپور ہوتا تو دوستوں سے تلاش کر کے کچھ لکھوا دیتا آپ کو جو سوالات کرنے ہوں میرا نواسہ عزیزم مولوی شاہد سلمہ جو آج کل مدرسہ میں اسی قسم کے کاموں میں ملازم ہے میرے حوالہ سے آپ کو لکھیں کہ فلاں سنین کی رودادیں دیکھ کر آپ کے سوالات کے جواب لکھ دے مجھے تو بہت اہتمام تھا۔ گراں تو میں مدینہ آگیا۔ خبر نہیں کتب خانہ کا کیا حال ہوگا۔ عزیز شاہد کو یہ بھی لکھ دیں کہ اگر مدرسہ میں کوئی روداد نہ ملے تو میرے کمرے میں سب رودادیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائے۔ بڑوں کے حالات جتنے بھی جمع ہو جائیں میرے نزدیک تو بہت اہم ہے

نقطہ والسلام حضرت شیخ الحدیث۔ بقلم حبیب اللہ مدینہ طیبہ ۲۵ - ۳ - ۷۸

جامعہ سے سند کا موصول ہونا | بار ارجان سے عاجز، نہایت تشکر کے طور پر ہم جامعہ کے جملہ اراکین کے لئے سچی اور حقیقی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور دست برد عاہیں فجز اہم اللہ تعالیٰ حسن الخیر اور غنا عن سائر المسالین۔ آمین

کر محرمہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۷۸ء دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور لڑائی الہند سے ۳ صفحات پر مشتمل دستاویز ۲۰ جمادی الاخریٰ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۸ء موصول ہوئی۔
صفحہ اول پر جامعہ سے ڈیرہ اسماعیل خان کے سند فراغ پانے والے علامہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں۔

صفحہ ۲: تاریخ داخلہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء امتحان میں کامیابی کے معیاری نمبرات بیضاوی شریف اور موطا امام مالک میں سب سے اول نمبرات اور آپ کے رفقاء حدیث میں سے چند خاص کا ذکر خیر۔

صفحہ ۳: آپ کی سند درجہ دوم کی نقل ہے جس میں الشیخ الفاضل کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا گیا ہے اور ان کتب کا ذکر ہے جو آپ نے جامعہ میں پڑھی ہیں۔ پھر اس سند پر جامعہ کے اساتذہ اور مدرسین کے دستخط ہیں۔ لیکن آپ کے شیخ یعنی نائب الرشید والخلیل حضرت مولانا محمد کبھی صاحب کاندھلوی قدس سرہ جن کی خدمت تحصیل تمام کی کے دستخط نہیں ہیں۔ کیونکہ سند کی تحریر یہ ۱۳۳۳ھ سے ۴۴ ادن قبل آپ کی وفات ۱۳۳۷ھ کا المیہ پیش آچکا تھا۔

یہ دستاویز مندرجہ ظاہری باتوں کے علاوہ تاریخ کے طالب کے لئے دیگر کئی ایک سوال کا حل پیش کرتی ہے لیکن اس میں چند باتیں ابھی تشنہ طلب ہیں جن کے متعلق میں نے بار بار جامعہ کے بزرگوں کو لکھا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ انعامی کتب ۲۔ رویداد پر مولانا کے مندرجہ نمبرات۔

۳۔ اول، دوم، سوم آنے والوں کے نام ۴۔ جامعہ کے خصوصی ریکارڈ میں آپ کی

حیثیت۔

دفتر سے آمد و ستاؤن کی نقل

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور لپٹی

تذکرہ مورخہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۷۸ء

مکرم بندہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب زاد مجذہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج بعافیت ہوں۔ گرامی نامہ محررہ ۲۷ ربیع الاولیٰ

۱۳۹۸ھ ملا۔ مولانا محمد بخش صاحب کے متعلق جو ریکارڈ طلب کیا گیا تھا وہ ارسال خدمت ہے۔ خدا

کرے مولانا مرحوم کی سوانح جلد مکمل ہو جائے۔ اور مظاہر علوم کے اس علمی فرزند کی علمی خدمات اور

دینی جہاد سے قارئین کے دل و دماغ کو تازگی ملے یہ سوانح جب مکمل ہو جائے تو مظاہر علوم کے کتب خانہ

کو چند نسخے ضرور ارسال فرمادیں۔ مظاہر علوم نے اپنے اس تمام عرصہ حیات میں بہت سی عظیم علمی دینی

اسلامی شخصیتیں پیدا کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان پر بھی تاریخی کام کیا جائے اور ان کی سیرت و سوانح کے

ذریعہ ان کی زندگی کے نقوش واضح کئے جائیں۔ ذیل میں ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان کے چند علماء کرام کے

اسلامی تحریروں پر کرتا ہوں ان سب کا علمی رشتہ مظاہر علوم سے وابستہ ہے۔ ممکن ہے تذکرہ مولانا محمد بخش

صاحب میں کام آجائیں۔

اسمائے گرامی

مظاہر علوم سے فراغت کا سنہ

۱۳۳۰ھ

۱۳۴۸ھ

۱۳۵۳ھ

۱۳۵۵ھ

۱۳۵۶ھ

۱۳۵۸ھ

مولانا کریم داد خان ولد ملا داد خان

مولانا محمد اسماعیل پسر محمد ابراہیم

مولانا عبدالرحمن پسر مولانا غلام حسین

مولانا اللہ بخش پسر خان محمد

مولانا عبدالخالق پسر امام الدین

مولانا عطار اللہ پسر احمد دین

بنام نسیم مظاہری

نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یو پی

مولانا محمد بخش صاحب مرحوم کا داخلہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ یہاں آپ نے داخلے کر یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی، صحاح ستہ، موطا امام مالک، موطا امام احمد، نخبة الفکر، ترویج تلویح۔

سالانہ امتحان میں آپ معیاری نمبرات سے کامیاب ہوئے جس کا ریکارڈ یہ ہے۔

۱۸	صحیح مسلم شریف	۱۹	بخاری شریف
۱۵	ابن ماجہ	۲۱	بیضاوی شریف
۲۱	طحاوی شریف	۱۹	نسائی شریف
۲۰	نخبة الفکر	۱۹	ابوداؤد شریف
۱۸	ترویج تلویح	۲۱	موطا امام محمد
۲۰	ترمذی شریف	۳۱	موطا امام مالک

میزان

۲۳۲

مظاہر علوم میں امتحانات میں اکیس نمبرات سے کامیاب ہونا اعلیٰ درجہ کی کامیابی شمار ہوتا ہے مولانا موصوف اپنے اس امتحان سالانہ میں بیضاوی شریف اور موطا امام مالک میں اول نمبرات سے کامیاب ہیں۔ آپ کے ان دو کتابوں کے دیگر فقہاء کے نمبرات اس سے کم ہیں البتہ موطا امام محمد میں جس طرح مولانا مرحوم کے اکیس نمبرات ان کے دیگر فقہاء کے بھی ہیں۔

دورہ حدیث شریف میں آپ کے خصوصی رفقاء یہ حضرات ہیں۔

۱۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ مہاجر مدنی

۲۔ حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۳۔ مولانا خیر محمد ولد مولانا یار محمد صاحب، مظفر گڑھی مہاجر مکی استاذ حرم مکی شریف

۴۔ مولانا عبدالغنی ولد محمد بخش صاحب بارہ لکی۔

- ۵- حضرت العلامة مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری امام النحو والمنطق سابق استاذ جامعہ
۶- مولانا حسن احمد بن شاہ صدیق حسن صاحب سہارنپوری۔

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

۳۲ مورخہ ۱۳۰۵ھ ۱۹۰۵ء

نقل سند (دوم)

مولوی محمد بخش سپر خان محمد ساکن موضع لتڑی جنوبی ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب

مخبر سند ۱۶۱ سند الفاضل شیخ المدرستہ الشہیدۃ بظاہر علوم سہارنپور یوپی۔ ۱۰۱۰
الحمد لله الذي خلق الانسان من طين۔ ثم جعل نسله من سلاله من ماء مهين۔ وفضلہ
على كثير من خلقه وجعله خليفة في ارضه۔ ففان الملائكة المقربين۔ والصلوة والسلام على
حبيبہ وخير خلقہ سيد الاولين والآخرين۔ سيدنا مولانا محمد وآلہ واصحابہ وذريستہ و
اتباعہ اجمعين الى يوم الدين۔

اما بعد۔ فان اخانا في الدين الشيخ الفاضل محمد بخش بن خان محمد المتوطن
قريه لتڑی جنوبی من مضافات ڈیرہ غازی خان۔ متعلقات پنجاب۔ قد دخل هذه المدرسة
العربية الشهيرة بظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی۔ الحسند۔ صانها الله تعالى من الاخوات
والشہور في شهر ذي القعدة سنة ثلث وثلثين بعد الف وثلاث مائة (۱۳۳۳ھ) من الهجرة
النسبية على صاحبها الف الف صلوة وتحيية واقام فيها ستة واحدة فحبل يقرأ ويسمع
حتى قرأ الكتب المتداولة من العلوم المختلفة فمن علم التفسير، تفسير سورة البقرة من البيضاوي
ومن علم الحديث الصغار الستة وغيرها نعتي بها الجامع الصحيح للامام البخاري والمحبت جامع
الصحيح للامام المسلم بن النجاشي والجامع السنن للامام الترمذي مع كتاب الشامل والسنن
للإمام ابن داود السجستاني والسنن للامام النسائي والسنن للامام ابن ماجه والقرويني معالي الآثار

الامام ابی جعفر الطحاوی ومن علم اصول الحديث شرح نخبة الفکر ومن اصول الفقه التوضیح
مع التلویح قليلاً فتها فترأخ طلب منا السند واستجازنا فتجيزه لهذه الدرجة الثانية فبما
توا هو علينا او غيره وهو لیسیم كما اجازنا مشائخنا الكرام على الشروط المعتبرة عند علماء هذا الشأن
ونوصيه بتقوى الله تعالى في السر والعلانية بلزوم السنة السنية واجتناب البدعة المفسدة
وان يشغل بتعليم علوم الدين وان لا يتساقط في صالح دعواته في جلواته وخلواته واخر دعوانا ان
الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا ومولانا محمد وآله واصحاب
اجمعين
كتب في ۲۴ فيقعه ۱۳۳۲

ثابت علي عفاعنه مدرس مدرسه، عبد اللطيف عفاعنه مدرس مدرسه هذا، احقر طفر احمد عفا الله عنهما
بنده عبد الرحمن خادم مدرسه، عنایت الہی عنہ مہتمم مدرسه، بنده محمد الیاس اختر عفی عنہ
آپکے رفیق خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحب محل سمرہ (بہاولپور) مہاجر کی کے سالانہ امتحانات نمبرات

نقشر ۱۸، کامیابی امتحان سالانہ طلبہ درجہ عربی مدرسه مظاہر علوم سہارنپور مع تقسیم العام من ابتداء
شوال ۱۳۳۳ لغایۃ رجب ۱۳۳۴ ھجری صلعم

نام طلبہ	نام کتاب حسب امتحان دیا	مجموعہ نمبر کے جو نمبر حاصل کیے	نام کتاب حسب امتحان دیا	مجموعہ نمبر کے جو نمبر حاصل کیے	نام کتاب حسب امتحان دیا	مجموعہ نمبر کے جو نمبر حاصل کیے	نام کتاب العام
مولوی خیر محمد ولد مولوی یار محمد صاحب مظفر گڑھی	بخاری شریف	۲۰	ابوداؤد شریف	۱۹	طحاوی	۲۱	ابن ماجہ
	نسائی شریف	۱۹	صدرا	۱۵	شرح نخبة الفکر	۲۰	ابن ماجہ
	شمس بازغہ	۱۵	مقامات حمیری	۱۹	الفیہ ابن مالک	۲۰	ابن ماجہ
	امور عامہ	۱۵	موطائیم محمد	۲۱	تفہیم	۲۰	ابن ماجہ
	ترمذی شریف	۲۰	ابن ماجہ	۲۰	توضیح	۱۹	ابن ماجہ
	مسلم شریف	۱۶	موطائیم مالک	۱۹	شرح چنبی	۲۰	ابن ماجہ

جرات اور تبحر علمی پر زبردست شہادت

مولانا کے دو بڑے علمی رفیق

تحصیل علم میں شریک آپ کے دو قدیمی رفقاء کی مجھے اتفاقی زیارت نصیب ہوئی جن کے طفیل آپ کے طالب علمی کے زمانے کے جذبات و احساسات کا شخصی اور علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت مولانا فیض اللہ مرحوم و مغفور صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان متوفی ۱۳۸۵ھ لکھنؤ تپانی کے ہم سبق ہیں ۱۳۸۱ھ میں جب میں نعمانیہ میں شرح مائتہ وغیرہ پڑھتا تھا گفتگو کے دوران مولانا کا ذکر آیا تو آپ نے حسرت و افسوس کی ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا میں نے ان جیسا زادِ شب بیدار اور ذہین نہیں دیکھا وہ کبھی ہنسی اور مزاح نہ کرتے تھے۔ نیز فرمایا مدرسہ میں محمد بخش نامی دو ساتھی تھے۔ دوسرا مولانا سے بڑا تھا۔ بڑے کو کبریٰ اور آپ کو صغریٰ کے نام سے یاد کیا جاتا تو فرماتے "میاں مجھے اصغر کیوں نہیں کہتے۔"

۲۔ آپ کے دوسرے رفیق حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہاجر ملی مرحوم و مغفور ہیں آٹھ مہرہ ریاست بہاول پور متوفی ۱۴۰۲ھ۔ جو تحصیل علم کے آخری سال ساتھ رہے آپ ۱۳۸۲ھ میں قصبہ کیسل پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بیس سال حرم مکہ میں قرآن و حدیث کا درس دیا۔ حنفیت کو آپ سے بہت مدد ملی۔ علم حدیث میں امتیازی شان کے مالک سادگی اور حق گوئی میں ضرب الثقل تھے۔ ریاست بہاول پور کے نواب حکام اس حق گوئی اور علمی خاموشی سے حدیث کی خدمت کی بدولت قدر کرتے تھے یہ حق گوئی بھی عموماً نواب صاحب ہی کے بارے میں ہوتی تھی۔

نواب صاحب نے آپ کے بڑے وظیفے مقرر کئے پھر سرکاری مولویوں کی رپورٹ پر بند کر دیئے لیکن آپ نے یاد دہانی کے لئے ایک پوسٹ کارڈ بھی نہیں لکھا۔ پھر کسی حادثے سے دوچار ہو کر خود ہی نواب صاحب نے معذرت کے ساتھ دوبارہ وظیفہ جاری کر دیا۔

ماہنامہ البلاغ مجریہ ربیع الاولیٰ ۱۳۹۶ھ میں لکھا ہے۔

جس نے ۲۵ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی جس نے حرم مکہ میں بیس سال تک درس دیا۔

کا شرف حاصل کیا۔

جسے رحلت کے بعد جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے قریب مدرسہ ضولقہ کے احاطے میں ابدی آرامگاہ میسر آئی۔ مولانا خیر محمد مرحوم نے خفی مسک کی بڑی صحیح اور بے باک ترجمانی کی وہ علائق دنیوی سے بے نیاز جاہ پسندی اور اقتدار طلبی سے بیزار تھے۔

مدینہ منورہ محلہ حارۃ الاجارۃ میں ایک سرائے تعمیر کرائی اور اسے زائرین حرمین شریفین کے لئے وقف کر دیا۔ بخاری شریف کا ترجمہ کیا اور شرح لکھی، ترمذی شریف کی شرح لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

زیارت و ملاقات | آپ مدرسہ عربیہ چاہ دادو والا جھوک ونیس (ضلع ملتان) ملک صاحبان (ملک محمد بخش مرحوم، ملک خدا بخش مرحوم، ملک غوث بخش سلمہ زہد) کی دعوت پر ۱۳۴۲ھ تشریف لائے اس وقت میں استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد امیر صاحب غلدظلالہ کی خدمت میں تحصیل کر رہا تھا۔

وہاں نائب مدرس استاذ مولانا محمد رمضان صاحب مظلہ الحال صدر المدینہ مدرسہ عربیہ گمانی ریاست بہاول پور کے ساتھ آپ بات چیت میں مصروف تھے اسی اثنا آپ نے دریافت فرمایا، میرے ایک ویروی ساتھی مولانا محمد بخش تھے میں اسی مجلس میں موجود تھا میں نے کہا کہ وہ میرے چچا تھے، سنئے ہی کھڑے، فرمایا مجھ سے گلے مل لو تو تو میرا بھتیجا ہے۔ الحمد للہ مولانا مرحوم کے طفیل مجھے حضرت سے معاف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

دیدار شد میسر و لبوں دکنار ہم از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

مولانا کی تبحر علمی اور جرأت کا ایک عجیب واقعہ سنایا

مشہور ہے کہ سہارنپور میں اساتذہ، ہندوستانی متعلمین کی رعایت کرتے ہیں امتحان واقعہ میں سبقت لینے کے باوجود پنجابی وغیرہ ہمیشہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور ہندوستانی اول

کی رعایت کی جاتی ہے۔ تو مولانا محمد بخش "کو کیا سو بھی امتحان سے قبل جلی قلم سے کی اعلان گاہ پر چسپاں کیا۔" مولانا بڑے خوشخط تھے "جس ہندوستانی نے

طالب علم کو اپنے علم پر ناز ہو وہ کسی فن میں ہم تین پنجابیوں سے مناظرہ کرے۔

۱۔ مولوی (خیر محمد ریاستی) ۲ (غالباً) مولوی عبدالعزیز لپشادری ۳ محمد بخش سرحدی،

کتنے دن وہ اعلان لگا رہا کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اساتذہ کو اس علم ہو گیا انہوں نے

بھی نہ ٹوکا۔

فرمایا ایک دفعہ مجھے ریاست میں ملنے آئے اور کہا کہ میں اپنے گھر رہتا ہوں۔ پھر بعد میں کبھی آنا نہ

ہوا اور نہ ہی پتہ چلا میں پریشان ہوا کہ کیا ہوا۔

یہ بھی بتایا کہ جب مجھے ملنے آئے میں پڑھا رہا تھا آکر میرے شاگردوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثناء

درس سوال کیا جب میں نے دیکھا تو مولانا تھے۔ میں نے ہنس کر کہا ابھی تک آپ اپنی عادتوں سے باز نہیں

آئے۔ میرے شاگردوں کا امتحان لیا۔ لافنی جنس کی بحث پوچھی آگے میرے شاگرد بھی سوال کرنے

لگ گئے۔ اس پر مولانا نے کہا تو ان کو کڑایا ہوا (پوشیا رہنایا ہوا) ہے۔

یہ سچی راقم الحروف کی آپ کے رفیق حضرت مولانا خیر محمد صاحب ریاستی مرحوم

سے پہلی اور آخری ملاقات۔

کاش! مولانا کے متعلق میں مزید آپ سے دریافت کرتا۔ بعد میں بالمشافہ یا بذریعہ مراسلات

استفادہ کیا (نوبت آتی) حالانکہ آپ اس کے بعد عرصہ دراز حیات رہے۔ تشنگان کو فیضیاب کرتے رہے

اور حجاز سے وطن آتے رہے۔ فاہا علی ما فطرت

باب ۳۲ تقویٰ و پرہیز اور اسوۂ حسنہ

مراجعت وطن | سہارنپور سے سند فراغ حاصل کی فضل و کمال کے باوجود کسی شہر کی امت

پسند نہ کی۔ اور نہ کسی عہدہ اور امارت میں لپچائے۔ سیدھے وطن چلے آئے۔ وطن بھی ایسا جہاں سے بقول

شخصے درندے بھی گھاگ نکلیں۔ بھلا مولانا ایسا کیوں نہ کرتے وطن آخر وطن ہے۔ صحیح فطرت والا کون شخص

ہوگا جو یہ نہیں چاہتا کہ دین و دنیا سے میرا آباد ہو اگرچہ مجھے اپنے خون سے ہی اس کی آبیاری کیوں کرنی پڑے

رباعی) حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل وریحاں خوشتر

یوسف کہ بمصر بادشاہ میرے کرد | میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

پیشکش اور انکار | شیخ عبداللہ راوی ہیں کہ تحصیل تونسہ کے بڑے زمیندار علم دوست اشخاص نے

پیداوار کی معقول پیشکش پر آپ کی خدمت حاصل کرنے پر اصرار کیا۔ مثلاً کریم والا

خان ولد کوڑو جانی متوفی ۱۹۱۲ء جب آپ نے وہو این تقریر کی تو بڑے متاثر ہوئے اور آپ کو اپنے

پاس درس میں دعوت دی۔ ایسے ہی فقیر سلطان احمد ولد متوفی ۱۹۱۲ء نے اپنے مقام مورچنگی

کے لئے درخواست کی۔

”مولانا نے کہا یہ میں نے علم بیچنے کے لئے تمام عرضائع نہیں کی۔ سادہ محنت و مشقت اور

خودی دودن کی آرام طلبی پر قربان کر ڈالوں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔“

من دلق خود باطلس شاہان نمی دم | من فقر خود بملک سلیمان نمی خرم

از رخ فکرم غم گنجی کہ داشتم | از ابراحت شاہان نمی دہم

مولانا صاحب عزیمت بزرگ تھے۔ مراتب میں وہ اس مقام سے فائز المرام

درجہ احسان | تھے جسے حدیث جبرائیل علیہ السلام میں درجہ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں تیرا حال یہ ہوگویا

تو اسے دیکھ رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّ مِثْلٍ الطَّيِّبَاتِ دَاغِلًا
صالحاً ۵ سورة مومنون رکوع ۴
کام کرو۔

حکم احکام کی بجا آوری اور تابعداری کے آداب حرکات و سکنات، کھانے پینے کی توجہ کاثرہ ہیں۔ کسب معاش کے سبب طہارت اور لباس ستر حاصل ہوتا ہے جس کے بغیر افضل ترین عبادت نماز ادا نہیں ہو سکتی۔

اسلام کے سچے وفادار زہد اور ترک دنیا اس امت کے مسیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب یہ پوچھا گیا ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل کونسا ہے فرمایا نماز اور کھانا۔ سائل نے پت کتب سے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

لَوْلَا الْخُبْرُ مَا عُبِدَ اللَّهُ - (المیسوطلام النخعی ص ۲۸۵) اگر روٹی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کی جاسکتی۔
مولانا فقیر گھرانے میں پیدا ہوئے سادگی ورثہ میں پائی۔ عیش و آرام نام کو نہیں تھا بچپن میں والی بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھا تو اساتذہ کی خدمت میں منتقل ہو گئے۔ لہذا شروع سے جہاد کش اور خدمت گزار جسم و جان ملا تھا اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی نعمت ہے جسے عطا ہوا اس سے تمام مشکل راہیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور ناممکن ممکن ہو جاتی ہیں۔

مشکل ز تو حسبہ تو آسان آسان ز تعبت فل تو مشکل

علم طب میں آپ کو خاص توفیق اور عالی مرتبہ حاصل تھا عموماً کشتہ جات سے علاج کرتے تھے ہندؤں کے حاذق حکیموں نے طب میں آپ کی شاگردی کی اور اس شاگردی کے طفیل آپ سے عربی پڑھی اور اسلام کی طرف راغب ہوئے۔

علماء متقدمین کا یہ عام معروف طریقہ چلا آ رہا تھا کہ وہ علم دین کے ساتھ یونانی علم طب بھی بڑی جانفشانی سے حاصل کرتے جو اس وقت معروف طریق علاج تھا اور کسی نہ کسی بہتر سے کمال پیدا کر لیتے تھے تاکہ ان علوم و فنون کی سیہ کو رزق حلال کا ذریعہ بنایا جاسکے۔ علم شرع کو واحد رضائے الہی کے لئے مختص کیا جائے اور استغنا کی بدولت اپنے دین و ایمان کا تحفظ کیا جاسکے مولانا تو اس

سلسلے میں بہت آگے نکل چکے تھے گو دوائی کے کبھی معمولی پیسے لے لیا کرتے لیکن آپ نے طب کو کمائی کا ذریعہ ہرگز نہیں بنایا بلکہ قوم اور علاقے کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ کسب معاش تو درکنار وہ تو کسی سے ہدیہ لینے کے روادار بھی نہ تھے۔ ہدایا کو از دیا و محبت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن حق کے بیباک تر جان اور قاضی جب ان چیزوں کو اپنے لئے حاجب سمجھے تو اسے اختیار حاصل ہے ہماری علوی طبائع تحفہ تحائف کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتی ہیں۔ اس سے داد و دہش کا راستہ نکل آتا ہے اور بعض دفعہ فرائض منصبی سے تکاسل بھی۔ اس لئے ہمارے اسلاف نے تحفہ کو کبھی اولیت نہیں دی۔ جصاصی کہتے ہیں میں نے امام احمدؒ سے کہا: چار قسم کے درہم ہیں۔ درہم تجارت گندم، درہم تحفہ احباب، درہم اجرت، درہم پیداوار۔ تو آپ نے فرمایا اَجْبَاهَا اِلٰی مَنْ تَبَجَّاهُ بِسَرَّةٍ میرے ہاں پسندیدہ تو درہم تجارت گندم ہے۔ وَ اَكْرَهُهَا عِنْدِي الَّذِي مِنْ مِلَّةِ الْاِخْوَانِ۔ اور نا پسندیدہ وہ درہم ہے جو صلہ احباب سے ہے۔

ہمارے اور ہمارے اسلاف کے مابین یہی فرق ہے کہ وہ جامعیت **طب میں کمال** کے مالک تھے ان کے ذریعہ علم و فن کو ترقی ملی بلکہ وہی ان کے بقا و کمال کے ضامن تھے۔ ہمارے یہاں معاملہ برعکس ہے علوم عصریہ میں طب کو فوقیت حاصل ہے یہ علم ابدان ہے اس کا سیکھنا اور سکھانا شرعی اور انسانی فرض کفایہ ہے۔ الحمد للہ کہ مولانا اس فن میں صفت اول کے لوگوں میں تھے اس فن میں کمال کے باعث خلق خدا کو ان سے نفع پہنچا اور کتنی جانیں تلف ہونے سے بچ گئیں۔

آپ کے خالہ زاد بھائی شیخ عبداللہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ”مجھ پر بیماری کا خوفناک **حکایت** حملہ ہمارے والد اور والدہ گھبرا گئے۔ مجھے مردہ سمجھ کر میری ڈاڑھی اور سر باندھ دیا۔ اللہ اللہ کر رہے تھے اعزہ و اقارب جمع ہو گئے۔ انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ مولانا کو اطلاع ہوئی وہ کنوئیں پر تھے تشریف لائے، ہاتھ اور پاؤں کی نبض دیکھی فرمایا پیٹ کھول دو۔ زندہ ہے مرا نہیں۔ اسے موت کا خیال زور پکڑ گیا۔ ایک شخص کو بھیجا کہ میرے کنوئیں سے دوائی لاؤ۔ کہا دوائی لگھاسے

رہو اور پیشانی پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے پلایا گرمی کا موسم تھا، چند گھنٹوں بعد مجھے ہوش آگیا فرماتے تھے کہ میں ساری باتیں سن رہا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا، خدا تعالیٰ کی قدرت مولانا تو تھوڑی مدت بعد وفات پا گئے اور شیخ موصوف تقریباً چالیس سال زندہ رہے۔ شیخ سعدی کی کہانی نے ایک بار پھر جنم لیا۔ فرماتے ہیں۔

و دانا بسعی از اجل جان ببرد نہ ناداں بس ساز خوردن ببرد
تضاراً طبیب اندراں شب ببرد چہل سال ازیں رفت زندہ است کرد

وطن واپس آکر اپنے آبائی کنوئیں بھنگڑ والا جو لڑھکی جڑی سے جنوب مغرب کاشتکاری میں ایک فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے کو آباد کیا، زندگی کے چند مستعاروں گزارنے کے لئے اسی کنوئیں کو اپنا مسکن بنالیا، زمیندارہ آبائی پٹے ریل چلانے کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا، اس کام سے جو فارغ وقت ہوتا وہ مطالعہ کتب میں لگا دیتے۔ القصہ کفایت اور قناعت کا تاج پہن کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو بیٹھے۔ قال الامام احمدؒ

فَتَلِيْلُ الْمَالِ تَصْلِحُهُ فَيَبْقَى . وَلَا يَبْقَى الْكَثِيْرُ مَعَ الْفُسَادِ

تھوڑی آمدنی کی اصلاح کر لیا تو بچ رہے گی، خرابی (اسراف) کے ساتھ تو زیادہ آمدنی بھی نہ بچ سکے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے امام السنۃ امام احمد حنبلؒ کے حالات میں لکھا ہے۔

”امام موصوف کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ اپنے مکان کی زمین میں تھوڑی سی کاشت کر لیتے اور اسی

کے حاصل پر قانع رہتے۔ زراعت کی زکوٰۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں ان کا عمل حضرت عمرؓ کے

فرمان خلافت پر تھا جو انہوں نے ارض سواد عراق کی نسبت نافذ فرمایا تھا، علیٰ کل حبیب درہم حبیب

و تحفیزاً غور کرو یہ حال علمائے سلف کا تھا اور جو حال آج علمائے دنیا کی دنیا پرستوں کا ہو رہا ہے وہ

معلوم ہے، يَا مَلَكُوتُ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (تذکرہ صفحہ ۱۵۲)

ظاہر ہے کہ مولانا نے کاشتکاری کو کسب معاش کا ایک بہانہ بنا لیا تھا اور نہ بخر

احتیاط اور ورع | زمین جو رو دو کو ہی کے بہاؤ میں ہو سا ہا سال قحط سالی کا دور دورہ ہو، جہاں

بیلوں کا گھاس اور جنبی کا بیج ملنا مشکل ہو وہاں گزراوقات کیسے ہو سکتی ہے

بائیں ہمہ آپ پر بہت ایسے وقت آئے کہ کئی روز فاقے سے گزرتے کریر درخت کے پھل کھاتے

مگر حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔

آپ کی پرہیزگاری اور احتیاط کا ایک ضرب المثل اور خاص وعام میں ایک مشہور

مشہور واقعہ | واقعہ اپنی تنگی کے ایام میں آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک دفعہ ہاتھوں کا ساگ

پکایا۔ آپ نے دریافت کیا۔

مولانا۔ امی جان آج کیا پکایا؟

والدہ۔ بیٹا ہاتھوں کا ساگ

مولانا۔ کہاں سے لیا؟

والدہ۔ کنویں کے پانی کی بہاؤ کی ندی سے۔

مولانا۔ ہماری ندی میں تو ہاتھوں ہے ہی نہیں۔ پھر کہاں سے لیا؟

والدہ۔ مزارعان کی ندی سے۔

مولانا۔ مزارعان سے اجازت لی تھی؟

والدہ۔ ان کی کیا اجازت یہ تو ندی میں خود بخود آگیا ہے۔

مولانا۔ ان کے بیلوں نے کیا ندی کا پانی نہیں کھینچا۔ وہی پانی اس ندی سے نہیں گزرا

دوسری خشک ندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس ندی میں ہاتھوں نہیں آگیا

میرا خیال تو یہ ہے کہ ہنڈیا لٹ دو۔

والدہ۔ آپ کا خیال ہے تو میں کیا انکار کر سکتی ہوں۔

چنانچہ مولانا نے ہنڈیا کو لٹ دیا۔

ۛ مقبول ایسے ہوتے ہیں قبولیت اسے کہتے ہیں۔

صبح کو اٹھتے تو مزارِ ارحام کی گچھ کے درخت کے سر جو مولانا کے قریبی کھیت میں گر پڑتے جن جن کزان کے کھیت میں ڈال دیتے۔ آپ بعینہ اس حدیث شریف کا نمونہ تھے جس میں ارشاد ہے
 نَعْمَ مَا سِرُّيْكَ اِلٰى مَا لَا سِرُّيْكَ جُوْزِ تَحْتِ شَكِّ وَشَبْهِ مِیْنِ مَبْتَلَا كَرَّ اَسَے چھوڑ کر۔ وہ پیر اختیار کرو جو شک و شبہ سے بالا ہو۔

واقعہ | محترم حاجی چاندن مرحوم ولد یارو خان گورمانی متوفی ۱۹۴۲ء نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے بھائی بیمار تھے۔ دریافت حال کے لئے میں آپ کو چاہ گوگن والا پر بلائے گیا واپس جب راستے میں آرہے تھے آپ کا رقبہ اراضی آیا لکڑیاں چننے لگ گئے۔ میں بھی دوڑائی لینے کی غرض سے آپ کے ساتھ تھا میں نے لکڑیاں چننا شروع کر دیں۔ آپ نے مجھے ہر چند کہا کہ میرے لئے لکڑیاں نہ چنیں میں باز نہ آیا۔ آپ کی اراضی سے اور دیگر اراضی سے لکڑیوں کی گٹھ بنائی جب ہم کنوئیں پر پہنچے تو فرمایا اگر آئندہ پھر بلانے کا طے ہے تو میرے لئے یہاں لکڑیاں نہ ڈالنا۔ میں نے درائی لی اور لکڑیاں اٹھائے ہوئے بستی میں آکر دے دیں۔

وہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ دنیا اور دنیا داروں کو خاطر میں نہ لاتے
استغفار اور بے نیازی | تھے۔ تھوڑے وقت میں وہ دلوں کے حاکم بن گئے استقامت کے پہاڑ اور کرامات کے شہسوار، فقر و فاقہ پر مفتخر، سرور و شادمانی میں مست الست، فکر تھا تو دین بنی کا، پریشان اور مضطرب تھے تو قوم کے حال پر، حرص تھا تو یہی کہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اپنے تنازعات اور راہ و رسم میں شریعت مقدسہ کو اپنا فیصل قرار دیں اور آپس میں مل کر خدا کی رسی کو مضبوط تھام لیں۔ مرد مومن کے لئے اس دنیا میں آرام کہاں، اس کے دل مضطرب کے حق میں یہی قلق و اضطراب موجب راحت و سکون ہے۔ اس دھن میں زندگی بسر کی اور یہی حسرت ہے کہ اس دنیا سے چل بسے۔ اب آپ کے چند واقعات سے عبرت حاصل کیجئے۔

واقعہ | آپ کی معاش اور بے سوالی کا حال سب کو معلوم تھا رمضان المبارک میں بطور صلہ سردار خان مرحوم نے چند سیرگندم آپ کے گھر بھجوا دی آپ جب گھر آئے

اور معلوم کیا تو جلدی واپس کر دی کہ ابھی تو میں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے یہ لوگ اس کام کو شروع ہی میں روکنا چاہتے ہیں۔

غلام حسن خان ولد علی خان بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی والدہ ماجدہ نے واقعہ کہا آپ کہیں اپنی ملازمت اور ملائیت کا سلسلہ شروع کر لیں۔ معاشی تنگی حد سے بڑھ گئی ہے آپ نے کہا میں تو دین کا کام کرنا چاہتا ہوں آپ دنیا کا کہتی ہیں جوش میں آگئے اور اپنے ہاتھ کی لالٹھی دیوار پر دے ماری۔ لالٹھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو اس دیوار سے بھی خزانہ نکل آئے خدا کی قسم دنیا تو میرے قدموں میں ہے۔

آنکس کہ ترا بجواست جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خان ماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ ہو تو ہر دو جہاں را چہ کند

آپ کی والدہ ماجدہ قدیمہ طرز پر آپ کو نصیحت کرتیں کہ بچہ آپ کی باتوں والدہ کی نصیحت سے لوگ ناراض ہوتے ہیں ایسا نہیں چاہیے۔ الزام آپ فرماتے کہ اچھا

امی جان مجھے لکھ دو کہ تجھے میرا کہنا ماننے پر اگر گناہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کو میں جواب دوں گی۔ اس پر فرماتیں اچھا میرے بچے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

آپ کنوئیں پر بہتے دوستوں کی آمد و رفت دیکھتی تھی آپ سے محبت کی وجہ سے تحفہ تحفے آتے تو قبول فرمایا کرتے لیکن کبھی رد بھی کر دیتے تھے۔ غلام حیدر

ولد غلام علی خاں کا بیان ہے کہ عبداللہ ولد اللہ داد خان المتوفی ۱۹۰۰ء آپ کی خدمت میں بہت سی سٹھائی لے آئے۔ فرمایا بھائی تو نے اسراف کیا ہے اسی لئے میں یہ نہیں لیتا اس کا لینا درست نہیں ہے۔ اس طرح ایک دفعہ غلام محمد خاں ولد گولا خاں المتوفی ۱۳۷۶ھ کا یہ بھی قبول نہیں کیا اور کہا اگر مجھے راضی کرتے ہو تو میری باتوں پر عمل کرو۔

سبحان اللہ کیا ہی حسین و جمیل اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے آپ کا تذکرہ ابھی تک تازہ و تابندہ ہے یہ

تو دنیا میں اعمال کی جزا ہوئی و لا جبر الاخرۃ اکبر رآخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے

علامہ ابن الجوزیؒ اپنے روزنامے میں امام احمد رحمہ اللہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ولما أليس الإمام أحمد بن حنبل نفسه من

قبول الهدايا والصلوات اجمع هتفه و

حين ذكره - (صيد الخاطر ص ۲۴۹)

خود امام احمدؒ سے منقول ہے۔

إِنَّهَا هُوَ طَعَامٌ وَفَنَ طَعَامٌ وَلِبَاسٌ

وَفَنَ لِبَاسٌ وَإِنَّهَا أَيَّامٌ وَفَنَ لِبَاسٌ

(صيد الخاطر ص ۲۴۹)

بقدر کفایت کھانا عام کھانے سے کم اور بقدر کفایت

لباس عام لباس سے سادہ دنیا میں ابتلاؤں آنکش

کے یہ چند دن ہیں۔

امام موصوفیؒ نے بار بار بادشاہوں کے تحفہ ستائش کی پیشکش رد کر دی وقت گزر جانے

کے بعد اپنی اولاد سے فرمایا لَوْ كُنَّا قَبْلَنَا هَاكَانَتْ قَدْ خَبِثَتْ ص ۳۴۱ اگر ہم ان کو قبول کر لیتے

تو یہ کب کے ختم ہو گئے ہوتے۔

باب ۱ مولانا رسوم کی آمد سے پہلے رواج عام اور دیگر رسوم

۱۔ ذات پات پر فخر و در اور خوف خدا سے بے پرواہ، خدا اور رسول کی محبت کی بجائے دین کے دشمنوں سے محبت، ان کی خیر خواہی، خدا کے حکموں سے نادانیت، دنیا کی حرص میں گرفتار نہ خود علم سیکھا ورنہ اولاد کو سکھایا۔ روزی کمانے میں مست، علم کے لئے فرصت نہیں۔ بھلا ملا لوگوں کی باتوں پر کون پورا اثر کرتا ہے تو قوم کے مہذب طبقہ کے جذبات تھے

۲۔ قوم کے ذمی اقتدار نماز روزہ اور زکوٰۃ کے تارک لیکن قومی رسوم اور انگریزی رواج کے پابند اگر ان کا کوئی مرجع تھا تو بلاروک ٹوک و خیفہ خوران کا جازہ پڑھانے کو تیار ہو جاتا۔

۳۔ ان میں سے بعض نے رواج یعنی انگریزی قانون وراثت کو رائج کیا۔ دوسروں نے اسے قبول کیا اور تیسرے طبقے نے اس کی پابندی کی۔ حالانکہ خرید و فروخت، شفعہ اور میراث میں قومی عہد داروں کو یہ اختیار دیا گیا تھا جو اس باب میں متفقہ طور پر جس قانون کی وہ سفارش کریں گے وہ منظور کر لیا جائیگا لیکن انہوں نے اسلامی قانون کی بجائے رواج کو پسند کیا۔ برطانیہ حکومت کی خیر خواہی کی اور اپنی عزت اسی میں سمجھی۔ عبادت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ جس میں حکومت کا دخل نہیں ہے خود مختار اور آزاد تھے ان میں بھی صفر کے برابر تھے۔

۴۔ ان کے علاوہ شادی بیاہ کی رسمیں تھیں اگر انہیں ترک کر دیا تو گویا بوجھل اور خانگی برباد ہو جانے کی ہمارے آئینہ خاک میں مل جائے گی خواہ کچھ ہوا ان کی پابندی لازم ہے ہمسرہ کی تلاش، جہیز کی تیاری اور خانگی کی سرپرستی کے طور پر جوان لڑکیاں گھر میں بیٹھائے رکھنا اور کسی کو نکاح کر کے نہ دینا حالانکہ قرآن مجید میں اس کا حکم ہے اور حدیث پاک میں سخت تاکید۔

پھر نقدی اور فخریہ بائیں ہمارا قومی حق ہے حالانکہ قرآن کی رو سے یہ اکل باطل ہے فقہاء کرام نے غلطی سے پیشگی مال لینے کو رشوت کہا ہے۔ بوجھل کی یہ ادنیٰ سی جھلک تھی ایسی خرافات اور بے راہ روی کا نتیجہ دیوثیت کی شکل میں ہم نکلا کہ ماں باپ کی مرضی کے بغیر لڑکیوں نے جسے چاہا اپنا لیا۔

اس وقت انہیں تنگ و عار کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بھونٹی عزت کام نہ آئی۔ حدیث میں ہے دیوت پر جنت حرام ہے۔ اب لگے کہنے کہ اگر ہم شرع شریف پر چلتے ہیں تو ایسی عورتوں کو میراث دینا پڑتی ہے دوسری بھی یہی روش اختیار کریں گی۔

۵۔ شرع کے خلاف رواج اپنانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن عورتوں کی خود مختاری کا اس پھر بھی نہ ہوا۔ عزت و ناظمہ کا قاعدہ گھڑ کر پولیٹیکل قوانین میں درج کیا کہ ہیں بہک عزت کے بدلے تاوان لٹا چاہیے۔ یک نہ شد و رشد۔ قانون وراثت کو چھوڑا تو بیع بھڑہ یعنی آزاد عورت کو فروخت کر کے مجبور ہوئے۔ جو باجماع امت حرام ہے۔ اسے جائز سمجھنے والا کافر ہے۔

۶۔ اس قسم کے بہت سے مقدمات دفتروں میں زیر سماعت تھے جن سے قوم کے دل مک گئے۔ صفائی قلوب ناپید کیونکہ دل عتاب خداوندی کا مورد بن گئے۔ نافرمانی اور کفر کا منبع ان حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا اپنے رسالہ استحکام میں فرماتے ہیں۔

”اے پابندان رواج و رسومات و عہدہ داران قومی تبار اور بلوچاں و خانان قوی الاقدار! سے ڈرو۔ یہ فخر و عزت و غرور قومی کب تک رہے گا اور دنیا تا چند روز، نقارا اجل سر پر بجے اور ملک الموت تمہیں جھانک رہا ہے۔ قبر پاہنخ وقت پکارتی ہے اور فرشتہ جو کل نادمنہ میں رکھے ہوئے کان دھ رہا ہے۔ نذیر بعد نذیر تمہیں ڈرا رہے ہیں۔ آیات و علامات یکے بعد دیگرے فنا و جزا کی خبر تیار ہیں۔ آپ غفلت کے پردہ میں فخر و عزت کی جستجو میں عمر عزیز برباد کر رہے ہیں حالانکہ یہ فخر و عزت ہر صوبہ میں فی الحقیقت خیالی پلاؤ اور مشعبد کے درخت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔“

می خزند روزگار میگردد عسر بر سفاهت و بر زیاں کاری ما بدو چگی اور خانگی موت کے بعد باقی نہیں رہے گی۔

فرق شاہی و بندگی برخاست چون قضائی نشہ آمد پیش تالش اگر خاک مردہ باز کنند نشانی تو نگراں درویش توجہ کیجئے اگر بالفرض و المحال آپ کے حسب منشا آپ کو عزت و بادشاہی بھی مل جائے

تو اگر بڑھ کر تیری عمر نے وفا کی تو سو ڈیڑھ سو برس تک پہنچے گی۔ قیامت کا دن جو محض حساب کے لئے بنایا گیا ہے سچاس ہزار سال کا ہو گا۔ اب سو ڈیڑھ سو برس کی عزت کو سچاس ہزار سال کی ذلت سے کیا نسبت؟ دوزخ کا تو پچھنا کیا جس میں ابد الابد ذلت پھیلنا پڑے گی۔ اس جگہ نہ بلو چکی و خانگی کام آئے گی نہ یہ عہد داری و حکومت بچوائے گی۔ بلکہ وہ ہر عزت جو خدا کی نافرمانی کا موجب ہے اور ہر عہدہ داری و حکومت کہ جو رسول اللہ کے غضب کا سبب ہے اس دن ان کے حق میں رنج و بلا ہے۔

۷۔ سود کے کئی ایک شعبے ہیں قوم میں گو صریح سود کا پتہ نہیں چلتا مگر کاشتکاری کی بعض صورتوں میں اس کا رواج تھا۔ مثلاً لٹھ بندی پر قرضہ لینا اور لٹھ کی شرط پر مزارعت کرنا وغیرہ۔

۸۔ عورتوں کی پردے داری نام کو نہیں تھی۔ پہلے بجائے خود ستر عورت بھی نہیں رہتا تھا مولانا فرماتے ہیں "بھلا مرد تو پوچھ پچائی تک قیص و پیرا بن نہیں۔ لیکن مستورات بازو کبھے ہوئے پہنواؤں کی طرح نظر آئیں یہ ایک طرہ خانگی ہے۔"

۹۔ گانا بجانا لونڈیوں کا کام تھا آزاد عورتیں اس کے ارد گرد نہیں پھرتی تھیں لیکن اس قوم کے نزدیک کوئی خوشی آزاد عورتوں کے گانے بجانے کے بغیر لوری نہیں ہو سکتی بلکہ عورتیں بازار سے سودا سلفے لے کر آتی ہیں تو یہ اس کو برا نہیں سمجھتے۔ بھلا خدا تو عورت کی صفت میں کوئی انحصار غیور مہربان فرماتے ہیں اور ہمارے یہاں بات برعکس ہے۔

۱۰۔ بدعات کا رد و دورہ محتاج جن چیزوں کو ثواب سمجھ کے کیا جاتا تھا وہ اپنی صورت پر باقی نہ رہیں۔ ہر بات میں رسم گھس گئی۔

مولانا فرماتے ہیں ایصال ثواب میں تیجا، ساتواں بچا لیسواں، سالینہ، اولیا، اللہ کے مزارات پر چڑھاوے، جنات کی حاضری کے لئے عورتوں کے سامنے اجنبیوں کا رقص کرنا یا عورتوں سے رقص کرنا یہ افعال کلہم نا جائز اور شرع میں ممنوع ہیں۔ ایسے مواضع میں کھانا بھی منع ہے۔

۱۱۔ سلام زبان سے کہنے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی بجائے ہاتھ سے اشارہ کرنا۔

۱۲۔ ڈاڑھی قبضہ تک رکھنا باجماع امت ثابت ہے۔ لیکن ڈاڑھی رکھنے والے پر منہسی اڑائی جاتی

ہے اور اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈاڑھی کے
مستقل فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ قَدْرًا رَّانِيْ اللّٰہ میرا وقار بڑھا دے۔

فقہائے کرام نے کہا ہے ڈاڑھی منڈانا بھی رسم اور محنت مردوں کا فعل ہے۔

۱۳۔ قوم میں ریاکاری، شہرت طلبی اور منافقت ایسی چھا گئی ہے بقول مولانا جس سے کسی فرد کا بچنا اس زمانہ
میں مشکل ہو گیا ہے۔ فقط۔

یہ تھے وہ حالات جن کا خلاصہ ہم نے آپ کی کتاب استحکام سے نقل کیا ہے۔

آپ نے ان خرافات اور بے ہودہ خیالات کے خلاف جہاد کیا اور صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش

کرتے رہے تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

مَا كَانَ قَيْسٌ هَٰكُلَهُ هَلَاكٌ وَاحِدٌ وَكَانَتْهُ بَيَانٌ لِّقَوْمٍ تَحَدُّ مَا

رواجیوں نے رواج کی کج باقی رکھنے میں اپنی خیر سمجھی۔ کفر و شرک کی طرح رواج

غضب میراث کی لعنت بھی مشکل سے چھوٹی ہے۔ رواج میں مستزادات یہ ہے کہ اس میں

کچھ ملتا ہے۔ باپ و داد کی جائیداد سمٹ کر بیٹوں کے ہاتھ آتی ہے حیرت تو اس پر کہ چور اور ڈاکو تو دنیا میں بڑا کام

ہوتے ہیں۔ سودی معاشرے میں بھی سود کھانے والا اپنے کو بڑا سمجھتا ہے لیکن رواجی اپنے اس عمل کو معیوب

نہیں سمجھتے کہتے ہیں ہمارے آباؤ اجداد کی زمین ہے ہم نے کسی سے غضب تو نہیں کی۔ کہیں باہر سے تو نہیں

دلی۔ دنیا ان کو نازی اور حاجی کہتی ہے حالانکہ انہوں نے خدا کی حدود کو توڑا، اسلام میں مہندوانہ اور ظالمانہ

قانون ایجاد کیا۔ پھر باپ کے مرنے کے بعد ستم کا آغاز خود ماں جنت نشاں سے کیا۔ رحم و کرم اور پدارتھقت

کی بجائے بہنوں کو تختہ مشق بنایا درندگی کی اس سے زیادہ دنیا میں اور کوئی مثال بھی مل سکتی ہے۔ پھر اپنی اہل

حرام خوری کے کئی بہانے بناتے ہیں۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

کہتے ہیں ہمارے بڑوں نے اپنی جائیداد تقسیم نہیں کی۔ ہم کیوں کسی کو کچھ دیں۔ کبھی کہتے ہیں ہم نے اپنی

بہنوں اور بیٹیوں کو زیور اور ہر طرح کا سامان دیا ہے جو ان کے حقوق سے بھی زیادہ ہے کبھی یہ کہ وہ بخوشی

دل ہم سے اپنا حق لیتا نہیں چاہتیں ورنہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔

باپ کے مرنے پر جب خطرہ ہوگا کہ کہیں بہنیں جائیداد کا دعویٰ نہ کریں تو کہتے ہیں ہم زندگی بھر آپ کی خدمت کرتے رہیں گے۔

جو خدا ناترس یوم آخرت میں خدائے ذوالجلال کی پیشی کو سچے بیٹھے ہیں وہ ان وعدوں کا کیا پاس رکھتے ہیں۔ مار آتیں کی طرح جائیداد پر قابض ہونے کے بعد یہ بد عہد سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ رواج پذیر می اور شرعی حق کو دبانے کے سوا ان عذرات میں کچھ اور حقانیت بھی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں نے باپ دادا کے پرانے کفر کی چادر ابھی تک نہیں اتار چسکی ورنہ اسلام تو اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو بھاند کر پھر کفر اختیار کیا جائے۔ بھائیوں اور بیٹوں کی شادی بیاہ میں یہ خرچ اخراجات نہیں ہوتے؟ کیا کبھی کوئی بھائی بھی کسی بھائی کے حق میں کسی قیمت پر اپنے حق سے دستبردار ہوا ہے؟ یا صرف بے بس اور ناتواں مخلوق کے لئے کفر کی اس لعنت کو روار کھا جا رہا ہے اس سے زیادہ جہاں ساز حیلہ باز لوگوں کی سنئے یہ نامی بیان کرا کے خوش ہو جاتے ہیں کہ بخشش ہوگئی اور اسے حقیقتاً غیر منقولہ جائیداد کا بہ تصور کر بیٹھتے ہیں حالانکہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ قابل تمت چیز کا بہ تقسیم کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

لَا تَعْلَمُ حَبِئَةُ الْمُنَافِقِ غَيْرَ الْمَقْسُومِ إِنْ الْقَبْضُ
ضُرُورِيٌّ هِيَ جَبْ كَ حِزْ كُ الْاَلْكَ نَ كُ رَ لَ ا جَا لَ ا س
وَقْتُ تَمَكُّ قَبْضٍ تَامٍ نَحْنُ هُوتَا۔
(بدایۃ المجتہد) ۲۰۹

ناوان بکار خود ہشیار اسے قانونی سمجھندے بروئے کار لاتے ہیں کہ مسئلے کی زد سے بچ جائیں اور مطلب بھی پورا ہوا اپنے طور پر خفیہ بہنوں کے نام زمین لگوا لیتے ہیں پھر عرصہ دراز کے بعد دوبارہ جلی بیان کرا کے اپنے نام بہہ کرا لیتے ہیں۔ مچلیوں کو ہفتے کے دن گڑھے میں بھنسا کر آوار کے دن شکار کرنے کی یہودی تاویل سے یہ حیلہ کیا کچھ کم ہے؟ الامان والحفیظ

نیز مسد کی رو سے قرض وغیرہ جو قرض دینے والے کے ذمہ ہوتا ہے معاف کرنے سے مقروض بری الذمہ ہو جاتا ہے اور جائیداد کا حق معافی کے باوجود معاف نہیں ہوتا۔

اس سے بری الذمہ ہونے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لہذا وارثوں کے معاف کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حموی کی الاشباہ والنظائر میں ہے وَلَوْ قَالَ الْوَارِثُ تَرَكَتُ حَقِّي لَمْ يَبْطُلْ حَقُّهُ اِذَا لَمْ يَنْبَطِلْ بِالْتَّرَكِّ قَالَ الْحَمَوِيُّ فِي تَرْجِيهِ لَوَمَا تَعْنِي ابْتِثْنَيْنِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا تَرَكَتُ نَصِيْبِي مِنَ الْمِيْرَاثِ لَمْ يَبْطُلْ لِذَلِكَ لَا زِمَ لَا يَبْطُلُ بِالْتَّرَكِّ بَلْ اِنْ كَانَ فَلَا بَدَّ مِنْ التَّمْلِيْكِ وَاِنْ كَانَ دَيْنًا فَلَا بَدَّ مِنَ الْاِبْرَاءِ ص ۳۹۵ اگر کوئی وارث کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہوگا کیونکہ یہ ملک ہے چھوڑ دینے سے یہ حق باطل نہیں ہو سکتا امام حموی فرماتے ہیں کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ کر مرے ایک بیٹا کہے میں اپنا حصہ نہیں لیتا اس انکار سے یہ حق باطل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لازمی حق ہے چھوڑ دینے سے نہیں چھوٹتا بلکہ اس حصہ پر ضرور قبضہ کرنا پڑے گا۔ اگر حق دین ہے تو وہ صرف ابراہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں جو بہن اپنے ورثہ کو بھائی کے لئے زبان سے معاف کر دیتی ہے۔ صرف زبان کے ساتھ کہہ دینے سے شرعاً معاف نہیں ہوتا کیونکہ ابراہ اخیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس میں مہر کی ضرورت ہے اور وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر اس جائیداد کا دعویٰ کرے تو وہ شرعاً اپنی ماں کا حصہ لے سکتے ہیں کیونکہ مہر کی شرائط اس میں موجود نہیں ہیں چنانچہ ہنوز وہ مشاع مشترک قابل تقسیم ہے۔ اگر شیر الطما مہر بھی کر دیا جائے مگر یہ یقینی بات ہے کہ بہن کا مہر کو دنیا دل سے نہیں ہوتا بلکہ ایسا مہر صرف رواج اور ملامت کے خوف سے ہوتا ہے اگر بہن حصہ وصول کر کے پورا قبضہ کر لے اور کچھ عرصہ اس کا فائدہ اور نفع بھی حاصل کرتی رہے اس کے بعد اگر وہ دے دے تو اس کو حقیقی دنیا کہتے ہیں۔

(دعوات عبدیت ص ۱۶۹)

عجب بالائے تعجب یہ ہے ادھر تو ان کا حق نہیں سمجھتے ادھر معاف کرانے کی فکر میں ہیں راجیوں سے عجیب عجیب حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ شیطان نے انہیں الٹے سیدھے بہت سبق

پڑھارکھے ہیں بعض تو زندگی میں اپنے بیٹوں کے نام جائیداد منتقل کر دیتے ہیں یا پھر مرتے ہوئے
اس تمنا کو مختلف سہکنڈوں سے بیٹوں کو محروم کر کے خدا کے حضور میں روسیاء پیش ہوتے ہیں۔
بڑے میاں کی اولاد بھی کچھ کم فہم ثابت نہیں ہوتی رہی کسریہ پوری کر دیتے ہیں اہل کیشن
اور سفید پوش درحقیقت سیاہ دل اور سیاہ کار لوگوں کی شہادت دلاتے ہیں کہ مرنے والے کے
مادیہ اولاد نہیں ہے یا یہ کہ وہ اہل پردہ میں حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔ وہ اپنا حق لینا نہیں
چاہتیں اگر اس سے بھی کام نہ چلے ہمیشہ گان 'مردے کی بیوہ اور میراث غصب کرنے والوں کی
پھوپھیاں عدالت میں رجوع کریں تو پھر صریح اور واضح کفر کی آرٹ لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس
نہیں کرتے شرم و حیا بلکہ ایمان و اسلام کو بالائے طاق رکھ کر یہ بیان داخل کرتے ہیں کہ قبل ازیں
ہماری اقوام فلاں فلاں رواج عام پر عمل پیرا ہے۔ ہماری اراضی شریعت پر تقسیم نہیں ہوا کرتی یا پھر
یہ فرق بتاتے ہیں کہ ہمارا مورث شرعی وراثت کے بل سے پہلے فوت ہو گیا ہے اور شرعی وراثت کا بل چند
ماہ بعد منظور ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مورثہ ۱۹۴۸ء میں پنجاب میں شرعی ضابطہ وراثت کلی طور پر بغیر
تفریق لقوام منظور ہو جانے کے بعد اپنی بیٹیوں کے بارے میں شریعت کا پاس کرتے ہیں۔ باپ کی بیٹیوں
اور اس کی آبرو بھی اپنی بہنوں اور ماں کے بارے میں وہی سابقہ رویہ ترک نہیں کرتے وہ در بدر پھر یہ
توان شریفوں کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ خدا کے بزرگ و برتر کا خوف۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے دھبہ گرفت اس کی ڈرا سکی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اسکا
سابقہ پیشہ وارانہ آبائی عادت کے مطابق اپنی بہنوں کو زبانی جمع خرچ پر راضی کر لیتے ہیں کہ ہمارے
نام سبہ کر لو ہم سے کسی چیز پر صلح کر لو مقصد یہ ہوتا ہے کہ فی الحال یہ خاموشی اختیار کریں اور عوام میں بھی
ہم سرخرو ہوں شرعی نقطہ نظر سے ہم پر کوئی حرف نہ آئے منقولہ چیز یا گھٹیا رقبہ اراضی لے لو
یا یہ کہ ہمارے باپ کی بجائے ہماری اپنی خرید کردہ اراضی کا رقبہ لے لو۔ افسوس۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ہاں باپ اور قرابت دار جو ترک چھوڑ جائیں اس

وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ فَصِيَبُ مِمَّا تَرَكَ
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْكُمْ نِصِيبًا
مَّفْرُوضًا

میں سے مردوں کا بھی حصہ ہے اور ماں باپ اور
قربت دار جو کچھ ترکہ چھوڑ جائیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ
اس میں سے عورتوں کا بھی حصہ ہے ہر ایک کا یہ حصہ

(سورۃ نساء پارہ ۴ رکوع ۱۲ آیت ۷) مقرر شدہ ہے

یعنی قلیل اور کثیر تھوڑے بہت سب مال میں اولاد لڑکے لڑکیاں شریک اور حصہ دار
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقرر اور معین فرلایا ہے لیکن یہ رواجی ماں باپ کی غیر منقولہ جائیداد
میں سے کچھ دینے پر راضی نہیں عجیب قسم کے چیلے تراشتے ہیں۔

اسی سوال پر کسی ماں نے کیا ہی خوب کہا تھا بیٹا جب تم مرد گے تو تمہاری اولادیں تمہاری
خرید کردہ اس ردی زمینوں کی مالک بنیں گی ہمیں یہ عطیہ منظور نہیں۔ ان حالات میں بہنیں بھی سمجھتی ہیں
کہ جائیداد کا پورا پورا حق ہے کہ ہم معاشرے میں بدنام ہوں گی۔ قانونی چارہ جوئی کی ہم میں طاقت نہیں
ہے پھر ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کے خلاف برادری میں سے مقدمات کی پیروی کرتے
والا بھی کوئی نہیں ہے۔ بدست غازی ہرچہ رسد جبراً صلح پر آمادہ ہو جاتی ہیں غور کریں کہ یہ بھی
صلح کہلاتی ہے جس میں صلح کرنے والا اور معاف کرنے والا مجبور اور مضطر ہوتا ہے فیا للعجب
ولبیعة الادب کچھ ماں بہنیں اپنا حساب کتاب اس دن پر چھوڑ دیتی ہیں جو دن ہماری گزشتہ زندگی سے
زیادہ قریب ہے جس میں مال کھانے والا زیادہ فقیر اور تنگ دست ہو گا۔ لینے والا امیر اور خوشحال ہو گا اس
دن برادران حقیقی کو پہچانے گا کہ باپ کی جائیداد اس طرح وصول کیا کرتے ہیں وصولی کا یہ طریقہ بھائیوں
کے حق میں اس وقت تو بہت خوش کن ہے لیکن اس وقت رسوا کن ہو گا۔

وَلَا تَكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَعْصُونَ عَلَى
الْعَامِّ السَّكِينِ دَقَّا كُلُّنَا الْوَارِثَاتِ أَكَلْنَا
رَبْعَ مِائَةِ الْمَالِ حَبَا جَمًّا ط

ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت کرتے ہو اور نہ
آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب
دیتے ہو اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور تم

سورۃ الفجر پارہ ۳ آیت ۱۰۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵

محکمہ قضا و شرعیہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے تجویز کردہ راہ جسے شریعت اور دین کہتے ہیں

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس کی پابندی اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأُمْرِ حَاتِبًا وَآدِلًا

پھر اسے پیغمبریم نے آپ کو دین کے ایک خاص

راستے پر قائم کر دیا سو آپ اسی راستے پر چلے جائے

تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلے جو صحیح علم سے بہرہ

اسی دین سے اسلام اور کفر کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں شوکت قوت اور غلبہ سے

دین باقی رہتا ہے یعنی دین کی حاکمیت ہو حاکم و محکوم اس کے فرمان کے تابع ہوں اس کا دوسرا نام

اسلام ہے۔ اہل اسلام عقائد و عبادات کی طرح اپنی معاشی و معاشرتی زندگی میں علاقائی ملکی خصوصاً

ذاتی معاملات اور تنازعات میں شریعت کو فیصل بنائیں۔ شریعت کو باقاعدہ دستور بنانا محکمہ قضا پر مشتمل

قائم کرنا اور ملک میں اس محکمہ کے احکام نافذ کرنا بندوں پر اس کی خالص حکمرانی کو قائم کرنا ہے اللہ

تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ اس کے تمام بندے اسلام کے ذریعے میری حکمرانی قبول کریں۔

شریعت کے نفاذ سے مسلمانوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا ہوتا ہے ان کے درمیان برتری

اور مقابلے کا جاہلانہ خیال مٹ جاتا ہے، ہمارے بعض وعناد اور تعصب مٹا کر سامنے آتا ہے۔

نفرت اور عداوت کی بجائے محبت و الفت پیدا ہوتی ہے۔ غلامی کی زنجیریں اور آبائی دین کے

طوق گردن سے ٹوٹ جاتے ہیں، سب مسلمان اسلام کی لڑی میں موتوں کی طرح مروئے جاتے ہیں۔

اہل حقوق کو حقوق مل جاتے ہیں اور جو دوسروں کے حقوق اسنے ماسر سے والیس رکھتے ہیں وہ انہ

ایمان کی سلامتی دل میں چین اور سکون محسوس کر کے سمجھتے ہیں ہم بارے نہیں ملکہ علتیہ ہیں۔ خدا تعالیٰ

کی قسم پوری ہو جاتی ہے جو اس نے اپنے مندوں کے ایمان پر اٹھائی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُخْلَقُوا مِثْلَ شَجَرٍ
سوقم سے اس کے کمر پر کھڑے ہو کر شجر کی مانند بن جائیں

وَمَنْ يَدْعُ إِلَى سُلْطَانٍ لَوْ سَمِعْتَهُ

بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَلْفِئَةِ حَرْبًا
مَّا قَضَيْتَ وَلَسْلَوْا سَلَامًا ۝

سورہ نسا اور کوع میں آیت ۶۵ پارہ ۵

والے اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب
تک یہ اپنے تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف
نہ بنائیں پھر جو آپ فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں

کوئی گرا فی محسوس نہ کریں اور پوری طرح آپ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔

اسلام ہر ہر فرد اپنے کو دوسرے کے برابر سمجھتا ہے۔ برابر حقوق کا مالک اور اسی نظام کے ذریعے مسلمانوں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اسی نظام شریعت کی برکت سے اہل اسلام ہمیشہ ترقی پزیر رہے اور غیروں کے مقابلے میں ایک مضبوط متحد بن کر ابھرتے ہیں۔ صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے کیوں نہ ہو یہ انقلابی دین ہے۔ مسلمانوں کو متحد اور دنیا میں کامیابی دلانے میں ہمیشہ یہی اختیار کیا گیا ہے۔ پھر یہ تحریک تو ہے نہیں کہ اس کے اطوار بدلتے رہیں بلکہ مذہب اور عقیدہ ہے جو غیر متبدل اور لازوال ہے مسلمان جب بھی دشمنوں پر غالب آئے اس کی بدولت۔ اور اگر ذلیل و رسوا ہوئے تو اس کو ترک کر کے، لادینی عقائد اور کفری تحریکات و تعزیرات کی وجہ سے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔ اسی نظام شریعت کی بدولت حدود اللہ نافذ ہوتی ہیں دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔ آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ زمین اپنی قوت کے مواد کام میں لاتی ہے تمام دنیا کے لئے رزق کے خزانے مفتوح ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک حد کا نفاذ درئے زمین پر عیالیں و بچے مسلسل موصول ہوا رہا۔ بادی سے بہتر ہے مومنین کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں خدا و رسول کی حکمرانی میں کبھی مخلص نہیں رہے وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر اس وادی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں ان کا مطمح نظر اول آخر یہی رہا ہے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا؟

اے اللہ! جس نے ہمیں امید میں بڑے پر تکلف ہو کر اِنَّا کُنَّا مَعَكُمْ رَاٰخِرُہم بھی آپ کے ساتھ
تھیں۔ اور اگر ہاتھ میں آئے ہوئے مال کے ضیاع کا ڈر ہو تو زبانِ حال سے کہیں

ہیں۔ مگر جاں طلبی مضائقہ نیست زرمی طلبی سخن درین است

اسلام اور کلمہ اسلام سے دور بھاگتے ہیں جھوٹی عدالتوں کے دروازے کھٹکتے

ہیں اور ان سے دادخواہ ہوتے ہیں اس میں بھی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ حجت جائیں۔ درحقیقت ان کے بیمار دل کا کوئی درماں نہیں ہے۔ ۸۔ زبردستی می کند دل را سیاه

اسلام میں مضطرب اور بے چین نظر آتے ہیں خدا و رسول سے ان کو انصاف کی توقع کم ہے ان کا نام اللہ و رسول کی زبان میں منافق ہے۔ کاش! اس زمانے کیلئے عمر ہوتے جو شخص خدا اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہوتا اس کا سر قلم کر کے کہتے۔

هَذَا قَضَائِي نَيْمٌ كَمْ مِيزُصٍ بِقَضَائِهِ مِيرَانِصِدْ ہر اس شخص کے متعلق یہی ہے جو خدا اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہوتا۔

سورۃ نساء کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے ناحق مال کھانے کی سخت ممانعت کی اس کے دوسرے رکوع میں وصیت کے عنوان سے ایک خاص بات کی تاکید فرمائی ہے بھی اولاد کے بارے میں ماں باپ، خاوند، بیوی اور بہن بھائیوں کے بارے میں، اجنبیوں کے بارے میں نہیں۔ آخر میں فرمایا حصص اور احکام اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

بَلِّغْ حُدُودَ اللَّهِ ذَمَّنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے نافرمانی کرے گا تو اس کو ایسے باغوں میں داخل کر دیا جائے گا جہاں سے نہ پھریں نہ پھریں ہوں گی یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر اصرار کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو تو بہن نہ عذاب ہو گا۔

سمان اللہ انعام کی بھی حد ہے۔ دنیا کی قحط زدہ، خشک بخر اور ویران زمینوں کے عرض

سدا سبز اور شاداب باغات نصیب ہوں۔

شکر نعمتائی تو چند انکہ نعمتہائی تو عذر تقصیرات ما چند انکہ تقصیرات ما

یہ تو رشک کی چیز تھی کہ منت سماجت کر کے بھی وارثوں کو حق دے دیا جاتا فرض ادا ہوتا اور جاں خلاصی دوسرے بہشت کی الاٹ منٹ بھی یہاں بیٹھے بھائے ہو جاتی۔ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ تجربہ بتا دے کہ میراث کے غاصب غصب کردہ مال زیادہ دیر پا نہیں کھا سکتے۔ ان کے مال میں اضافہ اور خیر و برکت نہیں ہوتی پھر وہ طرح طرح کے مصائب اور حوادث کا شکار ہوتے رہتے ہیں مقدمات برادری تنازعات، سرفراز زندگی اولاد کی آوارگی اور نافرمانی، تلواری، تنگدستی مال و متاع حتیٰ کہ غصب کردہ وراثت کو بیچ کر کھا جانا ماں بہنوں کے ساتھ بد عہدی اور ان کے ساتھ بوجہ تاؤ کرنے کے عوض ان کی بد دعا کی زد میں رہنا۔ صرف یہ نہیں بلکہ اپنی اور ان کی نسلوں کے مابین اشتقاق اور نفاق کا بیج بونا اور اچھوں کے حصہ میں آیا ہے ان کی زندگی خوشگوار نہیں رہتی۔ لایح اور ضد میں دنیا اور آخرت تباہ کر دیتے ہیں سُنْ مَشَاءُ رَ نَلِجْ بِہُمْ۔

پھر اس قسم کے ظلم کے اثرات صرف اپنی لوگوں میں محصور نہیں رہتے۔ بلکہ اس سے درندے پرندے اور مچھلیاں غرضیکہ ساری آبادی متاثر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے ”جباری پرندہ جو کئی دن کی مسافت طے کر کے بھی اپنے آشیانے کو سبزہ زار سے خالی نہیں رکھتا۔ قحط سالی کی نحوست کے اثر سے اتنی جھاکشی کے باوجود اپنے آشیانے میں بھوک اور پیاس سے سک کر مر جاتا ہے۔“ (موقوفہ اعلیٰ اجی حرمیرہ)

باب ۴ سعی و عمل

خاموشی کے چند سالے

سند فراغ کے بعد ہمارے اسلاف کو کسی نئی تجربہ گاہ میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں تھی ہر لحاظ سے کامل ہو کر مدرسہ سے نکلے تھے۔ فراغ کے وقت مولانا کی عمر پچیس سال تھی تخمیناً وہ بیک وقت عابد، زاہد، مجاہد، صوفی، مہک اور قاضی تھے۔ سامنے بھڑوں سے آزاد اور ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے کنوئیں پر ڈیرہ چالیا وہیں سے اپنے مقاصد کا آغاز کیا۔ زندگی کے بقیہ سات سالوں میں سے چھ سال کا عرصہ انفرادی دعوت میں صرف ہو گیا۔

عملی اقدام

وطن واپس پہنچتے ہی جو نمایاں کام آپ نے سرانجام دیا سو وہ یہ تھا۔ بھائی اور بہنیں فوت ہو چکی تھیں۔ بھانجے اور بھانجیاں زندہ تھیں، جائیداد کا شرعی انتقال ہوا یا ان کے نام زمین داخل خارج کرادی۔ ہر چندان کی طرف سے اصرار تھا کہ ہم نے اپنا حصہ بخش دیا ہے لیکن آپ نے ان کی ایک زمینی موقع پر گئے جریب کشی کر کے زمین کا حصہ کے مطابق الگ الگ نشان لگا دیا۔ اور فرمایا تمہارے حصہ سے میرا کوئی تعلق نہیں خواہ دیران پڑا ہے۔ میں اپنی قبر اڑ نہیں کرتا۔ یعنی کہیں قبر میں تمہارا حصہ میرے آڑے نہ آئے اس پر بس نہیں کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا حضرت آپ جنہیں حصہ ہے ہے وہ شرع کے حکم سے اپنی جائیداد کی تقسیم پسند نہیں کرتے تو ایسے لوگ کیونکر شرعی جائیداد لینے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا جواب جو بھی ہو مجھ سے تو میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ الحمد للہ میرے ذمہ سے تو بوجھ اتر گیا۔

چنین کر دینا راں زندگانی زکار افتادہ بشنوتا بدانی

اللہ اللہ کیا اونچا مقام تھا کس طرح بخش بخشش کے طلسم کا جادو توڑ دیا۔ دنیا دار اور حرص لوگ کیا کچھ نہیں کرتے جائیداد پر سانپ بن کر برا جان ہو جاتے ہیں۔ بیچاری ماں بہنیں تو ان کے ہاتھوں مجبور ہیں اگر باپ بھی قبر سے اٹھ کر آجائے تو ان کی آفت کا سماں بندھ جائے۔

انہیں وراثت کی خوشی میں اپنے باپ کی زندگی گوارا نہیں ہے۔

وہ کہ گر مردہ باز گردید سے
بہر اسے و قبیلہ و پیوند

رو میرا شست سحت تر بودی
وارثان را ز مرگ خویشاوند

کسی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس کو یہ مقام کیسے
بلند ہوا؟ ملاحظہ فرمائیے۔

کَانَ اِذَا اَحْرَسْتُ اَعْلَى النَّاسِ لَهُ اَوْ حِبِّ كِسِيَّ بَاتِ كَا حَكْمِ فَيْتَةٍ تَوَّابِ اس پر زيادہ عامل ہوتے۔
وَ اِذَا نَمِي عَنْ شَيْءٍ اَتَرَكَ النَّاسَ لَهُ اَوْ حِبِّ كِسِيَّ بَاتِ سَعِي لَوْ كَتَمْتُ تَوَّابِ اس سے زيادہ اجتناب کرتے۔
قَالَ وَلَمْ اَرَى اَحَدًا قَطُّ سَرِيَّةً نِزْ كَمَا مِیں نے آپ سے زيادہ کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کا اندرونی
شِبْهَ لِبَلَّاسِيَّةٍ وَ نِزِيرَةِ الْحَمْنِ (ابن الجوزي) حَال ظاہر حال کے موافق ہو۔

اسلام کسی وقت لائقِ تحقیر اور آپس میں نزاع کو طول دینے کے حق
محکمہ قضا اور حکم شرعی میں نہیں ہے اسی طرح کفر یا کافر حاکم یا کافرانہ نظام حکومت کے

تحت فیصلے کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں جب کہ حکومت وقت اسلام کے مطابق فیصلے کی پابندی نہ کرتی ہو تو اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنے درمیان روزمرہ جھگڑوں میں ایک مسلمان حکم (ثالث) مقرر کر لیں یا شرعی پنچایت قائم کریں اس امر پر اتفاق کے بعد حکم شرعی کا فیصلہ ناطق ہوگا اور ایک بااختیار عدالت کا فیصلہ سمجھا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اہل کتاب اپنے پیش آمدہ نزاع میں جو رجوع کرتے
اس حیثیت سے آپ ان کے حکم تھے۔ فَإِنْ حَكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (النساء) اگر آپ فیصلہ
کرنا قبول کریں تو پھر ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کریں۔

فقہاء کرام نے حکم شرعی کی ضرورت و اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ - وَإِذَا لَمْ يَكُنْ
مُسْلِمًا دَلَّاهُ يَجُوزُ التَّعَلُّدُ مِنْهُ كَمَا حَوَى فِي بَعْضِ بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ غَلَبَ عَلَيْهِمُ الْكُفَارُ وَاقْتَرَدُوا
الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَا لِي يُؤْخَذَ مِنْهُمْ يُجِبُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَّبِعُوا عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ لِيَجْعَلُوا لَهُ دَالِيًا يُوَلِّيهِ

قَاضِيًا أَوْ يَكُونُ هَذَا الَّذِي يُقَضَى بَيْنَهُمْ وَكَذَا يَنْصَبُوا أَلَمَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمُ الْجُمُعَةَ

رفع القدیر ۷ ص ۱۷۷ کتاب القضاء

ترجمہ: اگر بادشاہ یا حاکم نہ ہو جیسے مسلمانوں کے ملکوں میں کفار غالب آگئے ہوں۔

مسلمانوں کو وہاں مال لینے کی شرط پر برقرار رکھا ہو۔ تو مسلمان پر لازم ہے کہ ایک مسلمان پر اتفاق کر کے اسے حاکم مقرر کریں وہ قاضی مقررہ خود فیصلے کرے ایسے ہی ایک امام مقرر کریں جو انہیں جمعہ پڑھائے

قضاء وہ منصب جلیلہ ہے جو علم و اخلاص کی اہلیت
استقامت اور قوت اراد قوت ارادت، ہیبت، اور شہامت کے ساتھ باوقار

طریقے سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور لوگوں کی نظریں اپنے حقیقی اعزاز کو قائم کر دیتا ہے! وصال

مذکور کا حصول جن اسباب پر مبنی ہے کم از کم باختیار جماعت یا حکومت شرعیہ کا وجود مسعود ہے۔ یہ کہ

تشریف جنوبی کے ایک غریب فرد جس پر کئی روز فاقے کے گزر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے

اس عہد کے ایسے اصناف و اطوار عطا کئے گئے جس سے فلاح بہبود کی انجمنیں اور بڑے بڑے

ادارے خالی ہیں۔ اور آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کیا جس کے تصور سے بڑے سے بڑا حاکم ڈرتا اور

کاہنیتا ہے۔

مخاطب اند کے نازک مزاج است سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است

مولانا کے لئے کچھ مشکلات مستزاد تھیں علاقہ کی ریاست اور ریاست کے
مشکلات نقیب جناب سردار خان گورمانی ذیلدار ٹی قیصرانی و ذیلدار کوٹلہ سجاول،

علم و فتویٰ کے امام آپ کے استاد حضرت مولانا یار محمد صاحب دونوں حضرات آپ کے محترم بزرگ

تھے آپ ان کی تربیت میں جوان ہوئے۔ تمام لوگ ان کے حلقہ بگوش تھے ان کی موجودگی میں مقدمات

سماعت ہوتے اور فیصلے سرانجام پاتے۔

حقیقت کی دریا چین، فریقین میں کسی ایک کے ساتھ لگاؤ اور
سردار خان کوٹلہ حسن ظن ظاہر ہے کہ اختلاف رائے کا موجب بن سکتا ہے چنانچہ

ایک مجلس میں یہی صورت پیش آئی بیانات اور فریقین پر جرح و قدرح کے دوران جناب سردار خان کئی کی حمایت میں بول پڑے۔ مولانا نے انہیں ایسی تنبیہ کی کہ وہ دم بخود ہو کر رہ گئے اور فرمایا یہاں سرداری عمل دخل نہیں چل سکتا۔ بقول شیخ عبد اللہ مولانا بڑے حسین و جمیل تھے غصے کے وقت آپ کے چہرے کا جمال ہر امر جلال سے بدل جاتا۔ موٹی موٹی آنکھوں میں رعب بھر جاتا۔ جب آپ مخاطب کی طرف متوجہ ہوتے تو ان کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکتا تھا۔

گر چہ غور ویم نسبتاً ست بزرگ۔ ذرہ آفتاب تا بانیم

اسی اشارہ غالباً ولہجہ کی سختی پر حضرت مولانا یار محمد صاحب نے
استاذ سے ملنی | رنجیدگی کا اظہار فرمایا تو مولانا محمد بخش نے کہا آپ میرے استاد ہیں

میں آپ کا احترام کرتا ہوں لیکن یہ معاملہ میرا نہیں ہے بلکہ شرع کا ہے آپ میرے استاد نہ ہوتے تو شرعی حکم میں ایسا پھنسا تا کہ قیامت تک آپ اس سے گلو خلاصی نہ کر پاتے بایں ہمہ شکریہ بخنی مولانا نے ان دونوں بزرگوں کی تعظیم و تکریم میں کبھی کسراٹھانہ رکھی اور یہ بزرگ ہمیشہ آپ سے فرزندانہ اور عزیزانہ سلوک روظار رکھتے تھے۔ امن تو واضح مللہ دفعہ اللہ الحدیث (جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں اونچا کر دیتے ہیں) کی تصدیق ان دونوں بزرگوں کی بردباری سے مزید اور کیا ہو سکتی ہے۔

راقم الحروف نے جناب امام بخشؒ متوفی ۱۹۴۸ء اور دیگر قومی
شہادت عدل | بزرگوں سے متعدد بار سنا کہ ہم نے بڑے بڑے عالموں کی زیارت

کی اور ان کے واقعات سنے مگر مولانا محمد بخش جیسا متقی جری عالم نہیں دیکھا۔

یارب ایسی صورتیں کس ملک استیان ہیں کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ہم اسے حلقہ کی تمنداری دہوا کے خاندان کھتران
حلقہ متن کے مقدما اور آپ کے فیصلے | اور کوٹ قیصرانی کے خاندان قیصرانی کے

ساتھ وابستہ رہی تمنداری اختیارات دیوانی، فیملی لار، فوجداری، جو کہ قتل کے مقدمات کے فیصلے

ان کی عملداری میں سرانجام پاتے تھے۔ حسب حیثیت یک سالہ دو سالہ ایک ماہ دو ماہ کے علاقائی
تمنداروں کو اختیارات حاصل تھے۔ اس وقت حلقہ لتڑی جنوبی کے تمندار امام بخش خاں قیصرانی آف
کوٹ قیصرانی تھے۔

مقدمہ خلع اور تنسیخ | خان مذکور نے اپنی عدالت میں سابق خاوند کی طرف سے دائر کردہ

مقدمہ مولانا کی خدمت بھیجا تھا۔ صورت یہ تھی عورت نے اپنے خاوند
کے خلاف لازمی اور جبری خلع کا دعویٰ کر رکھا تھا حاکم نے نکاح فسخ کر دیا۔ اس بنا پر اس نے دوسری
جگہ نکاح بھی کر لیا تھا۔ آپ نے از سر نو مقدمہ سماعت فرمایا عورت کا دعویٰ خلع ناجائز تھا آپ نے
فسخ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے پہلے خاوند کو عورت واپس کر دی۔ عورت کے خاندان (موجی)
نے پھر خان مذکور سے احتجاج کیا اس نے آپ کے شرعی فیصلے کو رد کر کے فسخ کو بحال رکھا۔
المیہ | تعزیرات ہند میں طرح طرح کی باریکیوں اور موثر گائیوں میں مہارت پیدا کرنے کے باوجود
حکام اور دفتر کا علم شرعی احکام سے ناواقف ہے اور ان میں غفلت برتا ہے۔ نکاح طلاق پھر
تینسج جیسے حلال و حرام مسائل میں ان کا طرز عمل غیر ذمہ دارانہ ہے۔

مسئلہ | تینسج کے باب میں شرعاً ان وجوہ کو مدنظر رکھا جانا چاہئے جن کی بنا پر تینسج عمل
میں لائی جاتی ہے۔ وجوہ تینسج مثلاً خاوند کی نامردی، دیوانگی، گمشدگی اور ضد و

عداوت ہے کہ وہ نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ طلاق پر آمادہ ہو۔ اسی طرح بیوی بھی تینسج کا مطالبہ
کے لئے ایک سے زائد مطالبات کر سکتی ہے۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ تینسج کے دعوے میں یوں لکھا جاتا ہے خاوند پٹائی کرتا ہے سخت
مزاج ہے اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہے، مہر کی خلیہ رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے ادائیگی میں تینسج
کر رہا ہے یہ ہیں دلائل اور دعاوی جن کی بنیاد پر عورت اپنے ماں باپ یا کسی غیر کی مدد سے اپنے
خاوند سے رہائی چاہتی ہے۔ اور اس کے خلاف استغاثہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے تینسج کی چند
مضابط بیان کی ہیں۔

۱۔ حاکم مسلمان ہو۔ تنسیخ کی وجہ پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہو۔ ۲۔ تنسیخ کی وجہ صحیح ہو۔ ۳۔ عورت تنسیخ کا مطالبہ کرے۔ ۴۔ تنسیخ کا دار و مدار ان اشیاء کو قرار دے جو دعویٰ میں بیان کی گئی ہوں۔ ۵۔ مدعی کو حاضر عدالت ہونے کا حکم دے اور جواب دعویٰ کے بعد اسے متعنت قرار دے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ مدعیہ کی بات سن کر عموماً یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ عورت بے قصہ ہے اس کی اپنے خاوند کو ناپسندیدگی حاکم کے دل میں یہ احساس پیدا کر دیتی ہے کہ وقتی طور پر عورت کو خوش کر لیا جائے۔ حالانکہ اس عارضی خوشی سے بعض دفعہ عاجلانہ فیصلے کے بعد ہمیشہ کے لیے اس کی خانہ بربادی ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ قواعد و ضوابط کی بالاتری کی بجائے حاکم اپنی رائے قیام کو دخل دیتا ہے کہ چونکہ ان کے مابین بناہ مشکل ہو گیا ہے لہذا مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ چونکہ خاوند حاضر عدالت نہیں ہوا یا کسی ایک سماعت میں نہیں آیا تو یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ اسے اس دعویٰ کی اطلاع تک نہ ہو جیسے کہ آج کل سمن غلط بھیجنے کی وبا عام ہے یا یہ کہ خاوند دعویٰ دائر کردہ عدالت کو شرعی عدالت نہ سمجھتا ہو یا اسے کوئی اور عذر درپیش ہو۔ ایسی صورت میں حکام پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جبراً خاوند کے حاضر ہونے کا حکم دیں اور اس سے باز پرس کریں اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ مدعا علیہ نہ تو آباد کرنے پر رخصتا مند ہے اور نہ طلاق دینے پر تو اسے متعنت قرار دیں۔ بناہ مشکل ہونے کی بنا پر ظلع کرادیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ حاکم نہ ہوتے کو یک طرفہ کارروائی کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے کہ یہ شخص متعنت (رضدی) ہے لہذا خاوند غیر موجودگی میں یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے واضح رہے کہ یہ یک طرفہ کارروائی فقہاء کرام کے ہاں قضاء علی الغائب کہلاتی ہے جنفی مذہب میں یہ ہے کہ اگر کوئی شافعی مذہب کا قاضی اس طرح فیصلہ کرے تو بھی نافذ العمل نہیں ہوگا۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے:

فعلی هذا ما یقع فی زماننا من قسم القاضی لہذا ہما سے زمانے میں شافعی المذہب قاضی خاوند الشافعی بالغیبة لا یصح ولیس للحنفی تنفیذ کی غیر موجودگی میں فسح کا جو فیصلہ کر دیتا ہے وہ

سواء بنی علی اثبات الفقر اعلیٰ عن صحیح نہیں ہے ایک حنفی المذہب قاضی اسے نافذ نہیں

المراة من تحصیل النفقة منه کو سکتا خواہ اس فیصلے کا دار و مدار اس پر ہو کہ وہ تنگ دست

سبب غیبتہ فلیتنبہ لذلك ہے یا یہ کہ عورت خاوند کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے خرچہ چل

کوتے سے عاجز ہو اس بات میں ہر شیار ہو جانا چاہیے۔

صفحہ ۹۰۳
۱۶۰

ایک باختیار حاکم اپنے اختیارات کا جائز اور صحیح استعمال کیوں نہیں کر پاتا۔ مالی معاملات

میں معمولی غیر حاضری سے بلا ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے جاتے ہیں۔ حلال و حرام اور

حلالی نسل کے حصول کے لئے ایک دو تاریخ پیشی پر غیر حاضری کے باعث یک طرفہ کارروائی عمل

میں لائی گئی۔ زبان زد اور روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ عورت کے لئے خاوند پر خرچ کے آرڈر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لَوْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ الْعَدْلِ فَغَابَ عَنِ الْبَلَدِ خَاوَنْدَتِ اِگر اپنی عورت کو کسی اچھے آدمی کے پاس

ذَلَّ لَا يُعْرِتُ مَكَانَهُ اَوْ يُعْرِتُ لَكِنْ يُعْجِزُ عَنْ مَظْهَرِ اِذَا اور شہر سے باہر چلا گیا اس کی رہائش کا پتہ نہ ہو

اِحْضَارِهِ اَوْ اَنْ تَسَافِرَ اِلَيْهِ هِيَ اَوْ ذَرِكَيْلُہ اور اگر تپہ ہو لیکن اس کے حاضر کرنے کی کوئی صورت

يَبْعُدُ اَوْ لِمَا نَحْنُ اَخْرَجَ ص ۴۷۱، ۴۷۲ ج ۴، نہ ہو بلکہ مجبوری ہو اور نہ عورت اس کے پاس جانے

فصل فی الحبس کے لئے سفر کر سکتی ہو اور نہ اس کا وکیل وہ دور

رہتا ہو یا کوئی اور مانع درپیش ہو۔

دیکھئے بڑی پر خرچ کے باب میں اتنی شرائط و قیود لگائی گئی ہیں تاکہ خاوند کی غیر موجودگی

میں اس پر ظلم نہ ہو۔ ایک شرط یہ بھی بتائی کہ لکن یعجز عن اِحْضَارِهِ لیکن خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں

مجبوری اور لا چاری ہو۔ غور طلب یہ امر ہے کہ خاوند کو کس نے حاضر کرنا تھا اور حاضر کرنے میں کون

مجبور لاچار ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حکومت اور حاکم کا کام تھا جب حکومت اپنے وسائل سے خاوند کو

حاضر عدالت کرنے میں ناکام رہے تو پھر اس کی صورت یہ ہوگی۔

وَيَسْبِغِي اَنْ يَنْتَظِرَ الْعَائِبَ وَكَيْلُ يَعْزُزُ ايسے چاہیئے کہ خاوند غائب کی طرف سے ایک وکیل

انہ میرا ہی جانب الغائب دلائل فی حقہ مقرر کیا جائے جس کے متعلق علم ہو کہ وہ خاوند کی رعایت
شامیہ صفحہ ۴۷ ج ۴۔

کس قدر احتیاط برتی گئی ہے اگر خاوند کی حاضری کی تمام ممکنہ صورتیں کالعدم ہو جائیں تو پھر
بھی خاوند کی طرف سے حکومت ایک وکیل مقرر کرے گی جسے وکالت کا حق سپرد کیا جائے گا وکیل کی
بحث و تمحیص کے بعد خاوند پر خرچ کی ڈگری کی جاسکے گی۔ لیکن ہمارے ہاں وارنٹ کے ذریعے احضار
پر قدرت کے باوجود دائرہ طور پر منہج کی جاتی ہے۔ حلال و حرام اور حلال نسل جیسے عظیم مسئلہ سے صرف
نظر کی جاتی ہے۔ والی اللہ المشتکی دعو المستعان۔

پیارے بیچ کر مدعا علیہم کے دروازوں پر اعلان چسپاں
موجودہ عدالتوں کی آخری کوشش

ہمت صرف کی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ پر حاضر عدالت ہو جاؤ ورنہ تمہارے خلاف یک طرفہ کارروائی عمل
میں لائی جائے گی۔ لیکن اس تجویز میں بھی اصل مشکل قضاء علی الغیب کے عقدے کا حل نہیں ہے
قاضی خاں میں ہے۔

دلوکان رجلا جاء بكتاب القاضي فقبل ان لسمع
القاضي شهادة الشهود على الكتاب توارى
الخصم في البلدة قبل على قول ابی يوسف
بيعت القاضي مناديا ينادى على بابہ ثلثة
ايام اخر ج وان لم تخرج نصبت
منك وكيلا وتضيت على الوكيل دعاه
المشاخ لم يصح اهد القول ص ۵۶ ج ۴

اگر ایک قاضی کا دوسرے کے پاس فیصلہ آجائے
فیصلہ پر سماع شہادت سے پہلے مدعا علیہ چھپ جائے
تو امام ابو یوسف کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے
جو تین دن ان کے دروازے پر اعلان کرتا رہے
حاضر ہو جاؤ ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل مقرر
کر کے اس پر اپنا فیصلہ صادر کر دوں گا لیکن اکثر مشائخ
(اہل فتویٰ) نے اس قول کو صحیح نہیں سمجھا۔

غور فرمائیے ایک طے شدہ کارروائی زیر سماعت ہے اس میں بھی اگر مدعی علیہ چھپ
جائے تبعداً حاضر عدالت نہ ہو تو بھی حاکم مجبور ہے۔ پہلی سماعت پر یا اس کی غیر موجودگی میں شہاد

لے کر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

طرفہ یہ کہ دفاتر میں عرضی نو لیس جن سے طلاق نولسی کا کام لیا جاتا ہے ان کا مبلغ علم یہ ہے وہ سے طلاق ایک دو تین کر دیتے ہیں اس کے ساتھ ہر قسم کے غلیظ الفاظ "حرام" "تو مجھ پر ماں بہن ہے" وغیرہ ملا دیتے ہیں۔ تحریر طلاق کے بعد طلاق دہندہ حضرات حجب مفتی سے یا شرعی قاضی سے رجوع کرتے ہیں اور حقیقت حال کا پتہ چلتا ہے تو پھر دم بخود ہو جاتے ہیں۔

خیال فرمائیں نص کے خلاف مفتی یا قاضی انہیں اس منحصر سے کیسے نکال سکتا ہے پھر خاوند کو یا تو والدہ حرام کاری کا راستہ دکھائی دیتا ہے یا مذہب کی تبدیلی پر بھگنا پڑتا ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ لتبدیل المذہب لا تباع الھوی

ان عرضی نو لیس حضرات سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ارے پڑھے لکھے شاطر و تماری کیا سزا ہونی چاہیے کہ تمہاری ہاتھوں کی لکیر سے چند ملکوں کی خاطر کتنے بھائیوں کی خاں و ماں کی تباہی و بربادی آخر کس کی بھینٹ چڑھے گی فویل ہم حماکت اید ہم وویل ہم مایکسبون۔

گزشتہ مقدمہ خلع کو ابھی چند دن ہی گزے تھے کہ تمندار امام بخش خان نے ایک اور مقدمہ

کافر کی نائب ججی مجھے قبول نہیں

مولانا کی خدمت ارسال کیا۔ خان مذکور پہلا شخص ہے جس نے اپنے من میں مرزائیت کا خبیث مرض پھیلا یا تھا۔ عامۃ الناس جن کا دین ایمان خود ان کا تمندار ہوتا ہے۔ بلا تشخیص کہتے ہیں ہمارا مذہب وہی ہے جو ہمارے تمندار کا ہے۔ دیندار طبقہ اور علماء کی بروقت بیداری سے فتنہ ارتداد و بھیل سکا الا جس پر غضب خداوندی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ آپ نے تمندار صاحب کو لکھا۔

کافر کی نائب ججی مجھے قبول نہیں

آپ کے جواب الجواب میں خان مذکور نے لکھا کہ میں کافر نہیں ہوں آپ ان لوگوں کے

مابین شرعی فیصلہ ضرور کر دیں۔ مولانا نے خان مذکور کے سپہ مقدمہ کی سماعت میں نائب ججی کا نقطہ

کیوں نہیں اٹھایا؟

جہاں تک میں سمجھا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کے فیصلہ خلع میں اس نے حق کی مخالفت کی اور ناحق تنسیخ کر کے عورت دوسرے شخص کے سپرد کر دی تو ایسے حاکم کی نائب ججی سے فقہاء نے منع فرمایا ہے۔

وَيُجْزَى ثَلَاثُ أَصْنَافٍ مِنَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ قضا کا منصب عادل اور ظالم بادشاہ سے حاصل کرنا
وَالْجَائِدِ لَوْ كَانُوا ذَكَرَهُ مُسْكِينٌ وَغَيْرُهُ إِذَا جائز ہے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ الا یہ کہ بادشاہ حق کے فیصلے
كَانَ يَمْنَعُهُ عَنِ الْقَضَاءِ بِأَحْتِ نَحْمُومٍ سے قاضی کو منع کرے تو قضا کا منصب لینا حرام ہے۔

(در مختار صفحہ ۳۸۰ ج ۳ کتاب القضاہ)

صیغہ قضا سے مقصود یہ ہے کہ خلق خدا کے حقوق ضائع نہ ہوں اور ان کے مابین نزاع رقع ہو۔ عدل و انصاف کی بالادستی قائم ہو لوگ مرضیات خدا پر چلنا سکھیں اور اپنی جان و مال میں شرع کے فیصلے قبول کر لیں۔ یہ مقصد حاصل نہ ہو تو پھر قضا کا معاملہ نرا در دوسرے اسی بنا پر مولانا نے شروع سے انکار کر دیا۔ جب اس نے عدم مداخلت کا وعدہ کیا تو مقدمہ کی سماعت فرمائی۔

مقدمہ مذکور | دولت خان، مانک خان، نصرت خان اقوام للانی نے چاندن خان گورمانی سے چاہہ دورٹے کے تبادلے میں چاہہ چوڑی مار خریدی۔ فتح خاں اور اس

کے لڑکے حسن خاں اقوام میر باز نے اس پر شفعہ کر دیا مولانا نے پہلے ہر فریق سے اس اندیشے سے کہ کہیں شرعی فیصلے سے پھر نہ جائیں طلاق ثلاثہ پر حلفہ تحریر لی اور فرمایا میں اپنے ہاتھوں شریعت مقدمہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

فیصلے میں حلف | فیصلے سے قبل فریقین سے حلف لینا ضروری نہیں لیکن ہر دور کا اپنا مزاج ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام اور شرعی فیصلے کا اب کوئی

احترام نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت دلوں سے نکل چکی ہے۔ ایمان جائے جائے عورت نہ جائے۔

اسی واقعہ میں حلف بالطلاق بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر

لیا جائے تو گو فقہار کرام نے اسے حرام کہا ہے اور اس قسم سے انکار کرنے پر منکر کے خلاف قاضی کا مال کی بابت جبرانہ کرنے کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوتا۔ ایک حلف تو بیانات میں سچ بولنے پر ہوتی ہے کہ میرا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے جس پر فیصلے کا دار و مدار ہوتا ہے اسی کو فقہائے کرام نے حرام کہا ہے اور یہ حلف جو فیصلہ سننے کے بعد فیصلے کی پابندی اور اس کے احترام میں لی جائے ان دو حلقوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

ابھی اقوام لسانی مدعا علیہم کے بیانات ہو رہے تھے حسن خان ولد فتح خان بول پڑا آپ نے اسے وہاں سے فوراً اٹھ جانے کا حکم دیا اور بڑے فاصلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہاں چلے جاؤ وہ وہاں جا بیٹھا جب بیانات مکمل ہو گئے تو اسے بلایا اور لگے سمجھانے تجھے باپ کی موجودگی میں بولنے کا کیا حق تھا یہ شرعی عدالت ہے کسی خان کا ڈیرہ نہیں ہاں اگر تو اس مقدمے کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اپنے والد سے مختار نام لے لو اور کل آجاؤ۔ فریقین مصرعے کہ بیانات یہی کافی ہیں اور آج ہی فیصلہ ہو جائے آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کل آجانا القصد دوسرے روز آپ نے فریقین کو اپنا محررہ فیصلہ حوالہ کیا۔ شرطاً اپنے شفیع پر شہادت قائم کرنا ضروری ہے۔ جہاں جس مجلس میں شفعہ کا علم ہو اور پھر بیع و شرا کر کے والوں کے پاس یازمین پر جا کر نشان لگا کر شہادت قائم کرے کہ میں اس زمین کا شفیع ہوں۔

مذکورہ بالا شفعہ کے مقدمہ میں یہ شرط نہیں پائی گئی تھی اس لئے شفعہ خارج کر دیا گیا واللہ اعلم نہ یارائے انکار اور نہ وسعت تسلیم اقوام میر باز کچھ قیل قال کرنے لگی تو آپ نے فرمایا تم جہاں یہ مقدمے جاؤ گے فیصلہ یہی ہو گا جو میں نے لکھا ہے۔ یہ ان دنوں کے واقعات ہیں جب کہ آپ اپنے کنوئیں پر خلوت نشین تھے گو آپ کی دعوت شریعت کا چرچا ہو چکا تھا لیکن ابھی اقوام گورمانی کی طرف سے بالاتفاق اس دعوت کو شرف قبولیت حاصل نہیں تھا

مدعی فریق اقوام میر باز مولانا علی گوہر صدر

مولانا علی گوہر کی خدمت استغاثہ

مدرسین محمودیہ کے رشتہ دار تھے آپ کی خدمت میں

توشہ شریف پہنچے آپ اس وقت اوراد و طائف میں مصروف تھے فارغ ہوئے پوچھا مجھے کچھ کہنا ہے؟ وہ بڑے لہجہ کی مولوی ابھی نیا فارغ تحصیل ہے اسے فیصلہ کرنا بھی آتا ہے یا نہیں؟ دوسرے فریق کے حق میں دہاں کے امام بخش خان گورمانی نے سفارش کی ہے فیصلہ صحیح نہیں ہوا لہذا آپ ہمارا فیصلہ کریں۔

مولانا علی گوہر کی آپ کے حق میں بڑی شہادت ہے
یہ سننا تھا جیسے بیٹھے تھے اپنا عصا

دیا۔ آپ نے فرمایا علاقے میں حق بات کہنے والا وہی تو ہے اس کے بارے میں تم یہودہ کہتے ہو؟ اللہ اکبر! وقت کے بہت بڑے عالم کی ایک تیس سالہ جوان کے حق میں علم و عمل کی اتنی زبردست شہادت صحیح ہے زر خالص کی قدر و قیمت صرف ہی جانتا ہے اور گوہر کی شان گوہری سے پوچھئے

قد زر زر گر بداند قدر جوہر جوہری

دنیا دار ناقدر دان اپنی کور باطنی کے باعث علم اور علم ارحق کی عظمت کیا جانیں

عالم اندر میاں جہاں مثلے گفتہ اند صدف تان

شاہدے درمیان کورالت مصحفی در کفشت زندیقان

بالآخر ہائیکورٹ تک اس مقدمے کو لے جایا گیا مگر ہر جگہ سے مولانا کے فیصلے کی بازگشت سنائی دے۔

اب مجلس اجاب | مولانا جوانی کی عمر میں تھے قوم کے بڑے لوگوں کے حضور میں اس درجہ رسائی ناپید تھی جو آپ چاہتے تھے۔ ہر کام فرصت طلب اور نظر و فکر کے

ساتھ کسی جیلے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ بااثر جوانوں کو دعوت حق میں اولیت دی جائے اور نئی پود کی تربیت کی جائے۔

اپنے کتبوں کو جہاں چھوٹی سی مسجد بنائی تھی مرکز بنالیا۔ اجاب کا صبح و شام جگہ بگھڑا رہتا۔ مسائل سمجھاتے۔ مسائل کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر

۱۔ خرافات کی پابندی اور قطع تنازعات

ان باتوں میں جن میں حکومت مدعی نہیں ہے

۲۔ انگریزی قانون کا بائیکاٹ

۳۔ وراثت میں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی اور حق داروں کی حق رسی

۴۔ غلط قسم کی رسومات اور منکرات کو یکسر چھوڑ دینا۔

یہ چار مقاصد ہیں جو ہمیشہ پیش نظر تھے۔ "استحکام الاحتجاج" اپنی بنیادی چیزوں پر مشتمل ہے۔ چھوٹے بچوں کی الگ تنظیم بنا کر کسی ایک کو ان میں امام بنالیتے۔ شیخ عبداللہ کے بیٹے کو امام اور خالقاؤں اور امام بخش خاں گورمانی وغیرہ پیچھے کھڑے ہوتے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو آپ کے پاس یا اجاب میں سے کسی کے پاس جو حاضر ہوتا ایک دسترخواں پر چن دیا جاتا۔ اسراف کر کے لانے والے کا ہر یہ قبول نہ فرماتے۔ اسی بنا پر عبداللہ خاں ولد اللہ داد خاں کی مٹھائی اور غلام محمد خان گولہ کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ (بروایت غلام حیدر خان ولد غلام علی خاں)

طبیعت حد درجہ مزاج شناس تھی نوجوانوں کی اپنی ایک دنیا ہوتی
خوش طبعی اور سوجھ بوجھ

دیکھتے ہیں اس لئے رفقا کے ساتھ ورزش کی کھیلوں میں حصہ لیتے۔ تیز روئی، طریقہ بندی یعنی ایک شخص کا آگے دوڑنا اور پیچھے سے دو آدمیوں کا اسے پکڑنے کی کوشش کرنا، بازو پکڑنا، آتش چوگان بازی اس قسم کی کھیلیں کھیلتے۔ نماز عشاء کے بعد ساتھیوں کی طرف سے تقاضا ہوتا تو طبیب ظہر میدان کو نکل جاتے۔ ایک دفعہ غلام حسن خان ولد علی خان کے ہاتھ سے رات کو کھیلتے ہوئے آتش گیند لگی۔ آنکھ پر زخم آگیا ہنستے رہے۔ ذرہ ملال نہ کیا۔

خاموشی کے چند سال؛ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ
قیامت شرعی کے لئے کوششیں

آپ اپنی زندگی کے آخری ساڑھے چھ سال خاموش رہے

حق بات نہیں کہی آپ نے تو حیات کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اس عنوان سے ہماری مراد یہ ہے

کہ شریعت اور شرعی احکام کا نفاذ جو آپ کے پیش نظر تھا وہ اجتماعیت کو چاہتا تھا کہ ایک معتد بہ قوم اور پورا حلقہ اس پر متفق ہو جائے کہ وہ اس حلقے میں خدا و رسول کی اطاعت اپنے اور اہل حلقہ کیلئے ہر شرعی فیصلے کی ضمانت دے اور اسے عملاً پورا کرے ظاہر ہے کہ یہ کام اس کا متقاضی تھا کہ حلقے کے با اثر لوگ آپ کی دعوت کو سچے دل سے تسلیم کر لیں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے لئے گویائی سے خاموشی زیادہ تر مفید ہوتی ہے کہ عہد اہل شوق عوام اندوگفتگو عربی است

ست
عبرت آموز حکما

ان دنوں کی بات ہے کہ جنوبی لیبی کی معتبر شخصیت جناب غلام محمد خان ولد گولا خاں گورمانی متوفی ۱۳۸۷ھ کے ہاں مولانا کے بعد دیگرے جاتے اور شریعت کی پیروی اور اپنے مقدمات و تنازعات میں شرعی فیصلے کو تسلیم کر لینے کی دعوت و رغبت دیتے۔ وہ کہتے کہ میں نے ایک رقبہ زمین پر شفعہ دائر کر رکھا ہے، ہو سکتا ہے شرعی رو سے مجھے کامیابی نہ ہو اس لئے چند روز بعد جب اس کا فیصلہ ہو جائے گا میں آپ کی بات قبول کر لوں گا اقوام بکھر کے ساتھ زمین کی بیع و شراء اور تبادلوں نے ان کے اور اقوام گورمانی کے درمیان نزاع و جدال کی صورت اختیار کر لی تھی جس سے معاملہ نے طول پکڑا۔ بڑی عدالتوں میں مقدمات درج تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ دونوں فریق شریعت پر صادق رہیں خدا اور رسول کی اطاعت کے جذبے سے ہر جیت کے بغیر ان کا فیصلہ ہو اور قند مٹ جائے جب آپ نے دعوت کے عمل کو مسلسل جاری رکھا تو وہ کہنے لگے میں خود آپ کی خدمت آکر جواب دوں گا۔ آپ یہاں میرے پاس ہر روز آکر تنگ کرتے ہیں۔ مولانا نے جواباً فرمایا۔ غلام محمد خان! میں اس مقصد کے لئے آپ کے پاس آنا جانا نہیں چھوڑ سکتا البتہ ایک صورت ہے آج تم میرے سامنے گلے میں رنار، ججوں، لٹکاؤں، پھر کبھی میں تجھ سے اس قسم کی بات نہیں کروں گا۔

راقم الحروف کو مذکورہ بالا واقعہ جناب محمد خان ولد گولا خاں صاحب واقعہ کے بھائی نے کسی دفتر سنایا۔ اللہ اللہ مولانا نے کس بلا کی بات کی اس سے زیادہ بلیغ و نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ شرم و حیا درکار ہے۔

یاد رکھئے کہ زنا پر پہننے والی بات خطیبانہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے بعض ایسے افعال ہوتے ہیں جو صرف کافروں سے سرزد ہوتے ہیں اور بطور خاص ان کی علامت ہیں۔ زنا پر پہننا، بتوں کو سجدہ کرنا، انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا جس شخص سے اس قسم کے افعال سرزد ہوں اقرار و تصدیق کے باوجود وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں

وہمنا قسّم آخر وهو من حصل له یہاں کفر کی ایک اور قسم بھی ہے کہ جسے تصدیق اقرار اور التصدیق والاقرار والمعلی و عمل حاصل ہو لیکن اس کے بعد جنہوں پر پہننا ہو، بت کو سجدہ مع ذلک شد الزنا وسجد للصنم کرتا ہو اس قسم کے افعال کرے جسے شارع نے تکذیب ونحوہما جعلہ الشارع علامۃ الکذب اور انکار کی علامت قرار دیا ہے تو ایسا شخص شرع میں کافر والا انکار نہ ہو کافر فی الشرع ہے۔ اربعۃ التناقیح کتاب الایمان صفحہ ۶۳

نور محمد بن اور صدک ایدہ | بالآخر وہ طوطی زبردست آگیا جس کی تلاش میں مہسوں جناب محمد خا کا عہد رفا کی بند کی مجلس کا چھ سال سے جال بچھایا گیا تھا جناب نور محمد خان ولد سردار خاں سربراہ مذہبیانے ابھی چند دن ہی مولانا کے ساتھ گزارے معمولی آمدورفت پر گرویدہ بن گئے اور آپ کے مقاصد سے آشنا ہوئے۔

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا | اب وقت آگیا ہے کہ اس دعوت کو قوم کے سامنے لائیں۔ کھرے کھوٹے کا امتیاز خان موصوفو | ہو یہ فیض چھپانے کے قابل نہیں ہے انفرادی دعوت کا کام ہو چکا۔ اب اس

نفس سے باہر آنے کی ضرورت ہے۔ حیف باشد چوتھو مرغی کہ اسیر قفسی | میں قوم کی موجودہ غیر شرعی حالت اور خدا و رسول سے بغاوت برداشت نہیں کر | مولانا | سکنا اس حال کے سہرے میں ان کے ساتھ رہ کر کیسے بسر کر سکتا ہوں۔

خان موصوفو نے: اب آپ کو قوم کے سامنے یہ مسئلہ لانا پڑے گا۔

میرے آپ سے انفرادی دوستانہ تعلقات ہیں اگر اتنا اصرار ہے تو کیا قیام شریعت مولانا کے سلسلے میں آپ کو اپنے مال باپ سے جدا ہونا پڑے گا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

ف | میں آپ کے فرمودہ کی حرفت تصدیق کرتا ہوں۔
خان موصو | آں بیج کہ در ازل باتو کردہ ایم ہرگز در اں حدیث اقبال نمی رود

موجودہ بگڑنے ہوئے حالات میں ایک بات بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے مولانا میں قوم کے درمیان نہیں جاسکتا۔ مطلب یہ تھا کہ کل کو اگر بات نہ مانی گئی تو اسی طرح مجھے

لوٹ کر آنا پڑے گا۔ جس حال اب جا رہا ہوں!

ف | میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں لیکن مقصد کا حصول اس کے بغیر مشکل ہے جب خان موصو | تک آپ پوری قوم کے سامنے اپنے مقاصد رکھیں اور اجتماعی دعوت دیں

آخر دونوں کے درمیان طے پایا کہ جامع مسجد میں قوم کے اصاغر و اکابر کو بلا یا جائے اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے۔

جب سب جمع ہوئے تو مولانا نے جو ارشاد فرمایا اس میں اہم باتیں یہ اجتماع اور عہد پیمان تھیں (۱) آج سے جتنے مقدمات عدالتوں میں درج ہیں اٹھا لو اور

شریعت کی عدالت میں ان کا فیصلہ لے لو۔

۲ ہندوؤں سے سودی لین دین اس کے پاس زمین گروی رکھنے کا اور اس قسم کے سارے تعلقات ختم کر ڈالو۔

۳ مائیں، بہنیں اور بیٹیوں کی غصب کی ہوئی وراثت ان کو یا ان کے وارثوں کو واپس کر دو۔

۴ فرائض نماز روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی کرو۔

۵ ہر بالغ مرد پر ڈارھی منڈانا آج سے بند ہے اور مستوجب سزا اور جہاں اس قسم کی حرکت

کرے اس پر پانچ روپے جرمانہ ہے

۶ عورتوں کی پردہ داری کا اہتمام کو فی الحال گھر گھر مستقل یا عارضی پردے بنالو

یہ بھی طے پایا کہ جو شخص ان باتوں کو قبول نہ کرے یا قبول کر کے عہد توڑ ڈالے اس کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ قوم سے بائیکاٹ کرانے کی۔ ذمہ داری سردار خاں ذیلدار پر ہے۔ سب سے پہلے اس اسلامی منشور کو جناب سردار خاں نے قبول کیا اور قوم نے لبیک کہی۔

باپ بیٹا صدمہ مبارکباد کے لائق نہیں۔ بیٹے نے اقبال کیا تو باپ نے سچا ہو کر دکھایا اور سب سے پہلے شرع محمدی کا استقبال کیا ایسا ہوتا کہ ان کی اولاد اپنے بڑوں کی بڑائی کو سمجھتی اور فرد رفتہ سرفرازی کو دوبارہ حاصل کرتی۔ اے کاش۔ اس شرعی قرارداد کو زیر تحریر لایا اور عہد معاہدے لئے گئے انیسویں اگر اصل تحریر سامنے ہوتی کیا اچھا ہوتا اور کتنے خالق پر سے پردہ اٹھ جاتا لیکن یاد ہے کہ مجلس میں موجود حضرات کی روایات سے راقم نے ان واقعات کو ترتیب دیا ہے۔

ع۔ زبان میری ہے بات ان کی۔

مذہبوں سے کھیتوں کی دیرانی اور تشنہ لبی
لشہری میں حکومت کا قیام اور قوم کا خوش منظر

ابریہاری سے شکایت کر رہی تھی اب

کے امیدوں کے بادل نظر آتے تو ساری مشکلات خوابِ عدم میں چلی گئیں۔ خوشیوں اور مسرتوں کی انتہا ہو گئی چند دنوں کی بات تھی کہ گلہائے رنگارنگ اور میوے گونا گوں نمودار ہو گئے جسے باغبان دیکھ کر خوشی کے مارے لوٹ پوٹ رہا تھا۔

مسجد میں شرعی محفلیں منعقد ہوتیں شرعی فیصلے کئے جاتے۔ مقدمات اور تنازعات میں حاجت کا احساس جاتا رہا۔ ایک دوسرے کے حق میں کدورتیں ختم ہو گئیں جس نے شرع کے سامنے گردن جھکا لی وہ جیت گیا۔ گھروں میں عورتوں کی زبان پر غیبت اور خپل خوری کی جگہ تلاوت و زود اور تسبیح تھی جنہیں کلمہ شریف پڑھنا نہیں آتا تھا وہ سچے نمازی بن گئے۔

پہلے کے انتظامات سخت کر دیئے گئے بے چاری عورتیں جو دور دراز سے سروں پر پانی اٹھا کر لاتی تھیں اس کا بوجھ اب مردوں کے کندھوں پر پڑ گیا۔ خوفِ خدا اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ لوگ اہل حقوق کو بلا بلا کر اپنی مجرب جائیداد کے حصے بخرے کرنے لگے آپس میں ایک دوسرے کا اعزاز، پیار و محبت بڑھ گیا۔

جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے وہ اب کچھ جان دو قالب نظر آ رہے تھے
نور محمد خاں پٹوار کرتے تھے ان کے پاس سرکاری کاغذات کے لئے آئے والے لوگوں سے مولانا
تجسس کرتے کہ اس نے آپ سے کچھ لیا تو نہیں۔

چال چلن میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ عورتیں لمبا لباس پہننے لگیں۔ پیروں کے نام کی چوٹی منڈوا دی گئی
لوگ میلے پر جانے اور چڑھاوے چڑھانے بند ہو گئے۔ الغرض کایا ملٹ گئی۔ دنیا بدل گئی۔ جسے لوگ اب
سبک یاد کر کے روتے ہیں۔

یہ ایک فقیر بے لڑا کی حکمت عملی اور دلوں پر خدا کی حکومت تھی جس کے پاس سپاہ تھی اور نہ فوج اور
نہ درہم تھا نہ دینار نہ براوری تھی اور نہ کنبہ جس کے پاس اگر تھی تو ایک جان تھی جس کا وہ خدا سے
ذوالجلال سے سودا کر چکے تھے۔ رباعی

بینائی جہاں خواہی شمشیر تبارک زن آگاہی دل جوئی، الماس ہر دم زن
مومن نواں گفتن عاشق کہ مجاہد نیست رو بوسہ چوں سر بازاں بر طرہ ہر دم زن

ارکان اسلام میں نماز ایک جامع عمل ہے نمازی نماز کے اندر روزہ دار ہوتا ہے۔
صیغہ نماز | بکیر تحریر احرار حج کا نمونہ پیش کرتی ہے اپنے کاروباری منافع چھوڑ کر نمازی نے
نماز کو اولیت دی اسی ایتار کا امتحان زکوٰۃ میں ہوتا ہے تو یہ ایک وقت سارے فرائض اس میں پائے
جاتے ہیں فرائض اسلامی کی بجا آوری کی برکات اور فوائد حد شمار سے باہر ہیں معاشی معاشرتی سیاسی اور
ملی مشکلات کا حل بھی نماز میں کامل اور مکمل طریقے سے پایا جاتا ہے۔

عام ذرائع ابلاغ کا اس سے زیادہ کوئی عمل نہیں ہو سکتا کہ حاکم وقت جب اہل محلہ کی پانچوں وقت
حاضری لیتا ہو، نماز جمعہ میں پورے حلقہ اور موضع کا اور سال بھر وعید میں پورے علاقے کی امامت کر لے اور
کھلے بندوں ان سے ملاقات کرے تو اس سے زیادہ صحیح اطلاع احوال کا اور کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے۔
یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو روزانہ نماز کے بارے میں
ان الفاظ میں تاکید فرمایا کرتے تھے۔

لَا أَهَمُّ أُمُورَ كَمِنْ عِنْدِي الْقَلْوَةُ مِنْ حِفْظِهَا تَمَاسُ سِرْكَارِ اہم کاموں میں میرے نزدیک نماز ہے جو اسکی
حافظ علیہا حفظ دینہ و من ضیعہا حفاظت کرے گا اور اس کی نگرانی کرتا ہے گا اس نے اپنے
و لہا سواہ فیہ (رداء مالک) دین کو بچایا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ نماز کے ماسواہ سے
فرائض کو بطریق اولیٰ برباد کرنے والا ہوگا۔

واقعہ نماز باجماعت میں حاضری کا اس قدر اہتمام ہونے لگا کہ عشاء کی نماز میں بستی کے
ایک ایک فرد کا خیال کیا جاتا گیا کہ ہر نماز نماز عید ہوتی ایک رات دیکھا تو بستی
کے سب لوگ نماز عشاء کی شرکت کے لئے آگئے۔ سردار خان نے کہا کا دو خان دلد غلام حسین خان نہیں
آئے شیخ عبداللہ فرماتے ہیں مولانا کی موٹی آنکھیں تھیں جب غصے سے کسی کی طرف متوجہ ہو کر دیکھتے تو
غضب کر دیتے ان میں خدائی رعب ایسا بھر جاتا کہ ناظر تاب نہیں لاسکتا تھا۔ فرمایا خان صاحب سب
آپ کی کستی ہے خان موصوف نے حکم دیا کہ اگر کا دو خان اپنے آپ نہ آئے تو اسے چار پائی پر مسجد
میں اٹھا لاؤ لیکن کا دو خان مسجد میں آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ سبحان اللہ زندگی کے یہ دن کتنے خوشگوار
تھے جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ ان حالات میں تمہارا جیسا مرنے سے بہتر ہے۔

آدم پر مطلب اسی بنا پر آپ دیکھیں گے کہ مولانا نے نماز کو نہ صرف یہ کہ اولیت
دی اور نماز کے بارے میں ان کا کلام اپنی کتاب میں سحت روش اختیار
کر گیا ہے بلکہ وہ تو نماز کو اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت اور دین کی طرف دعوت دینے کا بہت بڑا
فوریہ سمجھتے ہیں اسی پر آپ عمل پیرا رہے۔ چند ایک امثلہ پیش خدمت ہیں۔

دو قومی منکر اسلامی منشور پر بات ہو رہی تھی آئندہ پیش آمدہ واقعات کی صورت حال کو
سمجھانے کے لئے صیغہ نماز کا ذکر آگیا جب تمام قوم نے اسلامی منشور کو
من وعن تسلیم کر لیا تو دو شخص ایسے سامنے آئے جو مجھ سے میں پھینس گئے

شیخ عبداللہ دلد غلام محمد خاں گورمانی ہماری اس تحریر کے مرکزی راوی۔ جوانی کے ابتدائی
عہد میں تھے موقع پر ان کے والد موجود نہیں تھے جب ان سے دریافت کیا گیا تو کہا میں اپنے والد

سے مشورہ کر کے بتادوں گا۔

۲ میاں عبداللہ ولد میاں جہان محمد گورمانی۔ آپ کے ماموں راہ کی والدہ کے چچیرے

نماز عشاء اور فیصلہ کن گھڑی | عہد شریعت کی صبح شام میں منتقل ہوئی منکرین پر کوئی نہ ہوا آنے والی رات نماز عشاء میں معہر ہوا نماز کے اقامت کہی گئی غافلین کی تنبیہ کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو کیا سمجھایا امانت کے لئے آگے بڑھے مولانا نے فرمایا ابھی تک جسے قبول شرع میں تردد ہے وہ میرے پیچھے سے ہٹ جائے جماعت علیحدہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے شیخ عبداللہ کی مدد کی آہ و فغان کرنے لگے اور اللہ کا بھی سے میری توجہ ہے میں کوئی مشورہ نہیں کروں گا۔

دوسرے صاحب خاموش کھڑے رہے جماعت سے بھی الگ نہ ہوئے اس پر سردار نے کہا مولوی صاحب کا حکم ہے جماعت سے الگ کیوں نہیں ہوتے تب الگ ہوئے۔ ماموں کے حق میں بھانجے کی یہ شرعی پالیسی عبرت آموز تھی اور قابل تحسین کہ شرعی رشتے سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں۔ مولانا کا حال بقول سعدی یہ تھا کہ خدا سے بیگانہ ہزار خویش اس ایک خدا آشنا دردمند قربان ہو۔

حزب الابرار بانی کاٹ | صاحب عزیمت لوگوں کو ہر آزمائش میں پرکھنا سنت خداوندی ہے قیام شریعت کا منصوبہ اور اس کے نفاذ کے ساتھ تو یہ مرحلہ ضروری

آتا ہے پھر یا تو بانی کاٹ میں رشتہ داری، تعلقات اور دنیوی مقاصد کے گھٹا ٹوپ بادل ایمان اور کس دولت پر چھا جاتے ہیں احیاء شریعت کا معاملہ ایک وقتی تحریک سے آگے نہیں بڑھتا۔ یا پھر حاکم اللہ کی جماعت کے سامنے باپ دادے، بھائی بند بیٹے اور قبیل داری کی سب جڑیں پاش پاش ہو جاتی ہیں۔

آئی ہیں۔

يُحَدِّثُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ آلَهُ
 رَسُولُهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
 أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

یا قبیلہ وائے ہی کیوں نہ ہوں۔ (سورۃ مجادلہ ۲۸ رکوع ۳)

القصة اس صاحب سے میل جول اور سلام کلام ختم کر دیا گیا اس سلسلہ میں

استقلال

سب حضرات ثابت قدم رہے بلکہ اور سخت قدم ہوتے گئے تاہم وہ بھی

ملکہ بگوشت شرع ہو گئے۔ اب لتڑی جنوبی رشک جنت تھی اور اس کے باشندگان ولایت قرب

نے اعلیٰ درجہ پر فائز اسلامی حکومت کا جس کے قیام سے بڑی بڑی حکومتوں کے منصوبے ٹھہرے

ہے جاتے ہیں اور نیک دل لوگوں کی نگاہیں صدیوں جس کا انتظار کرتی ہیں لتڑی کے باشندوں

نے اپنی چھوٹی سی سرزمین پر اس کا نظارہ کر لیا۔

۴۔ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

راقم نے یہ واقعہ شیخ عبداللہ سے بار بار سنا خصوصاً اپنی کہانی وہ درد بھرے لہجے میں سنایا

کرتے تھے۔

قرب وجوار میں گوگن والا، جنوبی بستی

نما کے ذریعے شریعت کی طرف بلانے کا دوسرا واقعہ

ارکھی والا، لتڑی جنوبی کا حلقہ شمار

ہوئے ہیں پہلی دہائیوں میں اقوام گورمانی اور تیسری میں اقوام درکھان آباد ہیں۔ جناب سردار خان

اور حضرت مولانا یار محمد صاحب کے زمانے سے علاقائی اتحاد و اتفاق ان بستیوں میں قائم رہا

ایک موضع ایک نہر دار حیدر اور عید کا ایک پیش امام، ایک دوسرے سے ہمدردی، علمی و خوشی میں

خریک چلے آ رہے ہیں اگرچہ اب وہ پیچھے سے حالات نہیں ہیں۔

مولانا نے لکھا ہے کہ جو عالم ان کے آبائی رسوم کا مخالف ہوا ہے طرح طرح کے

طن دشمن کا نشانہ بناتے ہیں۔ بلوچگی اور خانگی کا جو ہر خیانت دکھلاتے ہیں۔ بیچ قوم جوان کے قریب
میں بستے ہیں رسومات میں ان کی پیروی کا رہے۔

جب اقوام گورمانی نے متحد ہو کر شریعت کا جام صبور منہ سے لگایا اور اقوام درکھان
باری آئی۔ انہوں نے مشورے کی مہلت مانگی۔ جواب دہی کے لئے آئے تو غدر کرنے لگے کہ ہمارے
مہندوں سے بیاج لینے دینے کا تعلق ہے جس کے سوا ہمارا گزر نہیں۔ ہم مجبور ہیں مجلس میں
جناب سردار خان تشریف فرما تھے جلدی سے عصا اٹھایا وہ ڈر کے مارے بھاگے وہ آگے
آگے اور سردار خاں پیچھے پیچھے، تھوڑے فاصلے پر جا کر چھوڑ دیا اور وہ رفوچکر ہو گئے۔

ابھی اس واقعہ کو تھوڑے دن گزرے تھے ان کا جنازہ ہو گیا نماز جنازہ
نماز جنازہ کے لئے مولانا کو کہا تو آپ نے انکار کر دیا کہ میں شریعت کا انکار کرنے

کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتا۔ اسی طرح آپ کے استاد حضرت مولانا یار محمد صاحب نے بھی نماز
نہ پڑھائی۔ معاذ اللہ اگر وہ ذرا سا بھی اختلاف کرتے تو پھر اتنی بڑی کامیابی مشکل تھی لیکن حضرت
نے اپنے عزیز شاگرد کی کوششوں اور محنتوں کو سراہا اور ان کی آبیاری کی۔

اب اقوام درکھان کو فکر ہوئی کہ اگر اس شریعت کو نہ مانیں گے تو آئندہ ہمارے علاقائی مسائل
اور سنگین ہو جائیں گے۔ جمع ہو کر آئے تو یہ کی اور حزب اللہ میں شامل ہو گئے۔

در فیض محمدی وہاں آئے جس کا جی چاہے | نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضان گناہ کو دو خبر فیض محمد کی | بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

جنازے میں عبرت سبق | اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دعوت کا کام سپرد کیا ہے ان
انذار خبر دانا عطا کئے کہ موقع و محل کے مناسب وہ بندگان

کو پندر نصیحت کا وہ سبق یاد دلاتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔ نماز جنازہ جسے بطور رسم ادا کیا جائے کہ اگر ہم شریعت
نہ ہوتے تو برادری کی خیر نہیں۔ اگر ہم اسے فریضہ سمجھ کر ادا کرتے تو کیا وجہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز
سے بھی زیادہ اہم اور فرض عین ہے اس میں غفلت کیوں ہے؟ واقعوں میں پیش آیا کہ میاں عبدال

کے چھوٹے بچے کا جنازہ لایا گیا۔ مولانا نے پہلے نماز ظہر پڑھائی پھر جنازے کے لئے آگے بڑھے اور

فرمایا: ”جو لوگ نماز ظہر میں شریک نہیں ہوئے اور الگ بیٹھے رہے کوئی سے ہوں وہ جنازے میں شریک

نہ ہوں۔ اس پر وہ الگ تو ہو گئے لیکن ہمیشہ کے لئے محتاط رہے۔ اور مولانا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے فرمان کی عملی تبلیغ کا حق ادا کر دیا جس میں کہا گیا ہے۔ نَصَرَ اللّٰهُ عِبْدًا سَمِعَ مَقَالَاتِي فَحَقَّقَهَا

وَوَعَاهَا دَاخِرًا اَوْ اٰخِرًا (الحديث) اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میرا مقالہ سنا اور

اسے یاد کیا اور محفوظ رکھا اور پہنچا دیا جنازہ میں تعجیل سنت ہے اس میں دیر کر لینے مولانا بتایا۔ ہو جاتے چنانچہ

مبارک ولد علی محمد گورانی کی وفات پر اپنے بار بار تاکید کی کہ خدا کے اس بندے کو جلد از جلد اپنے اصل مقام میں پہنچا دو

جب شریعت کی بہار آئی فرائض و احکام کی اس

حاسدین اور رواجیوں کو شک

پابندی اور جائیداد کی شرعی تقسیم سے بعض افراد

گھبرا گئے کہ اگر یہ نوبت رہی تو ہمیں ناجائز اثاثے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہمارے پاس یا ہمارے

بیٹوں کے پاس کچھ پھیپھیں ہمیشہ گان، والدہ اور بیٹیوں کو دے کر کچھ بھی نہیں بچے گا اور کچھ لوگ حسد کے

مارے گویا یہ کہہ رہے تھے ایسی بے لاگ بات اتنی جرأت سے، پھر جوانی میں اتنا غرور کہ بڑوں کو

خاطر میں نہیں لاتا۔ ہم بھی تو اس قوم کے فرد ہیں اس میں اور ہم میں اتنا فرق کیوں حقیقت یہ ہے کہ حق

بات آخر کار حق ہی ہوتی ہے۔ ضدی اور تکبر لوگ اسے کب پسند کر سکتے ہیں لوگوں نے بڑوں کو خدا اور

رسول کی بات نہ کہنے کا نام ادب رکھ لیا تھا حالانکہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ بڑوں کو حق بات کہنا ضروری بھی

ہے اور زیادہ کارگر اور موثر بھی، کیونکہ رعایا اور عوام کا بوجھ بڑوں کے سر ہوتا ہے اگر ان کی کل ٹھیک ہو

جائے تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔ القصہ آپ کی ان مساعی جمیلہ سے لوگوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی

ان کے اندر غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی کہ غریب خاندان کا ایک درویش ان پر سرداری کرنا چاہتا ہے۔

بالآخر اتباع رسول کی برکت سے مولانا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلکہ ہر نبی و ولی کا وہ اسوۂ حسنہ حاصل

ہوا جس کا ذکر سورہ انعام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شٰطِطِيْنَ اور جس طرح یہ آپ کے دشمن ہیں اسی طرح ہم نے بہت سے

الافس و الحزن یوحٰی لِعَبْسِهِمْ اِلٰی بَعْضِ شَرِّ اَیْدِی النَّاسِ اور سرکش جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا تھا

زُخْرَتِ الْقَوْلِ غُرُورًا ۵ وہ فریب دہی کی غرض سے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی
 سورہ اقامت آیہ ۱۱۲ ۱ خوش نمائیاں ڈالا کرتے تھے۔

تھانہ میں شکایت پہنچی تو تھانیدار نے جناب سردار خان سے دریافت کیا کہ تمہارا مولوی
 لوگوں کو قید کرتا ہے، حد لگاتا ہے، فیصلے کرتا ہے۔
 رقیبوں نے رپٹ لکھائی ہو جا چکا تھا نے میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زٹانے میں
 تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب حق بات سناتے ہیں کسی پر جبر نہیں کرتے کسی کی مرضی
 قبول کرے یا نہ کرے۔“

وَإِذَا رَضِيتُ عَنِّي كِرَامٌ عَشِيتِي | جب مجھ پر قبیلے کے شریف لوگ راضی ہیں تو اگر روزی
 فَلَا آلَ غُضْبَانَا عَلَيَّ لَنَا مُهَبَا | لوگ مجھ پر ناخوش ہوں تو مجھے

آخر حق بات کا بھی اس طرح بھی ظہور ہوتا ہے کہ سچا کھاں تے بھانبر چچا اے (روایت شاہ
 مولانا کی تحریر ملاحظہ ہو۔) جس شخص نے ان لوگوں کے آبائی دین کو مذہب قرار دینے کی مخالفت
 کی۔ صرف خدا و رسول کے حکم کا پابند ہوا تو ان لوگوں نے اس کو طرح طرح کے طعن و شتم کا نشانہ بنا
 جو ہر بلوغی اور خیانت خانگی کا مظاہرہ کیا۔

ان ہی دنوں کی بات ہے آپ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے کہ
علامت و نصیحت عشا سے فارغ ہوئے۔ عثمان خان قیصرانی نے آپ سے مخاطب

ہو کر کہا کہ میرا ایک عرض ہے۔

آپ کے عوام و خواص مخالف ہو گئے ہیں علمائے بھی آپ سے اختلاف کیا اب حکومت
 تک یہ بات جا پہنچی ان حالات میں کامیابی (یعنی شرعی احکام اور شرعی فیصلوں کا نفاذ) مشکل ہے
 آپ یہ طریق کار (بائیکاٹ اور سختی) چھوڑ دیں۔ ان الفاظ کا سننا تھا کہ مولانا جوش میں آ گئے۔

فرمایا میرا استاذ جیل میں رہا۔ میرے استاذ کا استاذ جیل میں رہا میں کیا ہوں۔ خدا کی راہ میں
 تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس راہ کو ترک نہیں کر سکتا۔

سہ یاتن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

امام احمد قدس سرہ جب تنہا رہ گئے تو چچا کی نصیحت پر کہ اور بھی تو علم و فضل رکھتے ہیں سب

اس راہ سے مہٹ گئے آپ بھی شاہی محضر نامے پر صاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔

يَا عِمْ رَاخَا كُمْ الْعَالِمُ وَجَهْلُ الْجَاهِلُ میرے چچا جان جب عالم حق بات چھپائے اور جاہل کو

فَصَاخَا يَتَّبِعُنِ الْحَقَّ پتہ نہ ہو تو پھر حق کب ظاہر ہوگا۔

وفات

باب ۷

مولانا استقامت علی الشریعت پر قائم رہے اور شریعت پر عہد و پیمان کرنے والے بھی سختی سے پابند رہے۔ اس سلسلہ میں سستی، دماہنت، رواداری اور مالوسی داخل نہیں ہوئی۔ ذرا بھی قدم نہیں ڈگمگایا اور کام کی رفتار بھی برابر جاری رہی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کا وقت آپہنچا جو ہر نبی اور ولی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَإِنَّ رَبِّي وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

مولانا قدرے علیل تھے گرمی کا موسم تھا ادھر دہوا میں گشتی اور بھاگ دوڑ واقعہ کا میدان تھا جو لٹری سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ محمود خاں گیک، عبداللہ

خاں ولد اللہ داد خان اور محمد موسیٰ خان ولد غلام علی خان، غلام حسن خان ولد علی خان میلے پر روانہ ہوئے تو مولانا بھی اپنے مطب کے لئے کچھ دوائیں اور شربت بنانے کے لئے انار خریدیں اور کنوئیں پر پیل بٹے لگانے کیلئے پودہ لینے کی غرض سے انکے ساتھ ہو گئے جو ادنٹ کجاوہ کرایہ کے شہر بان محمود خاں گیک تھا۔

خیر محمد خان ولد غلام علی خان گورمانی دہوا میں پٹواری تھے وہ کہیں باہر دورہ پر گئے ہوئے تھے ان کی معرفت جہاں ان کا قیام تھا کھٹیک ڈیرہ پر جا رہے ایک رات قیام کیا یہ لوگ میلے میں مصروف ہو گئے اور مولانا نے ڈیرہ پر آرام کیا۔ انار اور دیگر دوائیں خرید کیں۔ دہوا میں جیسنے کا مرض بھی پایا جاتا تھا جس سے آپ کی طبیعت اور خراب ہو گئی۔

مولانا نے عبداللہ خاں ولد اللہ داد خاں کو حکیم کے پاس اپنی تکلیف کی دوائی لانے کے لئے بھیجا وہ دوائی لائے کہتے ہیں کہ آپ نے کہا۔ یار! میں نے آپ کو یہ دوائی تو نہیں کہی تھی بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ازراہ تعجب فرمایا کہ کیا تو میرے لئے یہ دوائی لائی ہے؟ یہ کیا اور بسم اللہ پڑھ کر نوش جان فرمائی گویا زہر کا گونٹ تھا۔ جو آپ نے پی لیا۔ دوائی لانے والی بات تو درست ہے باقی سارا افسانہ معلوم ہوتا ہے

وكان من دحي مولانا محمد بخش وليقول من يكون مثله دجبل لحد اوصافه

عبداللہ خاں مرحوم مولانا محمد بخش کے مداحین میں سے تھے۔ خوب بات ہوتی تو کہتے مولانا محمد بخش کی طرح کون ہو سکتا ہے اور ان کے اوصاف بتا کر گنگ جاتے۔

الغرض شام کو گھر واپس آگئے۔ تیسری رات ہوئی جلاب لگ گئے۔ ایک سے دوسرا کپڑا

ادھ سے بھر جاتا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کا نام درو کرتے رہے۔ آپ کی بڑی بھانجی کپڑے صاف کرتی جاتی۔ ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ بتیں تینتیس سال کی مختصر سی بہشتی عمر پا کر استقامت کا یہ کوہ گراں وارث دین نبی، محمد عظیم کے سرسبد، قوم کی متاع عزیزہ، خاندان کے چشم و چراغ، والد کے درقیمت ثمریت کی آبرو، آرزوؤں اور امنگوں کا تحفہ لئے ہوئے نئے شباب کے ساتھ نازہ دم بارگاہ ایزدی میں پہنچ گئے۔

کام تھے عشق میں بہت پریمیر ہم تو فارغ ہوئے شبابی سے

لیکن وطن عزیز، علاقہ اور خستہ حال قوم اور بے بس بے کس ماں کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ۱۳۲۱ھ میں یہ سانحہ پیش آیا۔

آپ کی وفات آپ کے آبائی مکان میں ہوئی جو بستی کی مسجد سے جنوب مشرق میں واقع تھا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

ردی گل سیر ندیم و بہار آخر شد

۱۔ غلام حسن خان ولد علی خان کہتے ہیں کہ موت کا معاملہ اچانک پیش آیا واپسی کے دوسرے دن میں صبح کے وقت آپ کے گھر پہنچا۔ دیکھا تو آپ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ خالہ صاحبہ بڑی پریشان ہے آپ نے فرمایا اگر داوری ہند و حکیم جو آپ کا شاگرد تھا اسے بلا لایا اس نے معائنہ کیا خالہ صاحبہ کے سامنے تو ادھر ادھر کی دوائیں بتلا دیں۔ باہر آیا تو کہنے لگا کہ معاملہ مشکل ہے میں نے ہر چیز اصرار کیا کہ آخر تکلیف کیا ہے اس نے کچھ نہ بتلایا۔

ادھر جھوک چھتری سے مجھے پیغام آیا کہ تیری ہشیرہ بیمار ہے مولانا نے فرمایا کہ میں تندرست

مہر تاقو میں چلا جاتا آپ وہاں چلے جائیں مجھے خبر ہے۔ میں وہاں گیا دوسرے دن قبرستان سے گزر رہا تو لوگوں کو دیکھا مجھے وسوسہ پڑ گیا۔ قریب آیا دیکھا تو خدا تعالیٰ کی امانت پر خاک کر چکے تھے۔

۲- کہتے ہیں کہ جناب سردار خاں سب سے پہلے پہنچے آپ کی حالت کو دیکھا اور فرمایا "جوان ختم ہے"

۳- شیخ عبداللہ راوی ہیں کہ میں جانور دل کو کھیت میں چرانے کے لئے گیا ہوا تھا تو مجھے آپ کی وفات کی اطلاع ملی میں دوڑا آیا اور آتے ہی جنازہ میں شامل ہو گیا۔ مولانا یار محمد صاحب مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی آپ اپنے آبائی قبرستان دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر چھوٹے چھوٹے پتھر والی مشہور معروف ہے۔

موت کا چاہ بھنگڑ والے پر گزرتے ہوئے کبھی یہ خیال بھی گزرتا ہے؟ یہ ایک حقیقی عاشق کا صدمہ مسکن رہا ہے۔ نہیں۔

بلکہ اب یہ ایک بے نشان ویرانہ ڈگر ہے جو برابر آپ کے ماتم میں شریک ہے کہ یہاں وہ تھا جس نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عرفان و ایقان کے جام بھر بھرا پلائے۔ اس جھونپڑے میں قضا شرعی کے محکمہ کا سرخیل رہتا تھا اس کے سامنے بڑے بڑے جابر جہ سنائی کرتے خدا اور رسول کے بغیر یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا تھا۔

قَفَا بَنَکَ مِنْ خَبِیْبٍ وَ عِرْفَانٍ وَ رَسْمَ عَفْتِ آيَتُهُ سُنْدَانِ

اچھڑ جائیرے دوستو ہم جی بھر کر دو لیں دوست اور اس کے لبیرے پڑ اور اس آبادی پر جس کے آثار کچھ مدت سے مٹ چکے ہیں۔ ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں۔

مولانا نے احیاء شریعت کا بیڑا اٹھایا تھا اور آپ کی موت پر ہی یہ کام ختم ہو گیا پھر وہی جاہلانہ رسمیں وہی بے دینی اور ردِ احیاء دین و ذکر آیا معلوم ہوتا

ہے کہ قوم کے دُیروں نے کچھ رسمی افسوس مولانا کی موت پر ضرور گرائے ہوں گے لیکن افسوس شریعت اور اسلام کا ماتم کسی نے بھی نہیں کیا موت تو ہر فرد کی اپنے وقت پر مقرر ہے مگر قرنہا قرن بعد

جو فرد کسی قوم پر خدا کا عطیہ ہوتے ہیں ان کی باقیات صالحات کا زندہ رکھنا اور اپنے پیشرہ کا جانشین پیدا کرنا اصل مسئلے کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔ ہماری قوم شروع سے اسی کھران کا

شکار سہی حالانکہ سعادت مند اور خوش بخت قوم کا نشان تو یہ ہوتا ہے۔
 اِذْ مَاتَ مِنَّا سَيِّدُ قَامٍ سَيِّدٌ قَوَّوْلٌ لِّمَا قَالِ الْكَرَامُ فَعُوْلُ

نیم وہ ہیں کہ جب ایک سردار ہم سے اٹھ جاتا ہے دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے پھر وہ وہی کہتا ہے جو بزرگوں نے کہا تھا اور وہی کرتا ہے جو بزرگوں نے کیا تھا۔

مولانا مرحوم کی مدح سرائی کرنے والے تو بہت ہیں آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والا ایک متنفس بھی آپ کے بعد ایسا نظر نہیں آتا جن نے اس عمل شریعت کو اپنی ذات پر جاری کیا ہو۔
 جب ہم دیکھتے ہیں کہ سردار خاں اور ان کے فرزند نور محمد خاں ذیلدارنگی جائیداد شرع پر تقسیم نہیں ہوئی بیوہ بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کا حق تلف کیا گیا بلکہ شجرہ نسب میں بیٹیوں کا شمار ہی نہیں کیا گیا تو جگر پاش پاش ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ تو مولانا مرحوم کے اول و آخر تک موید رہے جب ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا شکوہ۔

ذرا انتقال وراثت کے بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ جلسہ عام میں نور محمد خاں نمبر دار دیہہ سپر متوفی بٹناخت ذاتی وراثت سردار خاں متوفی بختی خود تصدیق کی۔ لہذا داخل خارج وراثت سردار خاں متوفی بختی نور محمد خاں واحد لیسر ش منظور ہے۔

دستخط افمنہ بحروف انگریزی تہری جنوبی ۱۳ ۹/۳۶

۲۔ نور محمد خاں کی جائیداد بنام لپران بغیر ذکر بیوہ و دختران

شجرہ نسب

نور محمد خاں

غلام قادر خاں

اللہ بخش

خدا بخش

انتقال جھوک بندو دستخط بحروف انگریزی ۱۹ ۱۱/۳۳

اغلب یہ ہے کہ مولانا مرحوم قوم کی شرع محمدی سے بے اعتنائی اور رواج پذیری کے اندوہ

والم میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ عالم بالا سے جو پیغام قوم کے نام آپ لائے تھے خود اس

کی بہاروں کے چند مناظر کا اپنی ذات سے مطالعہ کیا اور چل دیئے پھر واپس آئے کی بات نہ کی۔

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چون مسیح باز پس رفتی و کس قدر تو شناخت درین
 مجلس عام حصہ شرعی وراثت محمد بخش متوفی بنام مسماۃ بختاں بیوہ خان محمد
 انتقال وراثت ۱۴ غلام محمد، کوراپہران حسن بچہ برابر ۱۴ حسب صورت جدید منظور

ہے ۱۹/۱۲ دستخط افسر حلقہ (A-G-U)

رپورٹ پڑاری و تصدیق
 گرو اور وقانوگرو
 جناب عالی محمد بخش کھیوٹ دار لاولد فوت ہو چکا ہے رپورٹ عرض ہے (دستخط پٹواری)
 اندراج سابق درست ہے (دستخط گرو اور وقانوگرو ۱۴)

عرصہ ایک ہفتہ

تاریخ انتقال

جھوک بندو

موضع

۱۵۰

نمبر انتقال

توضیح۔ مندرجہ بالا رپورٹ انتقال ۱۴ ۲۵ صفر ۱۳۴۱ھ بروز منگل سے آپ کی وفات
 ایک ہفتہ قبل واقع ہوئی۔ عمر تخمیناً حضرت مسیح کی عمر کے برابر تیس سال پائی۔ اس اعتبار سے ولادت
 ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء بنتی ہے۔ واللہ اعلم

روایا صا | حدیث میں ہے مبشرات یعنی مومن کے لئے خوشخبروں کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ جاری ہے وہ ہے روایا صا لکھ نیک خواب اپنے متعلق دیکھے یا اس کے

متعلق کسی کو نیک خواب دکھائی دے۔ مرنے والے شخص کے بارے میں معلومات و تبشیر کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ صوفی غلام حید خاں گولانے مولانا محمد بخش مرحوم کی وفات کے بعد دیکھا کہ آپ ایک محل میں موجود ہیں ایک بکری روزانہ آکر آپ کو دودھ پلا جاتی ہے اور پھر واپس اپنی چراگاہ میں چلی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچہ ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ فنا اولتہ یا رسول اللہ۔ حاضرین نے دریافت کیا آپ نے اس سے کیا تعبیر لی ہے۔ فرمایا۔ ”العلم“ علم مراد لیا ہے۔

ایک تو مولانا مرحوم کو تازہ دودھ پلایا جاتا ہے۔ دوسرے صبح شام چراگاہ میں چرنے والی بکری کا۔ سبحان اللہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے اور شریعت کے نفاذ کی کسی جزا ہے۔ جو صدقہ جاریہ کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے۔

اے اقوام | آنکھ جس کو دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں۔ محویت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی اے اقوام گورمانی تمہارے اسلاف کیا تھے اور تم کیا ہو گئے ان کے ساتھ خدا کا معاملہ کیسا تھا اور تمہاری اتنی بر حالت کیوں ہو گئی ہے۔

۱۔ وہ باوجود مفلوک الحالی اور ناتوانی کے سرداری کا تاج پہنے ہوئے تھے اور لوگوں کے اعتماد کی آماجگاہ بن گئے۔ اطراف و اکناف دور دراز سے عوام کی عزت و آبرو جان و مال کے مقدمات میں فیصل و امین سمجھے جاتے تھے اور آج تم کھصمف ماکول گرے پڑے بھوسے کی طرح بیچ سمجھے جاتے ہو۔ اور اپنوں ہی کے ہاتھوں تمہیں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑ رہی ہے۔

۲۔ ایک وہ تھے کہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر کے شریعت کو اپنی جان مال پر متصرف سمجھتے تھے اور ایک تم ہو کہ علاقائی و قومی برادری اور خاندانی تعصبات اور جکڑ بند یوں میں مصروف ہو

کر آپس میں دست و گریبان ہو۔

۳۔ ایک وہ تھے اپنے گھروں سے خدا کا گھر بلند و بالا بنانے میں لگے رہے اور اسی گھر کی رونق کو اپنی رونق اور اپنی بلندی کا طرہ امتیاز یقین کرتے تھے۔ ایک تم ہو کہ خدا کے گھر کا راستہ ہی نہیں پہچانتے اس کے بجائے اپنی بیہودہ محفلیں گرم کر رکھی ہیں۔ جو خدا کی یاد اور نماز سے بہت بڑی رکاوٹ کا باعث ہیں۔

۴۔ ایک وہ میر حشم، دشمن نواز تھے۔ چور کے راستے مہٹ جاتے تاکہ وہ مالک کو دیکھ نہ سکرے۔ ایک تم ہو کہ اپنی محرم عورتوں، ماں، بیٹی، دادی، بھو بھائی، وغیرہ کے شرعی حقوق وراثت اور مالکانہ عصبانے بیٹھے ہو۔ اور پھر خسارے اور نامرادی کی اس تجارت کی وجہ سے اپنے اندر فخر محسوس کرتے ہو اور اپنی برتری کی دلیل گردانتے ہو۔ فہار جعتے تجارت تم و ما کا لدا مہتدینے۔

۵۔ تم دینی شعائر سے بے بہرہ، دینی تعلیم سے ہی دامن، مصائب تنگدستی اور قرضوں کے بوجھ سے گراں بار، خدا ہی ہے جو تمہاری مدد کرے نہ ذکر خدا ہے اور تمہیں فکر معاش۔

۶۔ کتنے وسیع تر قہر اراہنی کے تم مالک تھے مشرق و مغرب میں دریائے سندھ اور کوہ سلیمان اس کی حد بندی کر رہے تھے لوگوں کو سمہائیگی کے لئے تمہارا نشان اور پتہ بتایا جاتا تھا تمہاری زمینیں سونا اگل رہی تھیں۔ اتنی برکات کہ غلہ سمایا نہیں جاسکتا تھا اس کے باوجود تمہاری آبادیاں ایک دوسرے کے قریب تر تھیں دکھ درد اور خوشی و غمی میں شریک، آپس میں متفق و متحد اور غیرت و حیا کے تم مجسمہ تھے دشمن نظر اٹھا کر تمہاری طرف دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن آج تم سمٹ کر رہ گئے ہو۔ دشمن نے تمہارے اندر کئی ایک گروہ بنائے ہیں اس گروہ بندی کی وجہ سے تمہیں آپس کی دشمنی کے بغیر اور کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر اپنی اپنی آبادی میں اپنے اپنے بسیرے بنائے ہیں۔ جگہ کے اس بُعد کے ساتھ ساتھ تمہارے دلوں میں بُعد اور کافی فاصلہ پڑ گیا ہے۔

انہوں نے تم نے خدا تعالیٰ کی حمایت و نصرت کے سارے اسباب کھو دیئے ہیں۔ واقعی تم سے کوئی ایسا تصور سرزد ہوا ہے جس نے خدا تعالیٰ کی توجہ تم سے ہٹا دی ہے۔ تم اس کی رحمت کے

مستحق نہیں ہے تم نے وہ سب عہد بھلا دیئے جن کا تمہارے بڑوں نے اپنی اور تمہاری بھلائی کے لئے اجتماعی طور پر خدا تعالیٰ سے نچتہ عہد کیا تھا۔ یعنی مولانا محمد بخش کے دوست حق پرست پر فرائض کی سچا ادوری خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی اور اشد کی شرعی تقسیم عورتوں کے پرچے کا التزام اور تمام معاملات میں اور اپنے سارے تنازعات میں اللہ اور رسول کو حکم اور فیصلہ تسلیم کرنا۔

۶۔ ایک وہ تھے جن کے اشارے سے ابراہیم رحمت برستا تھا۔ ان کی خشک اراضی، تھری منہ تھمتا والا منہ کے چمنستان کا نظارہ پیش کر رہی تھیں اور آج تم ہو کہ بارش کے قطرے قطرے کو ترستے ہو۔

حکایت حسن اور ابراہیم برادران ولد گامن خان گورمانی سکھ چاہ گوگن والا جامع مسجد لٹری جنوبی میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد سے نکل رہے تھے حسن خان نابینا تھے ابراہیم نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ تو ابراہیم چھوٹے بھائی نے شکایت کی کہ زمین میں سسکی پیدا ہو گئی ہے۔ بیلوں سے کاشت کرنے کی نہیں بیل لگ کرے ہو رہے ہیں۔ سسکی سستے ہیں۔ اس زمین کو جو رو دو گویا کے پانی سے سیرابی سے اور اپنی طاقت سے پھٹ کر اوپر کو اٹھ جائے شکاف پڑ کر گز نصف گز کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اتنی سخت ہو کہ ہل چلانا مشکل ہو جائے حسن خاں نے جواب میں کہا مزاحاً اگھی لے آئیں اور سسکی پر چھڑک دیں تاکہ سسکی ٹوٹ جائے۔ ابراہیم نے کہا ”اندھے“ گھی کہاں۔ تم بادل کی بدلی نہیں پھوڑ سکتے؟

حسن خاں نے کہا مجھے تو توفیق نہیں۔ تجھے ہے تو ایسا کر دکھاؤ۔ ابراہیم جوش میں اپنے کرتے کا دامن بل سے کر بیٹے رہے اور کہا یہ دیکھو بدلی پھوڑ رہا ہوں۔ بدلی پھوڑ رہا ہوں! بدلی پھوڑ رہا ہوں۔ ابھی گھر نہیں پہنچے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور زمین جل تھل ہو گئی۔ اور سسکی کا نام و نشان نہ رہا۔

واقعی اللہ کے بندے ایسے اگر پیشگی اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالیں کہ یہ کام یوں ہو گا تو اللہ تعالیٰ انکی اس امید و حجت اور یقین کو لپرا کر دیتا ہے اور انہیں اپنی قسموں میں حانت نہیں ہونے دیتا

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلٰى اللّٰهِ لِابْتَرَا (الحديث)

حدیث شریف میں آیا ہے پاتنخ باتوں میں پاتنخ اثر لازمی اور ضروری ہوتے ہیں۔
۱۔ اجتماعیت اور بحیثیت مجموعی کوئی طبقہ عہد شکنی کرے تو ان کا دشمن ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ جو فرقہ شریعت کے حکم کو ٹھکرا دے اور رشوت لے کر خدائی حکم رد کر دے تو اس میں فقر و فاقہ اور معاشی تنگدستی جاری و ساری ہو جاتی ہے۔

۳۔ کسی فرقے میں علانیہ زنا اور لواطت رائج نہیں ہوتے مگر ان پر موت مسلط ہو جاتی ہے یعنی اس قوم کے نو عمر کام کے آدمی ہمیشہ موت کی آغوش میں سو جاتے ہیں۔

۴۔ اگر کوئی فرقہ پیمائش اور وزن میں کمی کرتا ہے تو ان کے ہرے بھرے کھیت ویران اور قحط ال پر مسلط ہو جاتا ہے۔

۵۔ کوئی فرقہ تارک زکوٰۃ جو زکوٰۃ دینا بند کر دے مگر اس پر باران رحمت روک دی جاتی ہے اور اس کی بکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

خدا را سوچتے وہ کون سا عذاب ہے جو ہمارے سر پر مسلط نہ ہو۔ کاش اپنی سنگدلی حق فراموشی اور عہد شکنی جیسے گناہوں سے ہم سب مل کر توبہ کرتے اور اپنے وارفتہ اعزاز کی سند دوبارہ حاصل کر لیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

سیرت و اخلاق

اصلاح و تعمیر | مولانا محمد بخش پر اللہ تعالیٰ کی نوازش علم و عمل کے ساتھ اصلاح و تعمیر اجراء شریعت کی جو کیفیت راہِ سخنہ ان میں موجزن تھی یہی ان کی سیرت و

اخلاق کا ممتاز حصہ ہے۔

استاذ کا پرلو | احتیاط اور ورع کے عنوان سے مولانا محمد بخش کے متعلق باہتوں کے ساگ کا واقعہ باب ۳ میں گزر چکا ہے کہ والدہ کی مہڈ یا اس لئے الٹ

دی کہ باہتوں کا ساگ جو مزارِ اعران کے پانی کے بہاؤ کی جگہ سے ان کی مرضی کے بغیر ہے حالانکہ انہوں نے اسے کاشت کیا اور نہ بالقصد پانی دیا تھا۔ بدشگ شاگرد اپنے استاذ کا پرلو ہوتا ہے اس کے ساتھ اگر آپ کے استاذِ حدیث مولانا محمد یحییٰ کا ندھلوی قدس سرہ کے متعلق چند حروفِ مکرر پڑھ لیجئے جو آپ کے تذکرہ میں آچکے ہیں۔ تو کیا ہی اچھا ہے۔

سرودی کے زمانے مدرسہ میں کھانا آتے آتے ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے اندر نہیں بلکہ باہر رکھا جیتے تھے اس کی پیش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تو یہ فرما کر دو تین پے براہِ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا۔ تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔ (آپ بیتی ص

جلال و جمال | جلال کا نظارہ بھی سامنے آتا ہے جو بظاہر غیظ و غضب کی صورت اختیار کر لیتا ہے لیکن بائیں ہمد اول و آخر وہ منزل کی طرف ایک اور قدم ہوتا ہے

جس کا پہلا اثر یہ دیکھا گیا ہے آپ کی ناراضگی کے باعث حاضرین میں شریعت پر اور زیادہ خشکی پیدا ہوتی ہے اور آئندہ کے لئے انہیں ثابت قدمی اور یقین حاصل ہو جاتا ہے

۲۔ باب علوم و استغفار اور بے نیازی کے سلسلے میں ہے کہ والدہ سے مخاطب ہو کر لاٹھی دیوار پر جے ماری جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور فرمایا میں چاہوں تو اس دیوار سے بھی خزانہ

نکل آئے دنیا تو میرے قدموں میں ہے۔

اس بیان سے مجھے خواجہ محکم الدین اویسی کا واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرید نے اکسیر اعظم کی ایک پوڑیہ نذر کی اور عرض کیا کہ آپ کے خادمان بارگاہ کے غریح خوراکیں اور دیگر ضروریات کے لئے کافی ہے آپ کے ساتھ وہ شخص باہر کو نکلا آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے استنجا کا ڈھیلہ لے کر کھڑے کہ اس شخص کے سامنے زمین پر پھینکا۔ پھینکتے ہی اس شخص کے گرداگرد کی زمین زرخیز سرخ بن گئی۔ فرمایا مجھے تیرے اکسیر کی کیا حاجت ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت سے میرا بول و براز اکسیر ہے یہ دیکھ کر پاؤں پر گر پڑا۔ اور راہ خدا دریافت کی۔

آپ نے فرمایا تو تو اپنے خیال میں خداوند کریم کی جناب سے روٹی کی بھی حاجت نہیں رکھتا خدا کو کیونکر پائے گا۔ کیمیا سازی سے توبہ کرو۔ تو پھر ہم تم کو راہ خدا بتا دیں گے اس نے توبہ کی اور آپ کی توجہ سے اصل حق اور مقرب بارگاہ ربانی ہوا۔

واقعہ
شیخ عبداللہ کہتے ہیں میں کچھ عرصہ بیمار رہا۔ حجام میرے پاس آیا میں نے
کہا نیچے ڈاڑھی کا حصہ لے برادری کے آدمی بھی جمع تھے۔ حجام مجھ پر ہر طرف سے

ہوا کہ کیا میں پانچ روپے جرمانہ ادا کروں؟ جب لوگ چلے گئے تو اس نے ڈاڑھی کا دراز زیادہ حصہ لے لیا۔ مجھے پھر معمولی سا بخار ہو گیا۔ اتنے میں مولانا اپنی عادت کے مطابق کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد عبادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ میرے خالہ زاد کیسے ہیں۔ اندر آئے ادھر میں اپنے بستر سے اٹھا آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی۔ دیکھتی ہی فرمایا اچھا رہیاری میں، ایمان بھی گیا۔ اور جلدی سے باہر نکلے ہیں نے کہا، معافی۔ فرمایا معافی اپنے خدا سے مانگو۔ شیخ موصوف کہتے ہیں جب تک میں تندرست ہو کر آپ کے پاس حاضر نہیں ہوا اس وقت تک آپ کبھی میرے پاس نہ آئے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احب اللہ والبغض اللہ واطاع اللہ

اللہ ومنع اللہ فقد استكمل الایمان

شرعی تقسیم وراثت حیب ہم مولانا کی زندگی کا موضوع تلاش کرتے ہیں تو عبادات میں نماز اور معاملات میں شرعی تقسیم وراثت کے مسائل نمایاں نظر آتے ہیں اور پھر

اس میں اس قدر شدت سامنے آتی ہے کہ دوسرے کسی مسئلے میں نظر نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ لوگوں میں صدیوں ایک بڑا کھنڈہ مرض نماز میں غفلت ہے اور مستحق وارثوں کی ناجائز قبض کردہ اراضی اور جائیداد جو انہوں نے یا ان کے آباؤ اجداد نے غصب کر رکھی تھی اور ان سے دستبردار ہونا ان کے لئے موت سے کم نہیں۔

ہمارے یہاں بڑی بڑی جاگیروں کے ارتکاز کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سی زمینوں میں سالہا سال سے وراثت جاری نہیں ہوئی۔ اسلامی حکومت ایسی زمینوں کی تحقیق کے لئے بھی ایک بورڈ قائم کرے جو ایسی زمینوں کو ان کے شرعی مستحقین میں تقسیم کرے اگر اسلام کا قانون وراثت صحیح طریقہ سے جاری ہو تو ایک ہاتھ میں بڑی بڑی جاگیریں جمع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے دشوار گزار راستے سے جو شخص گزر جاتا ہے دیگر تمام شرعی اعمال و افعال اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں لیکن یہ اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ حج عبادت کر کے بھی صحیح وارثوں کا حق واپس کرنے سے کبیدہ خاطر نظر آتے ہیں۔

باقی رہی اس مسئلے میں مولانا کی شدت تو یہ کہ متبع سنت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت میں طبعی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ بے نمازیوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ حدیث شریف میں معروف و مشہور ہے اور وراثت میں یہ واقعہ کہ ایک شخص نے موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کئے اور وارثوں کو محروم کر دیا۔ سوا اس کے اس کا کوئی اور مال نہیں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو تین حصوں میں تقسیم کر کے قرعہ اندازی کی اور کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا و قال لہ قولا شديدا (رواہ مسلم) اور آزاد کنندہ کے بارے میں سخت

الفاظ کہے۔ نسانی کی روایت میں ہے۔ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فِي عِزِّ كُرْچیاں
کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔

ابوداؤد میں ہے لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنَ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ۔ اگر
میں اس کے دفن ہونے سے پہنچ جاتا تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا۔

دیکھئے ایک شخص نے کسی حق عصب نہیں کیا بلکہ موت کے وقت غلاموں کو راہ اللہ اور
جیسی نعمت سے نوازا تھا۔ اس کے صمن میں دارثوں کی محرمی بھی لازم آگئی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے کیسی زجر فرمائی آپ نے اس کے جنازے پر اپنے نماز پڑھنے کا عزم فرمایا اور
مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے کی وعید سنائی۔ لیکن اسنوس اب مسلمانوں کے دل شریعت
کی عزت و حمیت سے سرد پڑ گئے۔ انہیں اس قسم کی بات محسوس تک نہیں ہوتی وہ اسے ناروا
سمجھتی اور تشدد پر محمول کرتے ہیں۔ فَيَا لِلْعَجَبِ

تواضع اور خدمت بزرگی کا پہلا اور آخری زینہ یہ ہے کہ خلق خدا کے ساتھ تواضع سے
پیش آنا اور خدمت کو اپنا وظیفہ بنانا۔ یہ وصف مولانا میں بکثرت

موجود تھا آخر جس نے بڑے مدارس کی شیخ المشائخ قبول نہ کی اور امراء کی پیش کش ٹھکرا دی اور کہ
میں نے اپنی زندگی اہل وطن کے لئے وقف کر رکھی ہے اس سے بڑھ کر تواضع اور خدمت کی
کون سی مثال ہو سکتی ہے۔

واقعہ مولوی غلام حسن صاحب قیصرانی (متوفی چاہ بخشے والا بیانیہ) المتوفی ۱۳۶۶ھ
فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھے جناب سردار خاں کے پاس دعوت کی ضرورت پڑی

مولانا محمد بخش کو واسطہ بنایا جب سردار خاں کے پاس پہنچے تو وہ سوئے تھے۔ مولانا آہستہ سے
سردار خاں کے پاؤں دبانے لگے۔ ان کی نیند کھلی گھبرا کر اٹھ بیٹھے دریافت کیا اور فرمائش پوری کی

واقعہ جناب سردار خاں گھوڑے پر سے گرے ایک پاؤں میں زیادہ پرت آئی اور
گھٹنہ اپنی جگہ سے مٹ گیا چارپائی پر اٹھا کر دریا پار لے میں لے جانے کی

تجویز ہوئی سے جانے والے جوانوں میں مولانا محمد بخش بھی شریک تھے۔ ہر چند آپ سے کہا گیا آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے مگر نہ مانے اور ہر خدمت میں برابر شریک رہے۔ ادھر ڈاکٹر نے جناب سردار خان کو نشہ لینے کے لئے کہا مگر خالص صاحب نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض آپ اپنا کام کریں۔ آپ نے تسلیح ہاتھ میں لی اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر اپریشن کرتا رہا فارغ ہو کر اس نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا دیندار صابر شخص نہیں دیکھا۔

تقریر و تحریر | تقریر ایسی پڑاؤں میں سے ہے جو عزم اور حشوق علم پیدا کرتا اور لوگ یاد خدا اور فکر آخرت میں مستغرق۔ یہ کی سابق عید گاہ کے خطیب و امام حضرت مولانا نور محمد قدس سرہ کی فرمائش پر جمعہ میں آپ نے تقریر فرمائی سامعین پر وجد طاری ہوا اگر یہ وزاری سے ان کی آوازیں بندھ گئیں۔

خوشحظی اور تسکین نویسی میں آپ کی تحریر نہایت دلکش ہے۔ تقریر کی طرح عبارت و املا بھی موثر اور دلہیز ہے۔ عمل و اخلاص کے ہالے لکھتے ہیں۔

”عمل بغیر اخلاص قدر جو کا نہیں رکھتا اور اخلاص بغیر محبت امکان سے قدم فعل میں نہیں رکھتا“

دنیافانی کے بارے میں | اے میرے عزیز! ذرا بھر عقل سے کام لو۔ عمر عزیز کو ضائع مت کرو، جھوٹی ہوائیوں کے پیچھے مت پڑو۔ یہ دنیا بھٹما مٹا ہونے والی

ہے۔ نہ بلوہگی ہے گی نہ خانگی نہ برادری ہے گی نہ جو انگی بجز حبت خدا اور رسول و فرمانبرداری شرع کوئی چیز کام نہ آئے گی۔

چند ایک عبارات کا اقتباس استحکام الحاجات کے ذکر کے سلسلے میں پیش کیا جا چکا ہے، خدا تعالیٰ کی توفیق رفیق سے ”استحکام“ کی اشاعت پر قارئین کو مولانا کے علوم اور انداز بیان سے مزید آگاہی ہوگی۔

جرات و عزیمت | اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ وہ مسائل میں صاف اور نیچے بات کہیں تاکہ فریضہ ابلاغ کے ساتھ بات موثر ہو

دلوں میں بھی اتر جاتے۔ مولانا مرحوم بات میں تکرار کے عادی نہیں تھے پھر جو بات کہتے اساتذہ
 یک کر تسلیم تھی۔ مولانا محمد بخش کی آمد سے قبل لٹری جنوبی میں نماز جمعہ ہوتی تھی۔ دو روز اور علاقوں
 سے چہ خاص و چہ عام مولانا یار محمد صاحب کی اقتدار میں نماز ادا کرنے کے لئے آتے تھے جمعہ
 کی محفلیں پر رونق اور پڑ بہار ہوتی تھیں۔ اصلاح احوال کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا جو لوگوں
 کو ایک جگہ عبادت کے لئے جمع کرتا تھا۔ مگر مولانا محمد بخش کے منع کرنے سے جمعہ کا یہ سلسلہ بند
 گیا۔ آپ کے اساتذہ مولانا یار محمد صاحب مرحوم نے سر مو اختلاف نہیں فرمایا گو اس بات کی گنجائش
 تھی کہ جہاں قدیم ایام سے جمعہ شروع ہو اور ادھر قریبی بڑے قصبے نماز جمعہ سے خالی ہوں
 وہاں مصالح شرعیہ اس کے متقاضی ہیں نماز جمعہ کو بند نہ کیا جائے۔ لیکن دونوں بزرگوں کے
 اتحاد و اتفاق کی برکت اس کے سوا مزید مفید تھی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ (الْخَيْرُ قِيَاوَعُ)

افہام تفہیم

عبداللہ ولد اللہ داد خان نے آپ سے دریافت کیا کہ لوگ جمعرات کو مرنے
 والے کے متعلق کہتے ہیں کہ گناہوں سے پاک اور بخشا ہوا ہے؟ آپ

نے کوئی خاص توجہ نہ فرمائی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ٹی قیصرانی جا رہا تھا مولانا دوسرے
 راستے سے واپس تشریف لارہے تھے اس دن ایک ہندو مر گیا تھا۔ مجھے آپ نے دیکھ
 لیا۔ کہا عبداللہ خان ادھر آؤ، قریب ہوا تو فرمایا، دیکھا رمضان مبارک ہے اور جمعہ کا دن
 ہے یہ ہندو مر گیا ہے کیا اس کی بخشش ہوگی؟ میں نے کہا معافی چاہتا ہوں۔ اب میں اچھی
 طرح سمجھ گیا ہوں۔ مولانا نے فرمایا عزرائیل بہت ہیں اور دن بھی سب اللہ کے ہیں لیکن اس
 ہندو کو جہنم رسید کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ایمان اور عمل کام آتے ہیں۔ اگر داری کر اڑدی
 کیا جمعرات اے

مجلس احباب

اپنے احباب کے ساتھ گھل مل کر رہتے۔ خوش مزاجی اور خوش طبعی
 کے لئے مختلف موضوع چھیڑ دیتے کٹھے کھانا کھاتے۔ صبح و شام

کاروبار سے فراغت کے بعد محفل قائم ہوتی۔ شرعی احکام و آداب کے ساتھ ایک دوسرے

کے غم میں شریک ہوتے لوگوں کے حالات پر بحث کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت "یَسْأَلُ عَمَّا فِي النَّاسِ" آپ دریافت کرتے رہتے کہ لوگ کس حال میں ہیں یا تازہ ہوتی اور اپنی حیثیت کے مطابق پیش آمدہ حالات کا مداوی کرتے۔ بایں ہمہ بعد نماز عشاء دوڑنے کی اور ایک دوسرے کو پکڑنے وغیرہ کھیلوں سے ان کا دل بہلاتے

مزاح چھوٹی بچیوں کا خیال ہے کہ حقہ پینے والا شخص اگر ان کی گڑیا کے قریب سے گزر جائے تو وہ اندھی ہو جاتی ہیں۔ مولانا جب ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے دیکھ لینا کہیں حقہ والا شخص تو تمہارے پاس سے نہیں گزر رہا؟ وہ فوراً اپنے گڑیا چھپا لیتیں۔

آبائی پیشہ آبائی دستکاری اور مہر مندی کاوش و محنت اور منت مہی استاد کے بغیر خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ باعث برکت اور موجب طمانیت ہوتی ہیں دیگر غیر آبائی صنف کاری کی بیکاریوں کے باوجود آدمی اس پیشہ سے بے مہر نہیں رہ سکتا اور نہ ہی بھوکا رہ سکتا ہے۔ داؤد علیہ السلام کی صفت رہا حقہ کی کمائی پر عمل آبائی پیشہ مہر اپنانے سے کہ حقہ حاصل ہو سکتی ہے۔ مولانا کاشت کار کے بیٹے تھے۔ مولانا کو بھی کاشتکاری اور ہل چلانے پر فخر تھا بغیر تنگ و عار کے زندگی بھر اس عمل کو اپنائے رکھا۔ اور ضرورت پڑنے پر کسی کی محتاجی و نیاز مندی کے بغیر اپنے ہاتھوں کام سرانجام دے دیا۔ آپ نے ایک دفعہ اپنے گھر کے لئے جو مسجد سے جنوب مشرق میں واقع تھا قلعہ مارنا چاہا۔ رقبہ شریک شخص نے اگر روک دیا۔ آپ نے تین کرم غالبانگی کی جگہ چھڑ کر اپنے بیوں سے قلعہ مکمل کر کے علی طور پر تنازعہ ختم کر دیا۔

سادگی محمد موسیٰ ولد غلام علی خان راقم حردن کے والد نے مولانا کے بیوں کے گلے بجنے والے جرس ڈال دیئے آپ نے دیکھا تو فوراً اتار دیئے اور کہا موسیٰ خان میرے بل یہ نہیں پہنتے "جہاں کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطراب تک نہ

ہو تو جواز کا حکم ہے، لیکن چونکہ بیل گھوڑے وغیرہ کے گالے میں محض تفاخر اور زیبائش کے لئے باندھتے ہیں اور کوئی ضرورت نہیں ہوتی لہذا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے مع کل جر من شیطان

والد سے محبت | والد کا بیٹا یہ طالب علمی میں سر سے اٹھ گیا تھا ان کی صرف والدہ ہی تھیں جس کی خدمت بڑی سعادت سمجھتے تھے اور والدہ بھی آپ کے وجود باسعود سے چشم مار و شن دلِ ماشاء تھیں۔ آپ کی والدہ کی ہم عمر عورت نے بطور محاورہ کے آپ کی والدہ کو ”مرجائے تو“ کے الفاظ کہہ دیئے، مولانا سنتے ہی ناراض ہوئے اور کہا کیوں۔ ”خدا کا مذاق کھاتی ہے ایسی بات مت کرو“ خاندان میں جو بزرگ عورتیں آپ کو جوانی اور اولاد کی دعائیں دیتی تھیں آپ ان سے درخواست کرتے میرے لئے یہ دعا کیا کرو ”شالا اللہ راضی ہووی“

کتابخانہ | آپ اپنے اوقاتِ عزیزہ مطالعہ میں بسر کرتے تھے۔ کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا جو بعد میں ضائع ہو گیا طلبِ یونانی کی کتب حکیم عبدالحبار اٹھا کر لے گئے۔ ابنِ ماجہ شریف (الغامی) شرح فقہ اکبر اور بہتان المحدثین فارسی اور تانچہ صرف قلمی وغیرہ آپ کے استاد مولانا یار محمد صاحب کے کتب خانہ میں چلی گئیں اور چند رسالے آپ کے خالہ زاد بھائی مولوی غلام محمد صاحب کے ہاتھ لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے آپ کی کتاب استحکامِ الاجتہاد مولوی صاحب موصوفی کی کتب میں محفوظ تھی جسے دوبارہ زندگی مل گئی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت استاد مولانا یار محمد صاحب کا کتب خانہ آپ کے صاحبزادے ہمارے استاد مولانا محمد عبید اللہ مرحوم کے بعد کوڑیوں کے عوض فروخت ہوا۔ اپنی فراہم کردہ اور مولانا محمد بخش صاحب کی کتب میں سے کوئی ایک خاص کتاب۔ بھی اب ان کی اولاد و احفاد کے پاس نہیں ہے۔ فیا للعجب

ت (۱) خدا تعالیٰ کا خزانہ اس کی رحمت اور علم لٹنے والی چیزیں نہیں ہیں
ملفوظات اور نہ ہی ان کی کوئی حد ہے۔ دستار فضیلت تو بطور اجازت کے فارغ

ہونے والوں کے سر پر رکھی جاتی ہے کامل ہونے کی سند نہیں ہے، (یہ مولانا کا اپنی طرف اشارہ ہے)
۲۔ قرض کا کوئی کفارہ نہیں جب تک اسے ادا نہ کیا جائے یا قرض خواہ معاف نہ کرے معاف نہیں ہو سکتا
۳۔ قبلہ رخ ہو کے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ ایک دفعہ جوش میں آکر اپنی والدہ سے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر لاٹھی سے مار دوں
تو یہ دیوار رو پے اگلنے لگے گاؤں والوں کی بلائیت کیا چیز ہے اس پر آپ کی والدہ
نے مطمئن ہو کر کہا کہ میں آخرت چاہتیے۔

فہذا آخر ما اردنا فی هذا الباب وحصلی اللہ علیہ والہ وسلم تسلیما کثیرا
کثیرا۔ و بیلہ الحمد والمنة۔

راشم الحروف سید محمد عسکری عفی عنہ

مدرس مفتی نصرت العیسیٰ موم گوجرانوالہ خطیب جامع نوشہرہ نسیمی گوجرانوالہ

۴ نومبر ۱۹۹۹ء مطابق ۱۷ شوال ۱۴۲۰ھ بروز چار شنبہ



دفتر مدرستہ ابرار علوم سہارنپور

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR U. P. INDIA

DATE.....19

نقل شد

سند مردم مہدی محمد بخش پسر خان محمد گن وضع نثری جنوی ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب
نمبر سند ۱۶۱ - سند الفرائض من المدرستہ العربیۃ الشہرۃ بمطالعہ علوم سہارنپور - یون - الحمد -

الحمد لله الذی خلق اللہ من طین - ثم جعل نسلہ من سدرۃ من ماء وحین - ونفخ علی کثیر من خلقہ وجعلہ خلیفۃ فی الارض
تفاتیق السند کتہ المقر بین - والصلوۃ والسلام علی حبیبہ وخیر خلقہ سید المرسلین والآخرین - سیدنا و مولانا محمد والہ
واصحابہ وذراریہ واتباعہ رحمہم اللہ یوم الدین -

والحمد للہ - خان رحمانی الدین الشیخ الفاضل محمد بخش بن خان محمد (القرن ثانی قریۃ نثری جنوی من مضافات ڈیرہ غازی خان
مستحقات پنجاب) قد دخل هذه المدرستہ العربیۃ الشہرۃ بمطالعہ علوم سہارنپور یون - ی - الحمد صابنا اللہ تعالیٰ -
من اللغات والشعر فی شہر ذی القعدة سنۃ ثلث و عشرين بعد الف وثلاث مائۃ (۱۳۳۲ھ) من الهجرة النبویۃ
علی صاحبنا الف صلوة و تحیۃ و سلام فیما سنۃ واحدة فحصل لقرأ و رسم حتی قرأ الکتاب المتداول من العلوم
المختلفة فمن علم التفسیر، تفسیر سورة البقرة من السبعین، ومن علم الحديث الصحیح الستۃ و غیرہا یعنی بیایم الصحیح
للہام البخاری، و الجامع الصحیح للہام مسلم بن الحجاج القشیری، و الجامع السنن للہام الترمذی، مع کتاب الشاکل، و السنن
للہام ابی داود السیستانی، و السنن للہام النائی، و السنن للہام ابن ماجہ القزوی، و سنن الدار اللہام ابی جعفر الطحاوی،
و من علم اصول الحديث شرح تحفۃ الفقہ، و من اصول الفقہ تقریر مع التلویح قلید -

فلما فرغ طلب من اللہ و استجازنا فینجزہ لهذه الدرجۃ الثانیۃ یناقر اہل علینا و غیرہ و هو لیس کم اجازاتنا انما اکرام
علی الشر و الاحترام عند علما و هذا ان - و فوجہم بقوی اللہ تعالیٰ فی السہ و العبادۃ و یلزم السنۃ السنۃ و احساب البدلۃ
المفصلة و ان یشغل بتعلیم علوم الدین و ان یدینا فی صالح و عوائد فی جوارہ و عوائد -

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین - والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد والہ و اصحابہ و رحمہم -
کتب فی ۲ ذی القعدة ۱۳۳۲ھ

شابت علی مفاعہ مدرس مدرس - عبد المظہر مفاعہ مدرس مدرس - احقر لغز احمد مفاعہ مدرس مدرس
بندرہ عبد الرحمن مفاعہ مدرس مدرس - غایت ابی مفاعہ مدرس مدرس - جندہ محمد ابی مفاعہ مدرس مدرس -

محمد رضا خاں غفرلہ

SHOBA-E-TANZEEM

ABNAI-QADIM

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR (U. P.)

دیگر تالیفات

اس میں نیاز غیر اللہ پر اثباتی اور منفی پہلو سے اصولی بحث کی گئی ہے۔ علماء سلف اور خلف کے اقوال کی روشنی میں جاہل اور محرف لوگوں کی تاویلات کا پردہ پاک کیا گیا ہے۔ محققین امت حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر شاہ اسماعیل شہید، شاہ محمد اسحق، حسن علی ہاشمی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا حسین علی، علامہ ابن تیمیہ، علامہ آوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر علماء کرام کی آثار تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ مفصل درج ہیں۔

مطبوعہ ۱۲۹۲ھ از قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ **مکتوب سیوم فارسی**۔ بیان اول ما اهل بیدار اللہ کی تحقیق اور باب دوم میں عند الذبح کی قید کا بیان ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دفاع سے بات شروع ہوتی لیکن عقلی و نقلی دلائل کے اظہار لگا دیے۔ ایسی مجتہدانہ شان سے اس موضوع پر کوئی تحریر موجود نہیں آئمہ اربعہ کے فقہی اختلاف سے بھی حیرت انگیز علی الذبح میں کیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں جاری کیا گیا ہے بیان کے ضمن میں مسائل اور امثلہ کا تامل نظر آتا ہے جو ترجمہ اور ترویج از ابوالوہاب علی ایک عرصہ سے ضرورت تھی کہ مشرقی تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ایک جامع اور مختصر اہم مسودہ تیار کیا جائے جو قرآن مجید اور

میزان العربیہ

حدیث شریف کے تراجم اور علوم عربیہ میں تھوڑے سے وقت میں کامیابی سے ہمنار کرے۔ خیر الکلام ماقول وقل الحمد للہ کہ یہ تمنا میزان العربیہ میں علی وجہ الاتم پوری کر دی گئی ہے۔ (وہ باللہ التوفیق) عمقریب منصہ شہود میں ظہور پذیر ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

بعض احباب کے اصرار پر نحو کے ترکیبی گرجے کئے گئے ہیں جنہیں تعلیم کے وقت اجراء و مشق کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔ حضرات اساتذہ اور محققین کے ثمرات جلیلہ سے یہ مسودہ تیار کیا گیا ہے اس میں نحو کے اہم مسائل اور صمد ہاتر کی مجملے قرآن و حدیث اور عربی ادب سے لیے گئے ہیں۔ (وہ بالتوفیق اللہ تعالیٰ)

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

چشمہ حیرت

سوانح مولانا محمد بخش گورمانی متوفی ۱۳۴۱ھ

حصہ دوم

جس میں مولانا کے اساتذہ، مشائخ، معاصرین اور آپ کے عہد کی شخصیات
وغیرہم بہت سے اکابر کا مفصل تذکرہ شامل ہے۔

تالیف

محمد عیسیٰ گورمانی مفتی و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ
ناشر

شعبہ تراشاعت دارالعلوم محمدیہ طبری جنوبی (کونسلہ)
ڈیرہ غازی خان

فہرست حصہ دوم

باب اول حضرت مولانا محمد بخش کے استاد تہذیب و مشائخ

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷	حضرت مولانا محمد بخش کا تہذیب و مشائخ	۱۷	۹۹	حضرت مولانا یار محمد صاحب قیصرانی	۱
۲۷	نام و نسب	۱۸	۹۹	حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ احمدانی	۲
۶	سیرت	۱۹	۹۹	لنڈی پٹانی	۳
۷	طریق تربیت	۲۰	۱۰۰	احمدانی خاندان	۴
۸	سلوک و تصوف	۲۱	۱۰۱	خاندان پٹانی آف لنڈی پٹانی	۵
۹	تدریس و اسباق	۲۲		تعارف شخصیات	۶
۱۰	طرز تعلیم	۲۳	۱۰۲	جمہ خان ولد گائمن خان	۷
۱۲	تجارت	۲۴	۱۰۲	حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ صاحب	۸
۱۳	اقتار و پرہیزگاری	۲۵	۱۰۲	علیہ	۹
۱۳	وفات	۲۶	۱۰۲	لباس	۱۰
۱۳	مشائخ کی نظر میں	۲۷	۱۰۲	سیرت	۱۱
۱۴	وراثت	۲۸	۱۰۲	اسباق	۱۲
۱۴	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دولت	۲۹	۱۰۳	نکاح	۱۳
۱۴	حضرت مولانا فتح محمد صاحب چودھون	۳۰	۱۰۳	وفات	۱۴
۱۸	کرامات	۳۱	۱۰۳	مولانا عبدالکریم صاحب	۱۵
۱۹	پیشہ اور کسب کمال	۳۲	۱۰۴	علیہ	۱۶
۱۹	استاذ اور ایک مجذوب کی بشارت	۳۳	۱۰۴	لباس	۱۷

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۲۵	تعداد طلبہ	۵۱	۱۱۹	تصانیف
۱۲۵	تلامذہ	۵۲	۱۱۹	محکمہ قضاء
۱۲۶	تعلقات	۵۳	۱۲۰	قوم بابڑ کا شرعی و اہل سنت بل منظور کرتا
۱۲۶	وفات	۵۴	۱۲۰	مناقب
۱۲۶	احمد الدار	۵۵	۱۲۰	واقعہ
۱۲۶	اولاد و احفاد	۵۶	۱۲۰	بیعت و سلوک
۱۲۶	مولانا یار محمد صاحب کے دو	۵۷	۱۲۰	مناظرہ
۱۲۷	بڑے معاصرین مولانا گھنیمہ صاحب مولانا علی گوسہر	۵۸	۱۲۱	وفات
۱۲۷	اساتذہ	۵۹	۱۲۱	تلامذہ
۱۲۸	مولانا عبدالحق مدظلہ کی سیال شریف	۶۰	۱۲۲	حضرت مولانا عطار محمد صاحب مدظلہ
۱۲۸	میں جیتے ہوئے دن	۶۱	۱۲۳	حضرت مولانا احمد ہزاروی سکندری
۱۲۹	مولانا اجیری کے ارشادات	۶۲	۱۲۴	آپ کے والد ماجد
۱۳۰	ایک اور مکالمہ	۶۳	۱۲۴	مولد - تعلیم اور اساتذہ
۱۳۱	حضرت مولانا علی گوسہر تونسوی	۶۴	۱۲۴	بیعت
۱۳۲	تلامذہ	۶۵	۱۲۴	محکمہ قضاء اور استغفار
۱۳۲	حضرت مولانا قاضی عبید اللہ صاحب	۶۶	۱۲۴	تدریس اور بے فکری
۱۳۳	ماتوین ڈیرہ غازیخان	۶۷	۱۲۵	کمال درس

باب دوم مولانا محمد بخش کے عہد کی شخصیات

۱۳۷	جناب نذر محمد خان ولد سردار خان محمد	۶۶	۱۳۵	جناب مہر خان ولد حبیب اللہ خان
۱۳۸	استاذ الاساتذہ مولانا یار محمد صاحب	۶۷		گورانی پور خاندان حبیب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۸	حضرت استاد مولانا محمد عبداللہ صاحب			غلام علی خان گورمانی رح	۱۵۵
	فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد صاحب	۱۴۱	۷۹	ادب و صاف	۱۵۵
۶۹	دارالعلوم محمدیہ لٹریچر جنوبی کاقیام	۱۴۳	۸۰	ایک سانحہ	۱۵۴
۷۰	حضرت مولانا علی گورسہ تونسوی رح	۱۴۶	۸۱	بزرگوں کی یاد	۱۵۶
۷۱	حضرت مولانا غلام محمد صاحب گورمانی	۱۴۸	۸۲	وفات	۱۵۶
۷۲	استحکام الاحتجاج	۱۴۹	۸۳	روایہ صالحہ	۱۵۷
۷۳	حضرت مولانا احمد بخش صاحب قیصرانی	۱۵۰	۸۴	مزاح	۱۵۷
۷۴	رسالہ نظم الفرائض	۱۵۰	۸۵	مرثیہ	۱۵۷
۷۵	السرا المکنون	۱۵۰	۸۶	جناب محمد خان ولد گولا خان	
۷۶	ملفوظات حسنیہ	۱۵۰		ولد محمود خان گورمانی رح	۱۶۹
۷۷	شیخ عبداللہ ولد غلام محمد ولد			تمت	
	قادر بخش خان گورمانی رح	۱۵۲			
۷۸	جناب خیر محمد خان ولد				

۱ حضرت مولانا یار محمد صافی ^{رحمۃ اللہ علیہ} آپ صاحب تذکرہ مولانا محمد بخش کے پہلے استاد ہیں جن سے آپ نے قرآن مجید اور نظم پڑھی آپ

کی توجہ اور شفقت سے وادی علم میں قدم رکھا آپ کا اور آپ کے اساتذہ کا تفصیلی ذکر خیر مولانا کے عہد کی شخصیات میں مذکور ہے۔

۲ حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ احمدانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} استاد کامل، فاضل اجل، حیدر علوم و فنون میں شیخ کامل بالخصوص علوم عربیہ صرف و نحو، معانی، ادب

فقہ اصول فقہ منطق اور میراث میں آپ کا درس مشہور و معروف ہے

آپ کے تلمذ میں یہ برکت تھی کہ جس کسی نے آپ کی خدمت میں زانو ادب تہہ کئے وہ اپنے وقت کی بلند و بالا علمی شخصیت کا مالک بنا۔

آپ نے اپنی زندگی کے اوقات عزیز درس و تدریس اور تربیت تلامذہ میں بسر کئے۔ لنڈی پتانی تحصیل جام پور، پتانی خاندان کے قائم کردہ دارالعلوم میں تاحیات صدر الصدور رہے۔

لنڈی پتانی جام پور ڈیرہ غازی خاں سے مشرق میں دریا کے کنارے لنڈی پتانی نامی ایک قصبہ واقع ہے جو مدت دراز تک سرداری، خانگی اور علم کا گہوارہ

رہا ہے۔ سرداری خاندان کے علی محمد خان ولد احمد خاں پتانی کے فرزند ارجمند کو اللہ تعالیٰ نے اپنا اپنا الگ مزاج بخشا تھا ان میں بڑے جناب عزیز محمد خان علم شائق اور قدر دان شخص تھے انہوں نے لنڈی پتانی میں مدرسہ عربیہ کی ابتدا کی۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ احمدانی قدس سرہ اساتذہ مقرر ہوئے

تراطرات و اکثاف سے تشنگان علم کا جم غفیر ہو گیا۔ اساتذہ کی تعلیم اور توجہ کی بنا پر تھی کہ آپ کے طلبہ اپنے وقت کے پیشوا اور علمی لحاظ سے اونچے منصب پر فائز ہوئے۔ اسی مدرسہ میں ہمارے تذکرہ کی

موضوع شخصیت مولانا محمد بخش گورمانی اور ان کے ساتھی مولانا فیض اللہ صاحب صدر مدرس نعمانیہ ملتان نے فیض پایا۔ غرضیکہ یہ سب کچھ خان موصوف کی کوششوں کا نتیجہ تھا وہ ان مہمانان

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرتے جسم و جان کی طرح ماشاء اللہ بڑے فیاض دل تھے طلبہ کے ساتھ

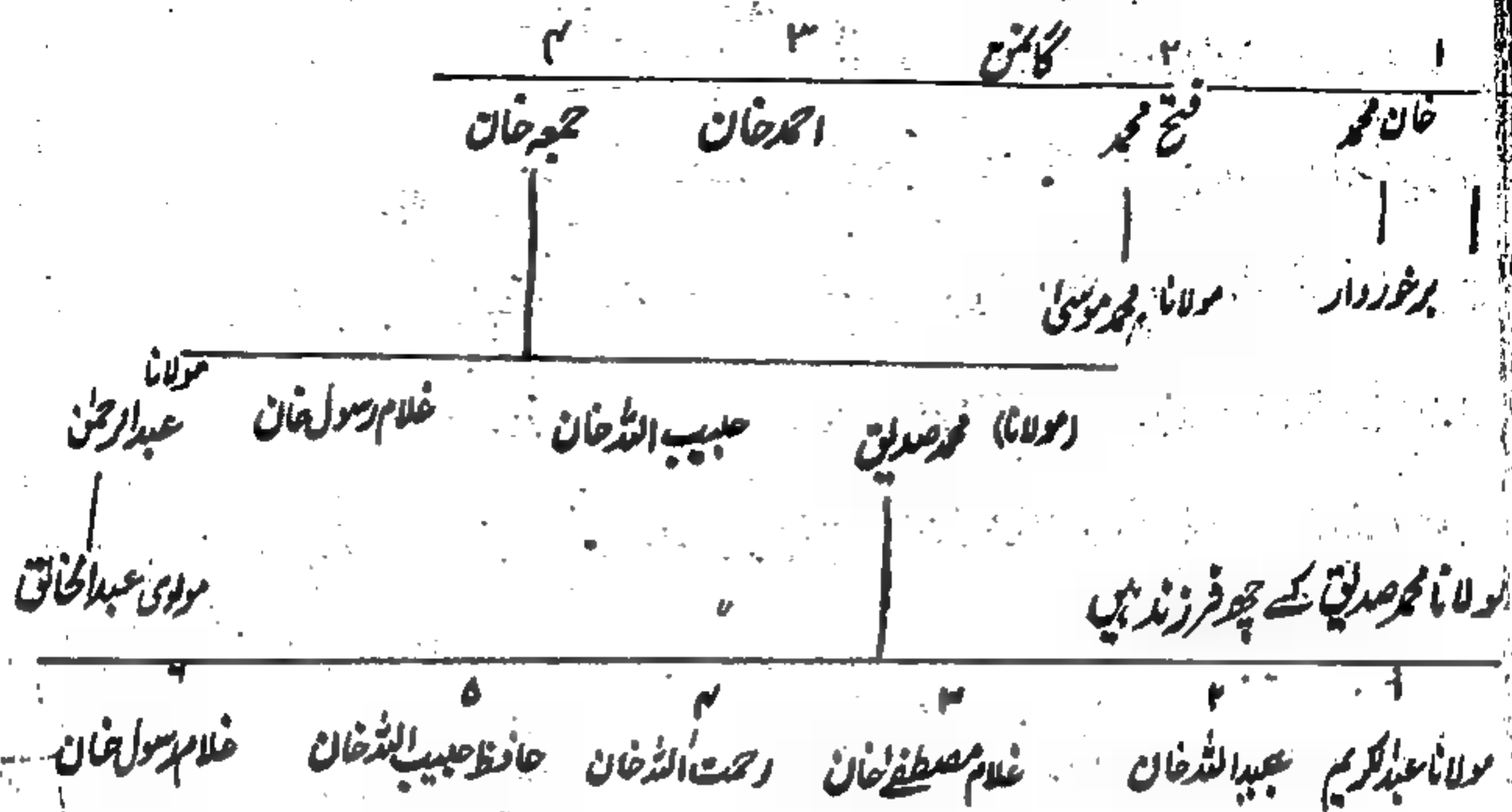
گھل کر رہتے ان کے ساتھ کھانا کھاتے جب خصوصی ضیافتوں سے نوازتے تو خود قاسم بن جاتے
خان موصوف نے بھی حضرت مولانا سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ فارغ وقت مطالعہ

میں گزارتے تفسیر کبیر اردو پر ان کے نشانات ہیں۔ علاقے میں ان کا رعب بھٹا بڑے غیر رتھے کسی
کو غریب پر ظلم و تعدی کی جرأت نہ تھی۔ افسوس کہ مولانا موصوف کی وفات ۱۹۱۴ء پر مدرسہ باند پڑ گیا۔
رہی سہی رونق خاں صاحب کی وفات ۱۹۲۲ء پر ختم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

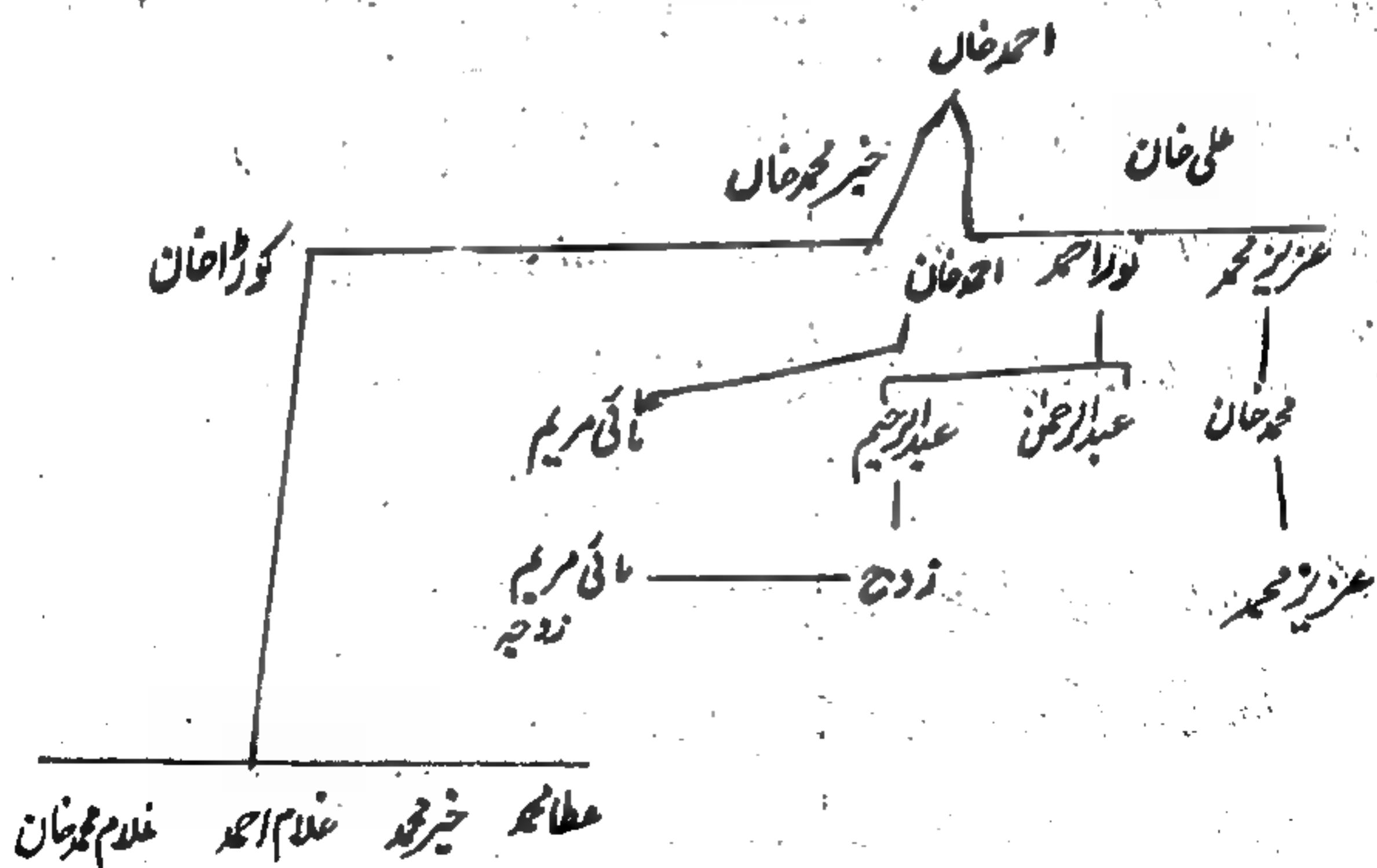
دوسرے بھائی جناب نور محمد خان نئی تہذیب و تمدن اور جدید تعلیم کے حامی تھے ان کا خیال
تھا کہ جام پور سے مغرب کو پہاڑ میں ایک کالج قائم کیا جائے وہ علم آشنا ہوں اور زندگی کے ساتھ رتی
میں دوسروں سے پیچھے نہ رہیں۔ ان کے برخوردار جناب عبدالرحیم خان اپنے بزرگوں کی نشانی ہیں اللہ تعالیٰ
کا رخصت میں ان کی تائید فرمائے۔ آمین۔

تیسرے اور چھوٹے بھائی جناب احمد خان پٹانی متوفی ۱۹۶۰ء۔ ۲۵ نومبر بروز جمعہ / بانی تنظیم
اہل سنت معروف و مشہور تھے ہیں۔ دینی اور دنیوی میدان میں ان کی خدمات بیشمار تعارف نہیں

احمدانی خاندان



خاندان پتانی ایک لکھنوی پتانی



تعارف شخصیات [جمعیہ خاندان کا نمونہ] عالم دین امتیازی اور پرہیزگار شخص تھے ان کے بڑے فرزند مولانا محمد صدیق صاحب

مظاہر علوم سہارنپور ہند کے فاضل تھے۔ موصوف کا تعلق ارادت و سلوک قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے کو حصن حصین و دلائل الخیرات اور جواہر خمسہ کی اجازت مولانا گنگوہی کی طرف سے مجاز ہونے کی بنا پر دی۔ ملفوظات حسنیہ میں ہے "اجازت حصن حصین و دلائل الخیرات و جواہر خمسہ از والدیم صاحب و ایشان را اجازت از مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی است" ص ۱۶۹

اور حمید خان کے چھوٹے فرزند مولانا عبدالرحمن صاحب مولانا سید محمد صاحب متوفی ۱۳۰۷ھ آف ڈیرہ اسماعیل خان کے اکابر خلفاء میں سے تھے ان کے فرزند مولوی عبدالخالق بھی حضرت مولانا سید محمد صاحب کے خلیفہ تھے۔

حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ صاحب

متوطن درویش شہ تیس والا جام پور سے شمال مشرق دہلی کے کنارے واقع ہے

دنگ گندی مائل بسفید گول حسین چہرہ ادبلا حیم، درمیانہ قد اور داروہی کالی حلیہ لباس۔ کرتہ اور تہبند زیب تن کرتے تھے مکرنا سر پر پگڑی اور کبھی بڑی پن لیا کرتے سیاحت سے نفرت زمین سہن کھانے پینے اور لباس میں سادگی پسند تھے۔ صوبائی طبیعت، ظرف الطبع اور کم گو تھے۔

آپ کے پاس مطول، شرح تلامذہ، حدیث اور میراث کے اسباق بکثرت تھے اسباق طلبہ کی تعداد تیس چالیس کے درمیان ہوتی تھی، باقاعدہ نقدی مشاہرہ مقرر نہیں تھا بلکہ اس وقت کے ماحول کے مطابق غلے کی صورت میں فصلانہ دیا جاتا تھا جسے وہ عام میں برات کھا جاتا ہے آپ کے تلامذہ میں استاد اکمل مولانا احمد بخش متوطن گدائی ڈیر غار جیسی شخصیت بھی شامل ہے۔

نکاح پہلی بیوی مائی حوا آپ کے حقیقی چچا خان محمد کی بیٹی تھی۔ دوسری بیوی مائی مرادوں دختر میوہ احمدانی۔ لیکن اولاد کسی سے نہ ہوئی۔ آپ کی ہمیشہ مائی مریم خلیفہ مجاز مولانا سید محمد صاحب اپنے چچا زاد مولانا عبدالرحمن ولد جمعہ خان کے عقد نکاح میں آئیں۔

وفات آپ تقریباً ۲۵ سال جوانی کی عمر ۱۹۱۲ء میں فوت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہیں کہ بنا برحق آپ کے جھوک اترا میں رہنے والے کسی شاگرد نے آپ کو زہر پلائی۔ موت کے وقت آپ سے اس بارے میں استفسار کیا گیا مگر آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کو اپنے آبائی گاؤں آڑہ جعفر دفن کیا گیا۔ یہ مختصر معلومات گل محمد فریدی بمبرہ ۸ سال، ارشوال ۱۳۹۸ء جام پور اور ۱۸ ارشوال ۱۳۹۸ء بمقام دورہ شہر تین والا احمدانی خاندان کے معزز حضرات حافظ حبیب اللہ خان ولد مولانا محمد صدیق صاحب اور سہارا خان ولد برخوردار سے حاصل کیں۔

لنڈی پتانی میں مولانا محمد بخش کی طالب علمانہ محنت و کاوش کا زمانہ تھا۔ اکثر علوم و فنون اور موقوف علیہ اسی دارالعلوم میں تمام کئے۔ اس وقت صرف میں قانونی بیٹ قیصر کا اور میراث میں رسالہ نظم الفرائض پڑھائے جاتے تھے۔ اصول و ضوابط کے رسائل کو حفظ و ضبط کرنے کا التزام تھا لنڈی پتانی میں آپ کے ہم درس مولانا فیض اللہ مرحوم ۱۹۵۱ء مدرسہ نوائے طمان نے میرے سامنے قانونی بیٹ قیصر کی عبارات از بر سنا دیں۔ اور فرمایا یوں یاد کیا کرتے تھے۔

الغرض مولانا محمد بخش کی فنی مہارت اور علمی جرأت خداداد طبع مولانا محمد موسیٰ صاحب کی مرہون منت تھی۔ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کو اس وقت دورہ حدیث میں جو فضیلت حاصل تھی اس کے پیش نظر آپ نے مظاہر علوم سہارنپور کی طرف رجوع کیا۔

مولانا عبد الکریم متوفی ۱۹۶۳ء مولانا محمد صدیق کے بڑے فرزند اور جید عالم تھے آپ صاحب کمالات جناب خواجہ غلام صاحب سواگ متوال

۱۳۵۸ھ کے اکابر خلفاء میں سے تھے ملفوظات حسنیہ اپنے پیر کے حالات اور سنت الہدی وارہی کے مسئلہ میں تصنیف کیں۔

ولادت ۱۳۱۹ھ ۱۲ ربیع الاول موضع آدم گڑھ علاقہ جام پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید فارسی، صرف اور قدوری اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور باقی وہاں کے مقامی علماء سے پھر کانپور جاکر مولانا مشتاق احمد فرزند مولانا محمد حسن مرحوم سے ریاضی، ہمنیۃ اور حدیث میں موصوف سے اور مولانا محمد سلیمان سے شرف تلمذ کیا۔

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں تقریباً بیس سال شیخ الحدیث رہے۔ اپنے عقیدے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے میں نہ تو دیوبندی ہوں اور نہ بریلوی بلکہ مجددی ہوں جو عقائد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے وہی میرے عقائد ہیں۔

حلیہ | اوچھ شکل، دراز قد، فرہ جسم

لباس | ہمیشہ کرتہ، ٹوپی اور تہ بند زیب تن فرماتے، اسادہ جوتا استعمال کرتے ہمارے دوست جناب جلیل احمد انصاری ایک تحریر میں اپنے والد بزرگوار کے متعلق فرماتے ہیں: کم کم خوراک، تقریر سے مکمل پرہیز، دعوتوں میں کبھی شرکت نہیں فرماتے تھے۔ تدریس ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ تہجد کبھی قضا نہ ہوتی، خاندانی جھگڑوں سے بالاتر رہتے تھے اپنے مرشد کے عرس میں باقاعدگی سے شرکت کیا کرتے۔ طب سے کافی دلچسپی تھی آپ کا طبی اور تعویذی بیاض آب کے فرزند جلیل احمد خاں کے پاس یادگار ہیں۔

۳ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی از ۱۲۸۶ھ تا ۱۳۲۲ھ

نام و نسب | آپ کا اسم گرامی محمد یحییٰ تارخانی نام بلند اختر اور سن ولادت ۱۲۸۶ھ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی ہے۔ آپ کاندھلہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ ہیں آپکا جدی نسب حضرت مفتی الہی بخش صاحب

اور مولانا مظفر حسین صاحب سے چھٹی پشت میں مولانا فیض محمد صاحب سے جاملتا ہے
مولانا محمد اسماعیل کو عبادت الہی کا اس قدر شوق تھا کہ گھر میں پردہ گرام مقرر کر دیا تھا کہ رات بھر
گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور جاگتا تھا۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب کی والدہ ماجدہ بھی کوئی معمولی درجہ کی خاتون نہ تھیں حافظ قرآن
تھیں۔ قرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ کبھی متشابہ نہ لگتا۔ ایک ہفتہ میں قرآن مجید پورا پڑھ لیتی
تھیں۔ اس کے علاوہ بے شمار اوراد و وظائف اور تسبیحات ان کا روزانہ معمول تھا۔
مولانا دودھ پینے کے زمانے میں پاؤں پارہ یاد کر چکے تھے۔ اور سات برس کی عمر میں قرآن
شریف حفظ کر چکے تھے۔

مولانا فرماتے ہیں والد صاحب کی طرف سے حکم تھا کہ جیسا کہ پورا قرآن شریف حفظ نہ
کر لو گے روٹی نہ ملے گی۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن پاک ختم کر لیا
کرتا تھا اور کھانا کھا کر چپٹی کے وقت اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ سلم مجھے ازبر یاد تھی
اور تسبیح نے کو میں نے اس کی عبارت کو ازاول تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے۔ ادب عربی میں آپ
کو اتنی مہارت تھی کہ عربی نظم و نثر بلا تکلف لکھ لیتے تھے۔ حمد اللہ میں نے ۸ دن میں پڑھا ہے۔
مدرسہ حسین دہلی کے دوران میں نے بخاری شریف اسیرت ابن ہشام طحاوی، ہدایہ
فتح القدیر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی ہیں کہ مجھے خود حیرت ہوتی ہے۔ اتفاق سے
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ممتحن مقرر ہوئے اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ
لفظ فرماتے کہ ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے
آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے اور میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر حدیث پڑھوں گا تو حضرت گنگوہی سے 'ورنہ
نہیں پڑھوں گا۔

شوال ۱۳۱۷ھ میں آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ودرہ حدیث شریف

پڑھنے حاضر ہوئے۔ تبریزی شریف شروع برائی جو بہت آہستہ آہستہ اور کھوڑی دیر ہوا کرتی

میں ہر قسم کی ریاضتوں اور مشقتوں کو خوش آمدید کہا۔

قرآن شریف پڑھنے کا بہت ہی کثرت سے معمول تھا۔ خالی اوقات میں بہت کثرت سے حفظ قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے۔ اور اخیر شب میں جہر و بکا کے ساتھ ان کو ان کا بہت ہی اہتمام تھا جیسے کوئی بچے کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے والد یز محمد زکریا کو اپنی طرح اپنے رنگ میں ڈھالیں۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مدظلہ نے اپنے بچپن سے سن رشد تک کے جتنے احوال لکھے ہیں وہ سارے کے سارے مولانا محمد یحییٰ قدس سرہ کی سوانح کا اہم اور مکمل حصہ ہیں۔

طریق تربیت | بچوں کی تربیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس میں چشم پوشی کے ہرگز روادار نہیں تھے اس بارے میں چند بنیادی اصول ہمیشہ مد نظر رہتے۔

۱۔ ترک تعلقات ۲۔ وڈیروں کی اولاد کی صاحبزادگی ۳ ہر وقت کڑی نظر رکھنا۔
۴۔ سیر و تماشا کی بے جا اور زیادہ خوشی کو بھی منزل مقصود کی بہت بڑی رکاوٹ سمجھنا ۵۔ شخصی رعب اور زبانی تنبیہ کے علاوہ غلطی کے مناسب زرد کو ب کرنا۔ بارہا آپ نے اپنے فرزند مولانا زکریا کو کہا کہ اگر میرے مارتے مارتے تو مر جائے گا تو تو شہید ہو گا اور مجھے ثواب ملے گا۔ یہ طریقہ نہ صرف تعلیمی ترقی میں مددگار ثابت ہوتا ہے بلکہ اعتقادی اور عملی صلاحیتیں بھی پیدا کرتا ہے ایسی تربیت ذی استعداد کو زائد بنادیتی ہیں۔

شیخ الاسلام میرے والد نور اللہ مرقدہ کے یہاں سب سے زیادہ شدت ترک تعلقات پر تھی ان کا مقولہ جو بار بار انہوں نے ارشاد فرمایا تھا آدمی چاہے کتنا ہی عینی اور کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں تو کسی وقت ذی استعداد بن جاتا ہے اور آدمی چاہے جتنا بھی ذی استعداد ہو زمین اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکا ہے تو اپنے جوہر کو کھو کر رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابتداء عمر میں مردوں کا کسی سے میل جول ان کے نزدیک نہایت خطرناک تھا

آپ کی نگاہ میں اہم چیز صاحبزادگی کا مسئلہ بھی تھا ان کا بار بار کاسینکروں و فخر کا سنا ہوا مقولہ کہ
صاحبزادگی کا سور بہت دیر میں نکلتا ہے آپ کو اپنے شاگردوں کے لئے اور بالخصوص اپنے بیٹے
محمد کریم کے لئے نظام الاوقات لکھوانے کا بڑا اہتمام تھا ہر موسم میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ
اپنا نظام الاوقات بنا کر مجھے دکھلاؤ نیز ہر کتاب کے ختم پر شیرینی کے پیسے دینے کا بھی معمول تھا

سلوک و تصوف

چنانچہ ۱۳۱۱ھ میں آپ گنگوہ حاضر ہوئے لیکن ایک طالب بن کر ہی
نہیں بلکہ ایک مرید اور سالک بن کر چنانچہ آپ کو حضرت امام ربانی
قدس سرہ العزیز سے حد درجہ محبت تھی یہی وجہ تھی کہ جب تک آپ گنگوہ رہے تاحیات
حضرت گنگوہی کے پیش کار بن کر رہے حضرت گنگوہی کی جب ظاہری بیانی ختم ہو گئی۔ تو
حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کو فرمایا کرتے تھے یہی اندھے کی لاٹھی ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کہیں چلے جاتے تو حضرت امام ربانی بے چین ہو جایا کرتے
غرض کہ بارہ برس تک حضرت گنگوہی کی خدمت میں اسی لاڈ و پیار سے رہے حضرت امام ربانی
سے بیعت ہو کر ذکر و شغل بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد حضرت مولانا غلام
صاحب نے وہ عمامہ جو آپ کے سر اقدس پر حاجی صاحب نے باندھا تھا اور جس کو اصل میں
پر آپ نے سہا لیا تھا رکھ دیا۔

اُس کے مسخ تم ہو میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا الحمد للہ کہ آج حق کو حق
کے حوالہ کر کے بارامات سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب
تر اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔

مولانا عاشق الہی صاحب فرماتے ہیں ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان شریف
کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن مجید ختم فرمایا
افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ ب اللہ من ہوتی تھی۔
ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ با وضو رہنے کی عادت تھی۔

لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصدے پر آگئے اور تین گھنٹہ میں دس پارے ایسے صاف اور رواں
 پڑے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ گو یا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے
 ہیں۔ تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ نہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی۔ یہ بھی مولانا کی خصوصی
 نشان تھی کہ بالاصالت کبھی تنخواہ نہیں لی۔ اور کبھی درس پر کسی قسم کا معاوضہ گوارا نہیں فرمایا اس کا
 شوق تھا کہ بچوں کو گھیر گھر کر عربی تعلیم میں ڈالتے اور اس کی خاطر ان کو طلبہ کے ساتھ ایسا مشفقانہ
 پیرا نہ برتاؤ کرنا پڑتا تھا۔

تفقیہ میں بلند نظر تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ اور آپ کے درمیان
 متعدد مسائل میں اختلاف تھا مگر چونکہ مجاہد اور مخالفت نہیں تھی اس لئے عوام تو عوام خواص کو اس
 کی ہوا نہیں لگی تھی ان میں سے ایک مثال کے طور پر یہ تھا قربانی کے جانور میں دو تین شرکا اگر ایک
 حصہ مشترک بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور
 میں ہوں یہ صورت ان کے نزدیک جائز تھی اور حضرت سہارنپوری کے نزدیک ناجائز یہ دیکھا
 گیا جب کوئی حضرت سہارن پوری کے پاس آتا تو فرماتے یہ صورت میرے نزدیک ناجائز ہے
 مولانا بھی کے نزدیک جائز ہے۔ ان سے مسئلہ پوچھ لیجئے وہ اجازت دے دیں گے اس پر عمل
 کر لینا۔ راقم الحروف کے خیال میں نظر بظاہر عام متون صورت مذکورہ ناجائز بنتی ہے اور اگر وقت
 نظر سے دیکھا جائے تو فلا باس ہے۔ اس لئے کہ ایک بڑے جانور میں مثلاً چھ آدمی بھی شریک ہو
 سکتے ہیں تو ایک حصے میں اشتراک لازم آتا ہے۔ تیز قربانی ابتداء ہی میں نامزد شخص کے نام ہو
 جاتی ہے۔ اپنی طرف سے قربانی کرنے والے بعض واسطہ ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے مکمل قربانی
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہو جاتی ہے اس میں تہمید باقی نہیں رہتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مظاہر علوم کے ناظم
تدریس اسباق بھی مقرر ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے مدرسہ کے لئے اسفار بھی کرنے

پڑتے تھے جس کی وجہ سے آخر سال میں کتابیں بہت کافی رہ گئیں تو ۱۳۲۶ھ میں آپ نے مولانا

محمدی صاحب کو لنگرہ سے بلایا اور آپ نے آکر ۱۸ دن میں تمام کتابیں ختم کر دیں اور واپس لنگرہ شریف لے گئے ۱۳۲۶ھ میں بھی یہی حالت پیش آئی۔

۱۳۲۸ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے مولانا کا قائم مقام بن کر سطر علوم میں درس حدیث دیا۔ اور تنخواہ ایک پیسہ نہیں لی۔ بکریب تنخواہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے گھر پہنچا دینا آپ کا عمل رہا۔

طلبہ میں روز بروز بڑھتی ہوئی علمی بددلی کی شکایت ان الفاظ میں فرماتے "معلوم نہیں ایک رمضان میں کیا تغیر ہو جاتا ہے شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے طویل سفر حجاز کی وجہ سے حضرت سہارنپوری کے اسباق ترمذی، بخاری بھی آپ کے ذمہ ہو گئی تھی اور آپ کے اپنے اسباق ابو داؤد، نسائی شریف تر تھے ہی۔ البتہ مسلم شریف اس سال پہلی مرتبہ مولانا عبداللطیف کے پاس ہوئی تھی اور ابن ماجہ کئی سال قبل مولانا ثابت علی کے پاس ہو رہی تھی۔ ابو داؤد شریف کا سبق حضرت کے ہاں مستقل اور مسلسل رہا جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں بھی اہتمام سے آپ ہی کے پاس ہوتا تھا آپ کو طحاوی سے بڑی مناسبت تھی ان کی خواہش تھی کہ طحاوی مشکوٰۃ شریف کے ساتھ ترجمہ کے ساتھ پڑھائی جائے۔

طرز تعلیم | ان کی تعلیم کا طرز عجیب و نرالہ تھا حدیث تھی ان کے ہاں درس نظامی کی پابندی نہیں تھی بلکہ ہر شخص کی حیثیت کے موافق کتاب تجویز ہوتی تھی۔ ان کا طرز تعلیم بالکل الگ تھا مشکوٰۃ شریف میں مظاہر حق کا دیکھنا جرم تھا۔ ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا اور صحاح کی کتابوں میں سے جس کتاب کی حدیث ہو اس کو نکال کر اس کے حواشی دیکھنے کی اجازت تھی۔ تانہ تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلا اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب۔ یہ نام گو یا حدیث کا جزو لازم تھا۔

صرف کے پڑھانے کا ایک خاص طریقہ تھا وہ الفاظ لکھوا دیا کرتے تھے اور کچھ قواعد لکھوا دیتے تھے۔

دیتے تھے مثال اجوف، ناقص وغیرہ۔

پہلے قواعد زبانی یاد کرائے جاتے تھے اور اس کے بعد ان قواعد و کاجرا تختی یا ردی کاغذ پر کرایا جاتا تھا۔ آپ مدارس کے موجودہ طرز تعلیم کے بہت ہی خلاف تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے استعداد نہیں بن سکتی کہ مدرس تو رات بھر مطالعہ دیکھے اور سبق میں ساری تقریریں کرے اور طلبہ عظام کا احسان ہے کہ وہ سنیں یا نہ سنیں ادھر ادھر مشغول رہیں۔

ان کا مشہور و معروف طرز تعلیم یہ تھا کہ سارا بار طالب علم کے اوپر رہے وہ مطالعہ دیکھے سبق کی تقریر کرے وہ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کا کام صرف یہ ہے کہ وہ "ہوں کرے یا اذہوں" اگر طالب علم زیادہ لغویات کہے تو طالب علم کے منہ پر کتاب پھینک کر مارتے چاہے کتاب کی جلد لڑٹا جائے۔ یا طالب علم کی ناک ٹوٹ جائے یہ ان کا مقولہ مشہور ہے۔

حدیث میں آپ کو پڑھانے کا ایسا لکھا تھا کہ آپ سے پڑھ کر کسی بڑے سے بڑے محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

آپ اپنے خاص شاگردوں کو پڑھانے میں مجتہد تھے کسی لصاب کے پابند نہیں تھے ان کے یہاں زبانی تعلیم زیادہ اہم تھی یہ نسبت کتابی تعلیم کے بعد درمیان ادب میں بہت زور تھا۔ نحو میر کے ساتھ عربی سے اردو۔ اردو سے عربی بڑانے کا اہتمام تھا۔ ادب میں چہل حدیث کا بہت دستور تھا۔ ان کے یہاں کافیہ، ہدایۃ النحو ساتھ پڑھانے کا معمول تھا۔ جتنی شام کو کافیہ پڑھانی ہوتی صبح کو اتنی ہدایۃ النحو ہوجاتی۔ گویا ہدایۃ النحو کافیہ کی جگہ مطالعہ ہوتا اسی طرح کنز اور قدوری ساتھ ہوتی۔ اسی طرح قدوری بمنزلہ مطالعہ کے ہوتی جس طرح شام کو کنز ہوتی ادب کی کتابوں میں مثنوی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے۔

اونچے درجے کے طلبہ کے ذمہ جو سمجھدار اور ذی استعداد ہوں ان سے چھوٹے درجے کے طلبہ کے اسباق متعلق ہوتے تھے جو آپ کے سامنے بیٹھ کر پڑھانے ہوتے تھے۔ وہ احادیث کے اسباق کے مقابلے میں ابتدائی کتابوں کے پڑھانے کا زیادہ اشتہار رکھتے تھے ان

کا خیال یہ تھا کہ بنیاد ابتدا سے پڑتی ہے۔ استعداد کی بھی اصلاح اور تقویٰ کی بھی۔ اور جب بنیاد خراب ہو جائے تو پھر اخیر میں تعمیر اچھی نہیں ہوتی اس لئے وہ تدریس حدیث کے زمانے میں مدرسے سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ مجھے ابتدائی سبق دے دو۔ مگر اہل مدرسہ اس کو کیسے مانتے انہوں نے ایک مرتبہ مدرسہ میں یہ تجویز پیش کی کہ درجہ ابتدائی کا مدرسہ ایسا ہونا چاہیے جس نے شرح جامی سے اوپر کچھ نہ پڑھا ہو کہ ایک دو ہوشیار سمجھداروں کو ابتدائی کتب مجھ سے پڑھوا کر اور بعد کی تعلیم بند کر کے مدرسہ بنا دیا جائے کہ وہ کہتے تھے کہ پورا مولوی ہمیشہ ترقی کی فکر میں رہتا ہے اور جب اس کو متوسط کتب مل جاتی ہیں تو ابتدائی کتب میں اس کی توجہ نہیں رہتی اور جب اس نے شرح جامی سے اوپر پڑھا نہیں ہو گا تو وہ اوپر کی کتابیں نہیں مانگے گا۔

تجارت حلال روزی کا نافرمان ہے آپ نے دینی کتب اور اپنے بزرگوں کی تصنیفات و تالیفات اور ان کی تقاریر احادیث، ملفوظات و مکتوبات قیامی، وعظ و نصیحت

کی نشر و اشاعت کے ذریعے کسب حلال کو اختیار کیا تاکہ دو چند مقاصد ساتھ ہی حاصل ہوں۔

ع۔ ہم خرماد ہم ثواب

لیکن چونکہ اصل مقصد دینی اشاعت تھا۔ تجارت میں خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ قرض کا بارگراں اپنی اولاد پر بھی چھوڑ گئے۔ کہا جاتا ہے دینی کتب کی اشاعت کے سلسلے میں خزانہ قارون چاہیے عمر نوح چاہیے اور صبر الیوبی۔ تب جا کر کچھ فائدہ کی امید ہے لیکن شیخ مولانا محمد زکریا خلد ظلالہ اس سلسلے کو قائم نہ رکھ سکے۔

شیخ مولانا محمد زکریا تحریر فرماتے ہیں "والد صاحب کے انتقال کے وقت آٹھ ہزار روپے ال پر قرض تھا اس میں ان کی تجارت کو بہت زیادہ دخل تھا۔"

نیز طلبہ و غرباء و مساکین اور حاجت مندوں کی خبر گیری اور ان کی ہر ممکن امداد کرنا آپ اپنے لئے فروری سمجھتے تھے ہی وجہ ہے کہ آپ اتنے مقروض ہو گئے تھے۔ اس قرض کو حضرت شیخ نے ادا کیا

۱۳۲۸ھ سے آپ مستقل مظاہر علوم میں پڑھانے لگے کبھی ایک ہفتہ اجرت میں نہیں لیا۔ اور ساڑھے پانچ سال بالکل مفت پڑھایا یہ صرف

انتقاد پر ہزیمت گاری

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی ہی امتیازی شان ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں میرے والد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا نہ مدرسہ کے قریب کسی طبخ کی دکان تھی گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طبخ کی دکان تھی جس کا نام اسمعیل تھا اس کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا۔ سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھا دیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا۔ تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ کی صبح یا چاشت کے وقت بیضہ میں مبتلا ہوئے اور چند ہی

وفات

گھنٹے میں انتقال فرما گئے۔ اور سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ میں جہاں

مولانا محمد مظہر صاحب بانی مدرسہ مظاہر علوم اور مدرسہ مظاہر علوم کے اور دوسرے اکابر بھی آرام فرما ہیں۔ مدفون ہوئے۔

پورے بارہ سال حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گزارے

مشائخ کی نظر میں

اور اس پوری مدت میں حضرت گنگوہیؒ کی محبت و شفقت کی اغوش

میں پے اور اس وقت گنگوہ سے رخصت ہوئے جب کہ حضرت گنگوہیؒ وصال فرما گئے۔ حضرت مولانا

خلیل احمد صاحب سہارنپوری چونکہ آپ کی ذکاوت اور ذہانت اس وقت جا بجا چلے تھے جب کہ آپ دہلی

میں طالب علم تھے اس لئے آپ مدت سے متمنی تھے کہ کسی طرح مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ مظاہر علوم

میں درس حدیث کے لئے آجائیں۔ مولانا کو چند روز کے لئے بلایا اور تیسرے سال مستقل قیام پر زور

دیا چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ میں مولانا مدرسہ مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے مستقل تشریف لائے۔

حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ساری عمر سے یہ تمنا رہی کہ
الہ واد شریف پر کچھ لکھوں اور کئی دفعہ شروع بھی کیا مگر پورا نہ ہو سکا۔ حضرت گنگوہی کی حیات میں ہمیشہ
تفاضاً رہا کہ لکھوں اور جو اشکال ہو گا حضرت سے پوچھتا رہوں گا حضرت کے بعد طبیعت سرد ہو گئی
پھر خیال ہوا ہمارے مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ تو حیات میں جہاں اشکال ہو گا ان سے الجھتے رہیں گے
مگر ان کے انتقال پر تو خیال بالکل ہی نکل گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ سے آپ کا خصوصی تعلق
تھا بلکہ ایک گونہ ان کی نظر میں آپ کو مجدد بیت کا درجہ حاصل تھا وہ آپ سے جدائی برداشت نہ کرتے تھے
اور چاہتے تھے میرے دور دراز اسفار میں بھی آپ ہمراہ رہیں۔ اس معیت پر کبھی آپ کو طی شرائط
عائد کر دیتے تو وہ بھی تسلیم کر لیتے ہی نسبت آپ کے فرزند حضرت شیخ مدظلہ کو حضرت رائے پوری
نانی رحمہ اللہ کے ساتھ تھی۔

وراثت مذکورہ بالا عنوان تجارت سے ظاہر ہے کہ سوائے ذخیرہ کتب کے اور کوئی
متروکہ جائیداد نہیں چھوڑی۔ وراثت کے باب میں کسی ایک جاہلانہ رسوم قدیم
اور جدید روایات میں پائی جاتی ہیں اولاً تو عورتوں کو محروم الارث سمجھا جاتا ہے اگر کوئی دختر ہمیشہ حق
دعویٰ کرے تو اس کی تمت آجاتی ہے اور اگر کوئی نیک دل بھائی جائیداد کے حصے خرنے کرنے
پر رضامند بھی ہو تو حصص کی تقسیم میں مساوات کی تقسیم کے بغیر اعلیٰ حصہ خورنے کو داد انصاف لیتا ہے
اس کے برعکس شیخ مدظلہ نے ایسا سوہ حسنہ پیش کیا جس کی پہلے زمانے میں بھی مثال نہیں ملتی اور جس
سے آج کے اکثر خواص بھی ہمتی دامن نظر آتے ہیں۔

والد کی جائیداد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "میری ہمیشہ مرحومہ چونکہ نابالغ تھیں
اور مجھ سے حساب کار کھنا بہت مشکل حرضے کا بھی بڑا مرحلہ تھا اس لئے میں نے مرحومہ کی طرف
سے اپنے چچا جان کو وکیل بنایا اور کاغذ محلہ کی بھیضال والی جائیدادیں مسکوئے اور صحرائی کا حساب لگا کر
والدہ اور دادی اور ہمیشہ کی طرف لگا دیا۔ جو بہت بہت تھوڑی تھوڑی مقدار میں آیا اور کتنی نام نہاد

جس کی مقدار بہت ہی کم تھی اپنی طرف لگا لیا اللہ نے وہ احسان فرمایا ہے کہ آج دنیا بھی دیکھ رہی ہے کہ کسی نواب یا بادشاہ کو یہ وسعت کہاں حاصل ہوگی جو اس سید کار کو حاصل ہے البتہ ابتدائی ایک سال لوگوں کے اس اندیشے سے کہ رقم ضائع ہو جائے گی مجاہدے کا ضرور گزرا۔

اپنی والدہ کی جائیداد کی تقسیم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "میں نے اپنی والدہ نور اللہ

مرقدہ کے انتقال پر عام گھروں کے دستور کے موافق کہ بہنیں اپنی رضا و خوشی سے اپنا حصہ بھائیوں

کو دے دیا کرتی ہیں۔ اس کا حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ مرحوم نے بہت خوشامد کی بہت روٹی بھی کہ

میں تو آخر تمنا سے ہی ذمے رہوں گی۔ کہاں جاؤں گی۔ ماں نہیں، باپ نہیں۔ میں نے کہا ضرور

رہے گی اللہ اللہ۔ اور ماں باپ دونوں کا بدل بن کے دکھلا دوں گا۔ لیکن حصہ تیرا ضرور الگ کروں گا

میں نے اپنے منتظم جائیداد حاجی حسن صاحب مرحوم سے کہہ دیا تھا کہ دو حصے میرے اور ایک

حصہ ہمیشہ کا جو تقسیم کے ضابطے تمہارے ہوتے ہیں اس کے موافق کر دو انہوں نے کئی دن بعد

مجھ سے ازراہ شفقت فرمایا کہ کنوئیں والا حصہ تیرے قریب میں آیا۔ میں جانتا بھی نہیں تھا۔ کنوئیں

والا حصہ کیا بلا ہے۔ اور کیا اہمیت اس کو ہے۔ میں نے کہہ دیا نہیں وہ تو ہمیشہ کی طرف لگے گا۔ ان

بیچاروں نے مجھ پر بڑا احسان رکھا تھا۔ میرے شدت سے انکار پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔

میں نے ان سے کہہ دیا پھر آپ اس جھگڑے میں نہ پڑیں۔ میرا زمین کی آمدنی سے کیا سہارا ہو سکتا

ہے۔ سارا ہی ہمیشہ کے نام لکھوا دو۔ اول تو مرحوم نے اس کو تفریح سمجھا لیکن جب میں نے بڑوں

سے یہ کہہ دیا کہ یہ دس بارہ من غلہ مجھے کیا کفایت کرے گا؟ وہ بچی ہے اس کو کام دے گا آپ اس کے

نام ہی لکھوا دیں۔ تب مرحوم نے میری مرضی کے موافق اس کو کرا دیا۔

سبحان اللہ اہل دنیا کی طرح اپنے حق میں اپنی ہمیشہ گان کو کسی طرح وقتی طور پر راضی کر کے

سبکدوش کرنے کی بجائے خود ہی اپنی ہمیشہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

چنیں کہ دند یاراں زند گاتی

زکار افتادہ لبشہو تا بدانی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحب دامت برکاتہ

صاحب کمال محدث و فقیہ جامع بین الظاہر والباطن، یادگار سلف اپنے پیشرو بزرگوں کی طرح اصلاح امت کے غم میں سرشار اپنے بزرگوں کی سوانح اور تذکروں کے دلدل اور عاشق زار ہیں بلکہ آپ ہی کے وجود باجود سے سلف اسلاف کی ہزاروں یادیں قائم ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے مشائخ کی توجہات و عنایات کا مرکز ہے اور صرف آپ ہی بہت سے مشائخ ماعلماء صلیا کی کامل اور مکمل سوانح میں خصوصاً اپنے والد بزرگوار گرامی زیدہ اور تائبہ علی و علمی تصویر ہیں۔ آپ کے تذکرے سے دعا کرتے ہیں۔ بہت سے مشاہیر نے آپ کا ترجمہ بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے خلد اللہ علیہما علی سائر المستفیدین آمین یاد الی الخ

آغاز جوانی اور شباب علم میں یہ ابداً و اود شریف کی مشہور شرح بذل مجہود حضرت سہارنپوری نے آپ سے املا کرائی۔ حضرت قدس سرہ نے بذل کے دیباچہ میں آپ کے والد اور آپ کے بارے میں بڑی عقیدت کا اظہار فرمایا ہے:

اپنے مستفیدین کی فہرست میں مولانا کا ندھلوی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 منهم الشیخ الاجل والفاضل الایمل بن ایمی بطبیعة الوقادة العلوم والسنن ونور لبطانة
 الثقابة النفوس والزمین مولانا محمد یحیی الکاندھلوی قدس سرہ العزیز
 شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ کے بارے دعاؤں کے ساتھ۔ منهم عزیزی
 وقرۃ عینی وقلبی الحاج الحافظ المولوی محمد زکریا ابن مولانا الحافظ المولوی محمد یحیی الکاندھلوی
 رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فانی لا اقدر علی الکتابۃ ولا علی التبع لرعشة خدثت فی یدی و صنعت فی
 دماغی و بصیری فکتبت اعلیٰ علیہ وهو یتبع المباحث المشکلة من مظاہر فیس
 علی املاہا فشکرا للہ بتعبہ و احسن جزاءہ و ما بذل فیہ حیدرہ و اکرمہ اللہ لعلومہ الباطن
 والظاہرۃ النافعة فی الدنیا والآخرۃ وبالاعمال المیسورة المتقلیلة الزاخرة

حضرت مولانا یار محمد صاحب کے اساتذہ

حضرت مولانا فتح محمد صاحب

علامہ فقیہ، زاہد، آیت من آیات اللہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب قدس سرہ العزیز متوطن چودھواں تحصیل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان سرحد تیرہویں صدی کے وسط آخر میں علم و تحقیق کے نلک پر آفتاب و مہتاب بن کر چلے۔ محقق و مدقق اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے بڑے وجہہ مناظر، مصنف، مفتی اور قاضی طلبہ پر سراپا مشفق، راست باز، حق گو اور حق پرست عالم تھے۔ حضری مجلس، علمی اور شرعی فیوض و برکات کے دریا شرعی حدود و وراثت کے مروج حکمہ فضا کے امام اور قائد وہ تنہا ایک ائمہ قائمہ تھے۔ آپ کی کرامات و کمالات زبان زد اور مشہور ہیں۔

خدا یا وہ کیا سعید ساعیتیں اور مبارک مجلسیں تھیں جب ہمارے مربی اور استاد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور اپنے والد بزرگوار کے اساتذہ کی مجالس میں ہمیں لے جاتے گویا اصحاب تذکرہ کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت الفقیہ مولانا فتح محمد صاحب اور حضرت المحدث مولانا احمد ہزارویؒ کا نہایت والہانہ انداز میں ذکر کرتے اور فرماتے کہ مولانا فتح محمد صاحب کو فراغت علم کے بعد سلوک کے لئے مرشد کی طلب غالب ہوئی چودھواں کے قبرستان میں مراقبہ کیا۔ ایک صاحب قبر نے کہا آپ خود صاحب کمال ہیں آپ کو مرشد کی حاجت نہیں ہے ذکر فکر میں مشغول رہو۔ دوسرے صاحب کا جس کا دائیں یا بائیں مزار تھا۔ بڑے اس اندھے کی بات نہ سنو خواجہ سلیمانؒ کی خدمت تونہ شریف چلے جاؤ آپ تونہ شریف شریف لے گئے حضرت خواجہ نے آپ کے لطائف پر توجہ دی۔ آپ پر غشی طاری ہو گئی اس وقت دیکھتے ہیں کہ سونے کا تار حضرت کے دہن مبارک سے نکل کر میرے دہن میں داخل ہو رہا ہے۔ میں اپنے میں طاقت محسوس کر رہا ہوں۔ کافی وقت یہ کیفیت طاری رہی پھر افاقہ ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ نے وضو کے لئے حضرت خواجہ کا کوزہ اٹھالیا اس پر خدام نے برہمی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزے سے صحابہ کرام وضو منہم وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت مولانا یار محمد صاحب کے فقہ اور اصول فقہ میں شیخ افاضت و تھے اور تربیت کی ہمت تھی کہ مولانا یار محمد صاحب اپنے زمانے کے علماء و فقہاء کے مرجع و ماویٰ ہو سے۔

کذک تنشأ لکینہ صوبہ عرقہا واصل کرام الاشیان کرم البذر

آپ کا حضری المجلس ہونا مولانا یار محمد صاحب سے بھی منقول و معروف ہے۔

یہاں آپ کی دو کرامتوں کا ذکر جو راقم الحروف نے اپنے اساتذہ کرام سے **کرامات** کئی مرتبہ سنی تھیں بیان کرتا ہوں۔

۱۔ ایک افغان نے ایک طالب علم کے کھانے پر یہ شرط لگائی کہ میرے گھر کا پانی لا دیا کرو گا آپ نے اسے قبول کر لیا آپ نے طالب علم کو کھانا لانے کے لئے گھر بتلا دیا وہ دو دن کھانا لایا کرتا۔ افغان کی بیوی اپنی دلہنیز میں رات کو دو گھڑے اور تانگی رکھ دیا کرتی اور سویرے بھرے ہوئے گھڑے اندر لے جاتی۔ ایک دن افغان کی اچانک نظر پڑی کیا دیکھ رہے سحری کے وقت حضرت الفقیہ خود کندھے پر پانی لا رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہی قدموں سے گر پڑا اور آئندہ کے لئے یہ شرط موقوف کر دی۔

۲۔ استاذ مولانا عبدالرحیم صاحب (دین پور، مظفر گڑھ) اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہیں کہ نواب کٹی خیل (غالبا) نے ایک عورت گھر بٹھا رکھی تھی۔ حضرت الفقیہ نے فتویٰ دیا کہ اس کا نکاح صحیح نہیں ہے جب نواب کو خبر پہنچی تو اس نے کہا وہ تو قصائی ہے۔ تحقیراً۔ اس کی مجلس میں پہنچ گئے اور اسلامی حمیت کے جوش میں آکر کہا "قصائی کہتا ہے نکاح صحیح نہیں ہے، قصائی کہتا ہے، قصائی کہتا ہے۔۔۔۔۔۔ آپ یہ جملے دہراتے ہوئے آگے آتے جاتے نواب گھبرا کے اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ جوتوں کی جگہ جا کھڑا ہوا تو بہ کی اداسی سے مسانی مانگی۔

حضرت الفقیہ کے حسی اور نسبی، علمی اور عملی جانشین آپ کے پڑپوتے حضرت مولانا قاضی عطا محمد صاحب مدظلہ العالی سے آپ کے جو حالات و مناقب اور مناصب جلیلہ معلوم ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

پیشہ اور کسب کمال فقیر کے جد امجد مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے تحصیل علوم کی۔ خاندان قومیت کے اعتبار سے سیال ہے

قوم کے افراد پیشہ میں مختلف تھے کوئی ندانی کرتا تھا کوئی قضاہی کرتا تھا۔ ہمارے جد امجد کے والد باجد محمد حیات نداف تھے اور حضرت نے بھی یہی پیشہ جاری رکھا۔ طالب علمی میں اپنا خرچ و خوراک اور پوشاک اپنے ہاتھ کی کمائی سے پورا کیا کرتے ساتھ ہی تحصیل علوم میں بھی مصروف رہتے۔

استاذ اور ایک مجذوب کی بشارت اس وقت مشہور عالم غلام حسن مرحوم شہر کے مشہور بزرگ تھے ان کی خدمت میں تحصیل

علوم کی یہ بزرگ دہلی کے سند یافتہ تھے اور شاہ احمد سعید کے ہمدرس تھے۔ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت کوہ پیچے ہوئے تھے۔ فارسی کے شاعر تھے ایک ضخیم دیوان ان کا موجود ہے۔ تخلص ان کا فائض ہے ان کی وفات ۱۲۶۲ھ میں ہوئی جب جد امجد مولانا فتح محمد صاحب کی دستار بندی کا وقت آیا آپ کے والد کو اطلاع دی گئی تو وہ متحیر ہو گئے کہ کیا وہ پڑھتے رہے ایک مجذوب مجمع دستار بندی میں موجود تھا انہوں نے مولانا غلام حسن صاحب کو بشارت سنائی کہ یہ ایک شخص کی دستار بندی نہیں بلکہ سینکڑوں علماء کی دستار بندی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس و تدریس میں کمال عطا فرمایا نیز فقہ اور اصول میں یکتائے روزگار ہوئے۔

تصانیف ۱۔ شرح وقایہ پر مبسوط حاشیہ تحریر کیا جس کا جلد اول موجود ہے ۲۔ اپنے فتاویٰ بھی مرتب فرمائے ۳۔ تقلید کے بارے میں بہت سے رسائل

تحریر فرمائے ۴۔ ذبح علی القبور کے بارے میں رسائل ۵۔ تفسیر احمدیہ کا خلاصہ۔
حکمہ قضا اپنے دور میں ایک محکمہ قضا بھی مقرر کیا تھا اس وقت کے دفاتر موجود ہیں۔

قوم بابر کا شرعی وراثت بل منظور کرنا | آپ کی مساعی جمیلہ سے قوم بابر نے تقسیم میراث میں شریعت منظور کر لی

صاحب کشف و کرامت ہوئے اور مشہور ہے کہ حضری الملاقات تھے جنات

مناقب

متعارف ہے۔ واقعہ: مولانا محمد اکرمؒ آپ پر دآ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان جو کہ حضرت الفقیہ کے خاص شاگرد تھے روایت مولانا عطا محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جنوں کے بادشاہ نے ایک رات حضرت کو بلایا کہ ہمارے یہاں علماء کے درمیان ایک مسئلے میں نزاع ہے انہوں بالاتفاق آپ کو فیصل مقرر کیا ہے چنانچہ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور مسئلے کو دیا صبح سے پہلے گھر پہنچا دیے گئے۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے آپ کی خدمت میں بہت سا سونا چاندی پیش کیا مگر حضرت ہاتھ جھاڑ کر خالی کپڑوں میں گھر واپس ہوئے۔

آپ کا پہلا تعلق حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۶۶۸ھ سے تھا اور کافی وقت رہا بعد میں حضرت مولانا حاجی دوست محمد

بیعت و سلوک

قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمایا لیکن یہ دوسرا رجوع لوگوں میں معروف نہیں پہلا تعلق لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ آپ کے مسودات میں آپ کی سند حدیث مولانا حاجی دوست محمد قندھاری کے واسطے سے موجود ہے اور حضرات نقشبندیہ کے ایک رسالہ کا خلاصہ بھی آپ کے قلم سے موجود ہے۔ پہلاں کے ایک عمر بزرگ نے جو کہ حضرت خلیفہ محمد عثمانؒ کے دور کے تھے۔ فقیر سے اس رجوع کا مفصل تذکرہ کیا تھا اور بتایا کہ یہ رجوع بموجب دلالت ایک مجذوب کے ہوا جس سے

حضرت کی ملاقات تونسہ شریف میں ہوئی تھی اور بہ اجازت حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے ہوا تھا۔

مناظرہ آپ کے مسودہ میں ایک مناظرہ کی رویداد موجود ہے جو نواب غلام حسن کبیری والا کی طلب پر چودھواں سے

حضرت کو باتفاق علماء ڈیرہ اسماعیل خان بلایا گیا تھا جس میں ہندوستان سے لے کر غیر مقلدین مناظرین سے مناظرہ مقصود تھا

حضرت نے اس مست فاش دی جس پر نواب صاحب نے آپ کو فتح القدر کا نسخہ خرید کر دیا۔ اصول فقہ میں آپ نے بلند پایہ تجرمانظرہ

ہوتے ہی خصم کو اصول فقہ کے جال میں ڈال دیتے اور پھر قدرت کا طرہ تماشا دیکھتے شاید غیر مقلدین حضرات کے مناظرہ میں ایسا ہی ہو۔ اس طریقے میں دو ٹونڈے ہیں ایک تو اہل انجمن کے کزن اصولوں سے تم بھاگتے ہو انکے جھنڈوں میں پھنس گئے دوسرا احقاق حق و فحاشی : آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ ۲۹ رمضان المبارک طبع ہوئی۔

تلامذہ : کامیاب تلامذہ کی ایک فہرست آپ کے اپنے قلم سے موجود ہے۔ مولانا عبد الکریم صاحب آٹ کرپی شموزی ڈیرہ اسماعیل خان ۲۔ مولانا یار محمد صاحب متوطن بستی غریبہ استاد مولانا محمد بخش والد ماجد مولانا عبداللہ صاحب ڈاکٹیٹھی قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان ۳۔ مولانا گھنٹہ صاحب وہڑی والد ماجد مولانا عبدالحق صاحب مظہر و ہوا ضلع ڈیرہ غازی خان ۴۔ مولانا محمد اکرم صاحب پیر و ڈیرہ اسماعیل خان ۵۔ مولانا کوٹ چاند نوازے استاد مولانا غلام محمد گھوڑی (رحم)

حضرت الاستاذ مولانا خان محمد صاحب مظہر ضلع سندھس محمودیہ تونسہ شریف فرماتے ہیں حضرت خواجہ خواجگان نے مولانا سے فرمایا اپنے گھر جا کر تعلیمی کام کر دیا باگھا مجھے تشویش ہے کہ طالب علموں کو کھانا ملنا مشکل ہوگا حضرت نے آپ کے کان کو چھو کر کہا اے بندہ خدا حدیث میں کان اللہ نہ نہیں پڑھی اس پر مولانا نے فرمایا بخدا حدیث تو پیسے پڑھی تھی لیکن مطلب آج سمجھا ہے۔

حضرت مولانا عطا محمد صاحب مظہر

آپ کی پیدائش تقریباً ۱۳۲۸ھ میں ہوئی آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ عطا محمد بن میاں غلام محمد بن مولوی صالح محمد بن مولوی فتح محمد پانچ چھ سال کی عمر میں قرآن شریف اپنے چچا حافظ حبیب اللہ صاحب سے شروع کیا۔ دواڑھائی سال میں ختم کیا۔ ابتدائی نظم کی کتابیں اپنے چچا بزرگ مولانا پیر محمد صاحب سے پڑھیں۔ دیگر ابتدائی کتابیں مولانا اللہ داد کوٹ موہڑے والے سے پڑھیں۔ دو تین سال مولانا فضل حق صاحب کڑی شموزی کی خدمت میں رہے چنانچہ اسباق مولانا علی گوہر سے پڑھے بعد میں کچھ وقت ملتان میں گزارا۔ بالآخر مولانا فیض محمد صاحب شاہجالی ۲۰ سے تکمیل کی۔ ۱۳۳۹ھ کی فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی فنون میں خصوصاً میراث، فقہ اور نحو زیر شغل رہے۔ ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں استخارہ کے بعد خانقاہ سراجیہ مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہ العزیزہ جانشین مولانا احمد خاں صاحب کی خدمت میں کنڈیاں شریف میں حاضری دی وہاں درس و تدریس کے ساتھ اکتساب فیض بھی کیا اور اجازت طریقہ مرحمت ہوئی۔ مکتوبات شریف اور رسائل نقشبندیہ

سبقاً پڑھے طریقت کی بجائے فقہ طریقت پر حضرت زور دیا کرتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کا بہت کامیابی ہوئی۔ اور دوران حج و زیارت مدینہ طیبہ ایک سوال کے جواب میں مولانا عبد الغفور مدنی المتوفی ۱۳۸۹ھ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

آپ نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے میراث النوار الفاضل کی شرح لکھی جو رسالہ شمس الاسلام میں چھپی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رسائل لکھے۔ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں اب معذوری کا زمانہ ہے اور کیلا یجلد بعد علم شیئاً کا دور شروع ہو چکا ہے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان کامل پر کرے آمین۔ فقط والسلام المرقوم ۵ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ از جامع مسجد چودھواں۔

حضرت الفقیہ کے تصنیفی ذخیرہ، محکمہ قضا کی دستاویزات فتاویٰ کی نقول اور بیاض مناظرہ کی مدد سے آپ کی علمی اور فقہی خدمات زبان زد عوام صحیح اور مشہور روایات کی مدد سے آپ کے کمالات و کرامات پر ریسرچ کر کے کی بڑی ضرورت ہے۔ مولانا موصوف مدظلہ حضرت الفقیہ کی ان امانتوں کے امین ہیں اگر وہ اس سلسلے کو اپنی حیات میں جنبا فی فرا لیں تو رہے سعادت اللہ الہی

۲۔ حضرت مولانا احمد ہزاروی سکندر پوریؒ

فقہ، محدث، معقول و منقول میں یگانہ روزگار تھے۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے زمرہ خواص میں شامل تھے۔ فتاویٰ رشیدیہ و دیگر فتاویٰ میں آپ کے دستخط احمد ہزاروی موجود ہیں۔ ذاتی اور شخصی روایات جو ہم نے استاد مولانا محمد عبد اللہ صاحب سے سنی ہیں۔ گوش گزار کرتا ہوں۔ شروع میں جب آپ سند فراغت لے کر آئے تو قاضی میر عالم جو بڑے ذی علم اور آزاد رائے شخص تھے۔ تقلید وغیرہ کے مسائل میں آپ سے الجھ گئے تاہیکہ مولانا نے دوبارہ تحصیل علوم کی طرف رخ کیا۔ اب جب واپس آئے تو قاضی صاحب مذکور کی وہاں دسترس مشکل ہو گئی گو

نوک جھوک اب بھی رہتی تھی لیکن علماء عصر اور خود قاضی صاحب نے آپ کے علم و فضل پر شہادت

دی اور قاضی صاحب کہتے تھے حدیث شریف پڑھانا مولانا احمد کا کام ہے خود مولانا بھی بطور تلمیذِ شریف خدمت کے فرماتے تھے کہ یہ مشکل ہے کہ کوئی غیر مفت لکھنے سے حدیث پڑھے اور اس میں غیر مقلدیت کا اثر باقی رہے۔ درس و تدریس کا سنتے ہی اطرافِ عالم سے معقول و منقول اور حدیث پڑھنے کی غرض سے طلبہ کا جم غفیر آپ پر ہجوم کر آیا صبح سے شام تک پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھتے دوپہر کے وقت معمولی سا آرام فرمالتے۔ جب کسی طالب علم کے ساتھ سختی کرتے یا بے اعتنائی برتتے تو آپ کے والد ماجد مولانا عبداللہ سکندر پوریؒ کہتے: اے احمد تیرے پاس طالب علم جمع ہو گئے ہیں شکر کرو ان کے ساتھ اچھا سلوک روارکھو۔ حضرت مولانا یار محمد صاحب کے یہ دوسرے بڑے اساتذہ تھے جن کی خدمت میں حدیث شریف اور دیگر علوم پڑھے ایسے یکتائے روزگار کے تلامذہ ہونہار باکمال کیوں نہ ہوتے۔

راقم نے حضرت مولانا خلیل الرحمن سکندر پوری ہزار دی مظلہ العالی مہتمم مدرسہ احمد المدارس سکندر پور ہزارہ رحمت المحدث کے فرزند ارجمند مولانا عبدالسلامؒ آپ کے بھوپچہ اور سر تھے) کی خدمت میں حضرت المحدثؒ کے حالات کے متعلق استفسار چاہا تو آپ نے بڑی فیاضی سے میری حوصلہ افزائی فرمائی فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمين۔ آمین۔

مولانا موصوف کے والد مولانا عبداللہ متقی، ماہر فنون اور آپ کے والد ماجد مستجاب الدعوات عالم تھے۔ اصلی جگہ کلنجر تھی آپ کو فراغِ علم کے بعد سکندر پور کے جاگیردار قاضی خاندان قاضی میر عالم مرحوم قاضی عبدالغفار صاحب وغیرہ

آپ کے اساتذمیاں صاحب ملکیار والوں سے درخواست کر کے بصیغہ امامت سکندر پور سے آئے مولانا احمد سکندر پوری میں پیدا ہوئے۔ درسیات کی اکثر کتب اپنے مولانا تعلیم اور اساتذہ والد ماجد سے پڑھیں پھر دیوبند شریف لے گئے وہاں قائم العلوم

والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کی خدمت مسجد چیتہ میں استفادہ کیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ سے حدیث پڑھی اور حضرت مولانا محمودؒ اساتذہ شیخ الہند

کی خدمت میں معقول و منقول کی تحصیل کی۔ ازیں بعد مزید شوق تکمیل کے لئے عبقری عصر مولانا عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۱۵ھ) کی خدمت لکھنؤ تشریف لے گئے۔ دوبارہ شرح چغینی پڑھی اور قضا عمری کے بارے میں اپنے استاد کو اپنے علاقہ کے رواج اور علماء زمانہ کی جلد ساز یوں سے آگاہ کرتے ہوئے اصرار کیا کہ آپ اس پر شرعی نقطہ نگاہ سے بحث فرمائیں۔ مولانا موصوف اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔ وھذہ العبارة قد اوقضنی علیہا الفاضل النیل العالم الحلیل المولوی ابوالطیبات احمد بن المولوی عبداللہ سکندر رفری الزار دی حین حضر عندی لتکمل بقیہ کتبہ کشر ۷ ملخص چغینی وغیر ذلک واقام فی مجالس درسی مدۃ وحصل عندی ما حصل برحۃ وھوالذی اصرا علی تالیف رسالۃ ینما ھنالک و ذکر ان عوام اطراف بلد ^{بعض} بنی خواص الکناہ مستقرہ یتہمون بجدۃ الصلوۃ غایۃ الاحتمام ویؤدو نہما بالالتزام بل منہم من یقضی صلوۃ عمدا ظنا انہ یصلی قضاء العمری فی جمعة رمضان فیکون ذلک کفایۃ

ردع الاخوان عن محذات احدث جمعة رمضان مجموعة الرسائل الخمس ص ۵۰

پھر دارالعلوم دیوبند میں بطور مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۹ پر دارالعلوم کے اساتذہ میں سترہویں نمبر پر آپ کا نام نامی موجود ہے مدت تدریس ۱۲۹۴ھ تا ۱۲۹۹ھ درج ہے

بیعت کا تعلق انام مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے تھا جب آپ بیعت

مہاجر مکی کے حجاز چلے گئے تو آپ کو اپنے مکتوب میں حضرت گنگوہی سے تعلق

تمام رکھنے کا حکم فرمایا۔

قاضی میر عالم ڈپٹی کمشنر تھے وہ آپ کے ہم زلف بھی ہو گئے۔

محکمہ قضا اور استغناء

فیصلے بھی آپ کے پاس آتے تھے لیکن آپ کا کمال تقویٰ تھا

کہ حکومت کی جانب سے فریقین پر آپ کا جو خرچہ پڑتا تھا آپ نہیں لیتے تھے۔

واپس آکر سکندر پور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے کلہریں آپ

تدریس اور بے فکری

کی بہت جائیداد تھی جو اب تک فروخت ہو رہی ہے یہاں

سکندر پور بھی کافی زمین ہے مولانا کا کوئی مشاہرہ نہیں تھا متقدمین علماء کی طرح مولانا فی سبیل اللہ درس دیتے تھے۔

کمال درس | مولانا خلیل الرحمن لکھتے ہیں میرے استاد مولانا سکندر علی مرحوم نے فرمایا کہ میں رام پور سے گھر جاتے ہوئے سکندر پور آیا مولانا احمد شرح چغینی ایسے

بڑھا رہے تھے جیسے شیر بیٹھا ہوا ہے۔ مولانا سکندر علی مرحوم جامع شخصیت تھی۔ آپ کے بقول ہزارہ میں جامع فنون ایک یہ بندہ تھا دوسرے مولانا احمد، دیگر علماء جامع نہ تھے۔ مولانا خلیل الرحمن مدظلہ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے بارے میں مناظرہ (شاید کسی غیر مقلد سے ہو گا) آپ کا جانا معلوم ہے انوس کہ آپ کی تصنیف و تالیف کا علم نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی آپ کی کوئی تحریر موصول ہو سکی۔ شاید کہ شدید مصروفیت کی وجہ سے آپ اس طرٹ متوجہ نہیں ہو سکے۔ مولانا خلیل الرحمن فرماتے ہیں میں نے صرف ایک جگہ آپ کے دستخط دیکھے ہیں جس میں لکھا ہے۔ احمد عفاہنہ الصمد مدرس مدرسہ سکندر پور۔

تعداد طلبہ | جو منہتی طلبہ دورہ حدیث میں شریک ہوتے ان کے ساتھ چھوٹے طلبہ ہوتے۔ شرح ملا جامی، ملاحن پڑھتے پڑھتے تھینا انشی طلبہ ہو جاتے سب کو آپ خود ہی پڑھاتے صبح کی نماز کے بعد بیٹھ جاتے۔ دوپہر کھانا گھر جا کر کھاتے پھر ظہر کے بعد سبق شروع ہو جاتا تب کہیں جا کر مغرب کے وقت اسباق ختم ہوتے۔

تلامذہ | آپ کے شاگرد بڑے بڑے علماء ہو گزرے ہیں۔ ۱۰۔ قاضی صفی اللہ صاحب (تحصیل مانسہرہ) ۲۔ قاضی صاحب تڑاؤڑہ (تحصیل مانسہرہ) ۳۔ قاضی صاحب

ڈنڈہ خولیاں ۴۔ مولانا غلام ربانی صاحب بھوئی گار ۵۔ مولانا یار محمد صاحب (بستی عزیزہ) تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان ۶۔ حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب المتوفی سنہ ۱۳۲۳ھ

مولانا عزیز الرحمن صاحب ایٹ آبادی جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۲۳ھ) کے

خلیفہ ہیں حضرت تھانوی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نور اللہ اور مولانا احمد سے پڑھی ہے۔ البلاغ

تعلقاً مولانا خلیل الرحمن لکھتے ہیں بندہ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اپنے استاد قاسم العلوم

والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حافظ محمد احمد

سے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے جو کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم تھے۔

وفات آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالسلام نے اپنے قلم سے اپنے والد کی وفات

۱۳۳۱ھ لکھی ہے۔ مولانا احمد نے اپنے والد کی وفات کے نو سال بعد

انتقال کیا۔ مولانا خلیل الرحمن کے بقول آپ کی عمر تخمیناً ۸۰ سال ہے۔

احمد المدارس آپ کے نام نامی پر اسلامی درسگاہ احمد المدارس کی شوال ۱۳۶۹ھ مطابقت

۱۹۵۹ء بنیاد رکھی۔ ادام اللہ تعالیٰ فیضہا الجاری وجزی بانیہا مع الاساتذہ والقاری۔ آمین

آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالسلام مرحوم اور تین صاحبزادیاں

اولاد و احفاد تھیں مولانا عبدالسلام کے چار صاحبزادے سچات ہیں ۱۔ مولوی محمد طیب

فاضل سند والہ یار ۲۔ مولوی محمد طاہر تامل موقوف علیہ ۳۔ محمد قاسم ہدایہ تک کتابیں پڑھیں ہم عزیز محمد صالح

اللہ تعالیٰ حضرت المحدث کی روحانی اور جسمانی آل میں آپ کے فیوض و برکات تاقیامت جاری رکھے۔ آمین

علامہ عبدالحی حسنی لکھنوی (المتوفی ۱۳۸۱ھ) نزہۃ الخواطر میں حضرت المحدث کے متعلق

اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

الشیخ الفاضل القاضی احمد الزاروی احد العلماء والصالحین ولد و نشأ بہزارہ دقراً

اکثر الکتب الدرسیتہ علی والدہ ثم سافر الی دیوبند و أخذ عن اساتذہ ثنائی المدرستہ العالیۃ ثم رجع

الی بلادہ ولی القضاء و حصل لہ القبول العظیم فی بلادہ و هو الیوم مشغول بالقضاء والتدیس

مولانا یار محمد صاحب کے معزز و بڑے عالم

مولانا گنہ صاحب ادب و مولانا علی گوہر صاحب (تونس) کے متعلقین

مولانا گنہ صاحب آف دیو | فقیہ، محدث، آپ کا مقام پیدائش رکن ڈھیر سی ہے۔
خانہ دان - گنہ ولد موسیٰ ولد محمد قیسرانی لشکری، مولانا ایک طاہر

سے معزز رہتے آپ کے والد کہا کرتے تھے میرے ڈھائی لڑکے ہیں، ابراہیم، راسو اور آدے گنہ۔

اساتذہ | قاضی غلام مرتضیٰ صاحب، جناب قاضی عبدالعزیز ولد قاضی عبدالکریم کے جد امجد

نظم ان کی خدمت میں پڑھی ۲۔ مولانا احمد الزاری ثم اسکندر فوری سے
حدیث ۳۔ مولانا فتح محمد صاحب آف پردھواں سے فقہ۔

معاش تھوڑی سی زمینداری پر تھی، سردار اللہ داد خان جانی آپ کو جامع مسجد کی امامت اور
رس کے لئے لایا تھا، اس وقت کے رواج کے مطابق ششماہی غلہ مقرر ہوا، پہلے آپ کی سکونت قیڑہ
پیشیکل میں تھی بعد میں باجھار سے پھروہاں سے دھوا منتقل ہو گئے، کریم داد خان نے آپ سے ترجمہ
قرآن مجید پڑھا، سردار موصوف (متوفی ۱۲۴۱ھ) بڑے علم دوست شخص تھے ان کے عہد امتداری میں
میر شریعت سید عطار اللہ شاہ بخاری، مولانا گلشیر، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد بخش سوکڑی
دھواں میں موعظت کے لئے اکثر دورہ کیا کرتے تھے اور آپ کے خصوصی مہمان ہوتے تھے۔

گورازنگ، متوسط قد، سیاہ سفید دارھی ایک پاؤں سے معذور لنگڑا کر چلتے تھے سادہ پہنائی
باس، پاؤں میں پہاڑی چپل پہنتے تھے، ۳۳ھ میں لبر ۴ سال بخار کے عارضہ سے وفات پائی اپنے
آبائی گاؤں باجھار میں دفن ہوئے، اور فرزند ارجمند جید عالم فقیہ، مفتی علمی ادبی جانشین (مولانا)
عبدالحق یادگار چھوڑا، آپ مولانا یار محمد صاحب مرحوم کے مدرس اور معاصر تھے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا
کہ صاحب تذکرہ مولانا محمد بخش نے بھی آپ سے پڑھا ہے یا نہیں۔

مولانا کے چند ایک لطیف حکایات: آپ کی خدمت ایک شخص آیا اور پوچھا ان

خود مختار ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

اٹھ کھڑے ہو بیٹھ جاؤ ایک ٹانگ اٹھا لو

ٹانگ اٹھا لو اس نے ایسے ہی عمل کیا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ شاید انسان

خود مختار ہے۔ پھر فرمایا دونوں ٹانگیں اٹھا لو اس نے کہا یہ ناممکن ہے فرمایا معلوم ہوتا ہے

شاید انسان خود مختار نہیں ہوگا۔ اس پر سائل نے کہا مجھے مسئلہ سمجھ آ گیا ہے وہ چلتا بنا۔

۲۔ تھک میرا شاہ دہرا میں کچھ روں کا ایک جھنڈ تھا وہاں بھنگی رہتے تھے ان کی ایک ک

جس میں بھنگ تیار کی گئی تھی کتے نے درڑتے ہوئے ایک ٹانگ ڈال دی اس پر شور مواتو بھنگیوں

رہیں اللہ بخش ولد نور محمد نے آپ سے مسئلہ ربا نیت کیا تو آپ نے فرمایا اس کتے کا دہی پاؤں دھو

بھنگ پاک ہو جائے گی (غالباً آپ کا مقصد یہ تھا بھنگ کتے کی ٹانگ سے بھی زیادہ پلید ہے اس

سجائے کتے کے پاؤں کو دھویا جائے جہاں اسے بھنگ لگ گیا ہے۔

۳۔ ایک شخص مسجد کی دیوار کو بوسہ دے رہا تھا تو آپ نے اپنے ذاتی مکان کی طرف اشارہ

کیا کہ اسے بھی چوم لو کیونکہ جن مزدوروں (راوڈوں) نے مسجد کو بنایا ہے انہوں نے ہی میرے مکان کو

دیوار بنائی ہے۔

مولانا عبدالحق مدظلہ کے سیال شریف میں بیتے ہوئے دن

سیال شریف میں جب آپ انتہائی تحصیل کر رہے تھے۔ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب

مہتمم مزاج العلوم سرگودھا، مولانا فضل کریم بندیانویؒ، مولانا غلام رسول صاحب المعروف

بابا انبی والے گجرات تشریف لائے۔ مجھے پہلے دو حضرات سے تعارف تھا۔ متعارف ہو کر

لیکن بابا صاحب سے تعارف نہیں تھا۔ تو بابا نے ازراہ تعجب پوچھا کہ تو ان کو پہچانتا ہے اس

پہلے دو حضرات نے مجھے کہا کہ تیری اس بزرگ سے شناسائی ہے میں نے نفی میں جواب دیا۔

انہوں نے بتایا انہی والے بابا ہی ہیں۔ آپ کا خاکی بادامی رنگ کا تہ بند کرتے کے کشادہ

اور بڑی بگڑی سر پر تھی۔ ان دنوں مہمانوں کا بندوبست میرے ذمہ تھا۔ میں نے ان حضرات کی درخواست کو اصرار سے یہ بزرگ دراصل مبحث علم غیب پر شرائط مناظرہ طے کرنے آئے تھے جو کہ مولانا حسین صاحب (روان پچھال) اور جناب پیر مراد علی شاہ صاحب گڑھ کے مابین ہونے والا تھا جناب ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین نے اس کا اہتمام کیا تھا اور مولانا معین الدین اجمیری کو ثالثی کا حق تفویض کیا گیا تھا۔ مولانا حسین علی صاحب وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ پیر صاحب نہ آئے عرس کے موقع پر جب مولانا معین الدین تشریف لائے ان کا پانڈان بھی ان کے ساتھ تھا مولانا حسین علی صاحب نے آپ سے کہا کہ آپ اس مسئلہ علم غیب پر کچھ بیان فرمائیں تو آپ نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”میں حیران ہوں یہاں ان لوگوں میں اس قسم کے مسئلے زیر بحث ہیں جن کو کلی اور جزئی کے معنی بھی نہیں آتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معنی نہیں کہ اس بل میں کتنی چیزیں ہیں اس گھر میں کتنے آدمی۔ اس تھیلے میں کتنے روپے اور اس صندوق میں کتنے کپڑے ہیں۔ تم تو علم غیب کہتے ہو میں کہتا ہوں وہ تو غیب الغیب جانتے تھے۔ علم قیامت، علم جنت، علم دوزخ، علم بلا اعلیٰ۔ مولانا نے مجھے مجمع میں یہ بھی کہا کہ میں جو بیس پچیس اصناف سے چل کر آیا ہوں اگر میں شہرت چاہتا تو کسی منطقی مسئلے میں الجھا دیتا کہ میرا تفوق ہو لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا تفوق ہو اور علماء کی تذلیل“

سجادہ صاحب کی مجلس میں مولانا نے فرمایا ”یہ مسائل عوام کی طبع آزمائی کے نہیں علماء کی طبع آزمائی کے ہیں۔ اپنی مسائل پر اپنے محدود دائرے میں بحث کی جائے اور آپس میں بیٹھ کر حل کیا جائے۔ انکو عوام میں نہ جانے دیے جائیں“

مولانا حسین علی صاحب جب رخصت ہونے لگے تو مولانا اجمیری کی قیام گاہ میں آئے

اور ان سے ملے۔

مولانا جمیری کے ارشاد "اگر میں شہرت چاہتا تو کسی منطقی مسئلے میں الجھتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرا تفوق ہو اور علماء کی تذلیل اس کے برعکس جناب

پیر علی شاہ صاحب میں یہ بات نہیں تھی۔ وہ اکثر و بیشتر پیش آمدہ مسائل میں اصل موضوع سے ہٹ کر کسی غیر متعلق بات میں الجھاتے۔ یا نئی اصطلاح پھیل دیتے تھے حالانکہ اہل حق کا یہ طریق نہیں ہے، بلکہ وہ ہمیشہ افسام و تفہیم کے ذریعہ حق بات کو قبول کر لیتے ہیں یا پھر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وان پچراں میں مولانا حسین علی اور جناب پیر صاحب کے درمیان ایک ایک اور مکالمہ اور مکالمہ جو مشہور و معروف ہے کہ دو نداد مہر میر صاحب کی مفصل

سوانح میں یوں لکھا ہے: مولانا حسین علی صاحب کی پیش کردہ آیت **كُلَّ لَّيْلٍ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبِ اَللّٰهُ** کے جواب میں پیر صاحب نے مولانا سے یہ دریافت فرمایا: "مولوی صاحب آیت مبارکہ **كُلَّ لَّيْلٍ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبِ اَللّٰهُ** پر آپ کا ایمان ہے؟ فرمایا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایمان نام ہے تصدیق کا اور تصدیق کی چھ قسمیں ہیں ان میں سے ایک مقبول اور پانچ مردود۔ وہ کیا ہیں؟ مہر میر صاحب ۲۳۹ باب

بتائے اس یک طرفہ تحریر میں بھی جو آپ کے ایک مرید مولوی صاحب کی ہے یہی نکلتا ہے کہ آپ نے مسئلہ علم غیب پر بحث کرنے سے کیسے گریز کیا اور اصل بحث سے ہٹ گئے۔ سنا ہے کہ مولانا نے پیر صاحب پر سختی کی اور موضوع پر بات چیت کرنے کو کہا۔ لیکن کہاں۔

بقول استاد مولانا محمد ابراہیم صاحب قیصرانی تو نسوی مدظلہ بابا انہی والے فرماتے تھے: "دکاش میں مجلس مناظرہ میں ہوتا تو پیر صاحب کی منطق کا مجھوت نکال دیتا۔

یہی وجہ ہے کہ طے کردہ تفصیلی مجلس مناظرہ میں پیر صاحب تشریف نہ لائے جس پر اصل موضوع پر فریقین کے دلائل کی روشنی میں فیصلہ سربراہ آوردہ علماء کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت مولانا علی گوہر تونسوی

آپ کے والد ماجد کا نام لال خان اور قوم اللوانی ہے علاقہ تونسہ کی لالوستی میں پیدا ہوئے۔
اکثر و بیشتر کتب کی اپنے استاد حضرت مولانا خدابخش جراح تونسوی مرحوم کی خدمت تکمیل کی۔

فقہ، معانی، بیان، علوم ادبیہ، اصول فقہ میں شیخ کامل تھے۔ اعلیٰ درجہ کے ذکی معقول
پڑھاتے تھے مگر اتنی بہارت تار نہ تھی۔ فائز القرآن۔ آپ مدت العمر مدرسہ محمودیہ قائم کردہ حضرت خواجہ
محمود متوفی ۱۹۲۸ء تونسہ شریف میں مدرس رہے آپ کے شب و روز مطالعہ و تدریس میں بسر
ہوتے تھے صرف کھانے کے لئے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ سفر و حضر میں حضرت خواجہ محمود کے
ساتھ رہتے۔ حضرت خواجہ کے امام تھے۔ متشرع طبیعت، لباس و خوراک میں سادگی، متوسط قد،
خوبصورت شکل، سفید گول چہرہ، تہ بند باندھے تھے کلاہ کے نیچے کوئی کپڑا رکھتے تھے۔

۱۳۴۹ھ، سال کی عمر میں وفات پائی نظر کی سنیقں پڑھی تھیں۔ فرض نماز سے پہلے داعی
اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ درس نظامی کی کتب، فقہ، نحو، اصول پر جوشی لکھے لیکن
اپنی تحریریں ضائع ہو گئیں۔ آپ کا ایک فتویٰ عہد رجال و شخصیات کے باب میں مذکور ہے۔ مولانا
محمد مٹھ صاحب آپ کے ہم عصر عالم تھے۔

تلاذہ

۱۔ مولانا محمد بخش نسکان بستی ارا میں ڈیرہ غازی خان ۲ مولانا محمد بخش نسکان

۳۔ مولانا واحد بخش کوٹ مٹھن الحال صدر مدرس مخزن العلوم خانپور

۴۔ مولانا غلام حسین وائ بھراں والے آپ کی خدمت میں شرقیہ ہدایہ اخیرین پڑھنے کی غرض سے

حاضر ہوئے۔ ۵۔ مولانا مہر محمد صاحب متوفی ۱۳۷۲ھ ۱۳۷۲ھ لاہور سے شوقیہ حلیہ ملا عبد الغفور پڑھنے کی

غرض سے تونسہ شریف لائے۔ ۶۔ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی، استاذ الامتازہ حضرت مولانا

خان محمد صاحب مظلہ العالی صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف۔ آپ کے استاد مولانا

خدا بخش کا خاندان پشہا پشت سے بہت بڑا علمی خاندان چلا آتا ہے خصوصاً نظم ہائے فارسی ہر بی

ریاضی، جغرافیہ، ریاضی، بے مثال اور بیدل۔ یہ خاندان تونسوی خواجگان کے آئین میں شمار ہوتا ہے

مولانا خدا بخش کے والد مولانا ابوالفضل شیخ المشائخ خواجہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ مجاز تھے

حضرت خواجہ اللہ بخش نے اپنے صاحبزادگان کی تعلیم کے لئے ان کو تونسہ شریف میں بلایا تھا اس خاندان

کا آبائی وطن دومرہ تھا جو تونسہ شریف شمال مغرب میں واقع ہے

سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔ مولانا خدا بخش ولد مولانا ابوالفضل ولد مولانا خدا بخش

صابر ولد میا حسن ولد میاں خضر ولد خمیسہ ولد حافظ عبد اللہ

ان میں زیادہ تر مشہور بزرگ ہستی حضرت مولانا خدا بخش صابر مرحوم کی ہے وہ اپنے دور کے

امام اور بڑے فاضل تھے مشہور کتاب نصاب ضروری وغیرہ کے مصنف ہیں بہت باحیا اور شریلی

طبیعت کے الگ تھے۔

حضرت مولانا قاضی عبید اللہ دامت برکاتہم متوطن دیر غازی خان

سلسلہ نسب مولانا قاضی عبید اللہ ولد قاضی غلام یسین ولد علامہ عبدالرزاق، ولد مولانا محمد ولد مولانا قاضی عبدالرحمن۔ آپ کا سلسلہ نسب بشیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے ۱۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے آپ اونچے طبقے کے علماء میں سے ہیں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے آپ کا وجود از بس غنیمت ہے وہ دین متین کے حامی پاک و صاف دل کے مالک وہ تنہا اہل باطل کے مقابلہ میں امت واحدہ ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا اپنی زندگی کی تمام تر محنت علمی و دینی اور ملی خدمات کے سر پایہ میں لگا دی۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل مستغنی، اہل دل، غریبار اور دیندار طبقہ سے الفت رکھتے ہیں آپ کا محبوب مشغلہ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو ترجمہ قرآن مجید کی تعلیم دینا ہے۔ قواعد عربی کی پیشگی تعلیم شرط نہیں۔ فن تفسیر، حدیث، فقہ میں شیخ کامل ہیں بالخصوص تفسیر میں رائے واجتہاد کا درجہ مسائل فقہیہ اور قضایا شرعیہ میں دور رس نظر رکھتے ہیں حاصل ہے۔ قرآن کریم پر ریسرچ اور تحقیق آپ کی زندگی کا موضوع ہے۔

۱۳۳۹ھ میں تحصیل تمام کی اور ۱۳۴۱ھ میں قضا کی جہی وراثت آپ کے سپرد ہوئی۔ اسی سال مدرسہ عبیدیہ کا افتتاح کیا اور طریقہ حقہ سفت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تائید و نصرت میں رسائل و جرائد تحریر کئے۔ غالی فرقہ مبند علم کے مسلک کا بلینغ رو کیا اور میان مناظرہ میں نکل آئے۔ ترجمہ قرآن مجید، التفسیرات العبیدیہ، مشکوٰۃ شریف پر مرآۃ التناویح اور شرح "فقہ اکبر بردایت ابی ملیح بلخی" الارشاد العالیہ فی الرد علی الغالیہ آپ کی تالیف لطیف ہیں دیگر چھوٹے بڑے بے شمار رسائل آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد بڑے اساطین علم گزرے ہیں اور سلسلہ قادریہ میں صاحب ارشاد لیکن آپ پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نمایاں ہے۔ گزشتہ سلاسل میں بھی خلیفہ مجاز ہیں۔

حسب و نسب کے مراتب علمی، عملی اور ملی خدمات کی حیثیت سے آپ اپنے دور کی بے مثل شخصیت ہیں۔

ڈیرہ غازی خان اور اس کے گرد و نواح میں ایک مخصوص گروہ کا نام قرآنی لقب کے موافق غالی رکھنا آپ کی ایجاد ہے ورنہ دوسرے علاقوں میں اس گروہ کو بدعتی، تہرانی اور رضائانی فرقہ کے نام سے یوں کیا جاتا ہے۔

آپ کے والد قاضی غلام یسین متوفی ۱۳۳۴ھ مولانا محمد بخش گورمانی صاحب تذکرہ کے مہم تھے اور مولانا موصوف کی زندگی کے آخری سالوں میں آپ بھی تحصیل علم کر چکے تھے اس لئے بنا برسرک آپ کا ذکر خیر آگیا تفصیلی ذکر انشاء اللہ شرح فقہ اکبر زیر طبع ہے مقدسے میں ہو گا جس کی طبع کی حضرت والانے راقم حروف کو اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد قاضی غلام یسین سے پڑھیں ان کے علاوہ مولانا اللہ داد مترن کوٹ موسیٰ علاقہ چودھواں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۳ استاد الکمل مولانا احمد بخش آف گدائی اور مولانا عبداللہ جکھر پوری آپ کے مشہور اور معروف اساتذہ ہیں۔

اللہ لا ینال النام متمتعاً بآفادته وبرکاته فی حیاته وبعد مماتہ آمین

ابو طیب بلخی کی روایت و اسناد سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی مشہور تصنیف فقہ اکبر جو علم کلام میں امام صاحب کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔ آپ نے اس پر شرح لکھی اور راقم حروف کو اشاعت کی اجازت ان الفاظ سے فرمائی **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کتاب ہذا شرح فقہ اکبر کے طبع کرانے کی حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب کو اجازت ہے یہ تحریر بطور سند ہے (عبداللہ مصطفیٰ ڈیرہ غازی خان ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ زیر طبع استاد الکتاب مولانا احتیاج اللہ واسی مدظلہ نے کتب فرمائی ہے۔ فلاسفہ دہریہ اور ملاحدہ وقت کی دنیا میں دہماکہ اور خدید تعلیمی طبقہ میں نیا انقلاب برپا کر نیوالی کتاب ہے۔ اللہ للہ کہ ایسی خدمت میں راقم نے ترجمہ قرآن میں آپ کے طرز کا انداز سیکھا اور ہمہ قسم فیض کا اکتساب کیا۔

باب دوم مولانا محمد بخش کے عہد کی شخصیات

جناب سردار خاں لدیب خان گورمانی متوفی ۱۹۳۶ء فخر خاندان حبیبیہ

قوم کی نشاۃ ثانیہ کے بانی رعایا کی اقدار کے پاسان اور باوقار سردار، اعلیٰ درجہ کے دانشمند اتنا ہی پُر حوصلہ، فراخ دل، مغرب پرور، دشمن نواز، اپنوں کے حق میں بمنزلہ پدر، رعایا کے ساتھ شفقت اور خدمت کا سلوک کرنے والے، خدا اور خلق خدا کے سامنے متواضع رہتے تھے۔ گھریلو کام خود کر لیتے، ان بننا اور گھوڑوں کے تلہارے بننا آپ کی فرصت کا مشغلہ تھا۔ غرضیکہ جو اچھے سے اچھے اصناف قوم کے کسی رئیس اور سردار میں ہونے چاہئیں وہ قوم کے اس اسم باہمی شخصیت میں موجود تھے۔ سیاسی مزاج، سادگی، پسند، نیک دل، شاغل و ذاکر انسان تھے۔ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے اور مشکلات کے وقت مشکلات سے دوچار لوگوں کو ہٹا کر خود پیش پیش ہوتے۔

بالائے سرش زہوشمندی مے تافت ستارہ بلندی

باجود اختیار اور قدرت آپ نے اپنے حریفوں کے ساتھ اعزازانہ سلوک کیا آپ کی عملداری میں دو ذیلیاریاں تھیں۔ آپ کے پاس جس علاقے کا کوئی مقدمہ یا مسئلہ پیش ہوتا وہاں کے قابل اعتماد رؤساء کو بھیج دیتے۔ قیصرانی اقوام کا مقدمہ قیصرانی اقوام کے رؤساء کے پاس، سادات اقوام کا مسئلہ سادات رؤساء کے پاس کہ یہ آپ کے علاقے کا مسئلہ ہے اسے سلجھا دو۔

جب ۱۸۷۲ء میں ہمارے اضلاع میں بندوبست ثالث اراضی ہوئی آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ایک وفد ترتیب دیا جو علاقہ کے لوگوں سے کہے کہ دراشت میں رواج عام کی بجائے قانون شرع اختیار کریں۔ وفد نے تمام علاقے کا دورہ مکمل کر لیا واپس آکر خدمت عالیہ میں رپورٹ پیش کی۔

”علاقہ ہذا کے تمام اقوام نے رواج کو تسلیم کیا بس ایک نو عمر لڑکا لٹری سے جنوبی

کامبردار سردار خان کہتا ہے کہ مجھے اور قوم گورمانی کو شریعت پسند و قبول ہے۔

خواجہ صاحب یہ بات سننے ہی جلال میں آگئے اور اس طرف اشارہ کر کے فرمایا "خدا

کی قسم سارے علاقے میں یہی ایک شخص ایماندار ہے۔ تم اسے لو کا سمجھتے ہو۔"

محترم جناب چاندن خالص صاحب کا بیان ہے مولانا کی وفات سے قریباً بیس سال بعد

دشک ہوئی ضلعی افسر نے پھر استفسار کیا۔ نیز دوسری اقوام قیسراقی وغیرہ میں یہ نکتہ پیدا ہوا کہ اگر

کسی قوم کی عورت اپنی برادری کی رضامندی کے بغیر دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا وہ بھی جائیداد

میں حصہ دار بن سکتی ہے اس پر سب خاموش ہو گئے۔ اور ٹھنڈے پڑ گئے۔ سردار خاں نے مجمع

اپنی قوم کے تسلیم کیا کہ ہم ایسی عورت کا شرعی حق پھر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ افسر نے مزید دریافت

کیا کہ آپ آج سے پہلے شرعی انتقال وراثت کی کوئی نظیر بھی پیش کر سکتے ہیں اس وقت مولانا محمد بخش

یاد آئے اور آپ کے اپنے کرائے ہوئے شرعی استقالات پیش کئے گئے۔ سبحان اللہ کیا ہی بابرکت

شخصیات ہوتی ہیں کہ زندگی اور موت دونوں میں خلق خدا کو ہدایت ہم پہنچاتی ہیں۔

بنا کردند عجب رسمی بجاک و خون غلطیدند خدا رحمت کند ایں عاشقان پاکست را

سردار خاں اپنے ان اوصاف عالیہ اور انتظامی صلاحیتوں کے باوصف مالی کمزوری کے

باوجود ذیلدار چیئر میں منتخب ہوئے۔

شیخ نور محمد افسر مال ڈیرہ غازی خان ذیلداری کے سلسلہ میں موصوف کے مقابل امیدواروں

پر کڑی تنقید کے بعد لکھتے ہیں۔

"سردار خان واقعی لائق شخص ہے مستعد کارکن بے شر اور شائستہ شخص ہے۔ لیکن بوجہ

ساہا سال کی خشک سالی کے باعث سقیم الحال ہے۔ اگر اس کی یہی حالت نظر انداز کی جائے تو وہ

واقعی باقی امیدواروں کی نسبت بدرجہا بہتر ہوگا۔" (۱۵/۴) (دستخط بحروت انگریزی)

آپ کے فرزند ارجمند شیر محمد خان بی اے ڈکی، ہوشیار جری اور قوم کے ہونہار فرزند تھے

عین آغاز جوانی طالب علمی بن گئے۔ جس سے خالص صاحب موصوف کو بڑا صدمہ ہوا آپ کے

پوتے غلام قادر خان ولد نور محمد خان مرحوم متوفی ۱۳۷۶ھ کا بیان ہے کہ "ہماری قوم دو شخصیتوں کو کھونے کی وجہ سے بہت بڑی محرومی میں مبتلا ہو گئی۔ یہ ان کی بدقسمتی تھی"

دینی اعتبار سے حضرت مولانا محمد بخشؒ کا وجود مسعود اور تعمیر و قمار کی حیثیت سے شیر محمد خان مرحوم افسوس دونوں عین جوانی میں چل بسے۔ مشہور ہے کہ شیر محمد خاں کہتے تھے میں تعلیم مکمل کر کے قوم کی خدمت کروں گا۔ مہندوں کی ناپاک سازش سے جوز مینیں گروی ہیں انہیں آزاد کراؤں گا بیویوں کی سہولت کے لئے آٹے کی چکی لگاؤں گا۔ اپنے علاقے میں اسکول منظور کراؤں گا۔

گر بھیریم عذر مانپذیر اے بسا آرزو کہ خاک شد

جناب سردار خان سخت بیمار تھے اور دنیا کے سفر کا آخری دن تھا ایک شخص جو کہ قومی حریف تھا عیادت کے لئے تشریف لایا۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے تندرستی اور خانگی لباس پہناؤ مجھے تکیہ لگا دو جب اچھی طرح بیٹھ گئے آنے والوں کو اجازت دی وہ آئے خیریت دریافت کی اور خوش باش دیکھا واپس ہوئے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ذلیلار صاحب کا کیا حال ہے۔ وہ تو بڑے علیل تھے کہا ٹھیک ٹھاک ہیں میں ابھی ان سے مل کر آیا ہوں اتنے میں خبر ملی کہ سردار خان فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ وارحمہ وادخلہ دارالنعیم اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق بھی منقول ہے۔ رضی اللہ عنہ ارضاً آمین

جناب نور محمد خان ولد سردار خان مرحوم (متوفی ۱۹۲۳ء)

آپ اپنے والد کی حیات کے آخری چھ ماہ سربراہ بنا دیئے گئے تھے سرداری انتظامی امور کو اپنی جرات اور محنت کی بدولت دوبالا کر دیا۔ جوان سن تھے کسی فتنے کو سر نہیں ہلانے دیا بلکہ اس کا سد باب کر دیا۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے معاملہ سنجی اور قومی وقار و رشتہ میں ملے تھے بیعت کا سلسلہ حضرت خواجہ غلام حسن صاحب آف سواگ سے تھا رعایا اور قوم آپ سے خوش خرم رہی۔ آپ مولانا محمد بخش صاحب کے زبردست حامی تھے بلکہ آپ ہی نے اس سلسلے کو

جنبانی کیا اور عہد کیا تھا کہ اپنی قوم خاندان بلکہ اگر اس سلسلہ یعنی شریعت کے اتباع میں اپنے والدین
میک کو چھوڑنا پڑا تو پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

آخر عمر میں درد گردہ میں مبتلا ہوئے ابتدائی علاج معالجہ کرایا آخر چند سال بعد اسی بیماری کا
۴۹ سال کی مختصر عمر پا کر لقمہ اجل بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قوم نے ان کے فراق میں
بڑے آنسو بہائے مجھے آج تک وہ مناظر یاد ہیں۔ خود نور محمد بھائی اور باپ کی وفات کے بعد جب
اکیلے رہ گئے تو فراق میں رو رو کر یہ قافیہ کہتے۔

اٹھتے گھوڑے ہیں دکھیں دکھیں جوڑے پے میں سو نہڑے واسدھ میں اٹھے چاچھوٹے

آپ کے متعلق تحصیلدار سکرام سنگھ نے ذیلداری رپورٹ میں لکھا ہے "نور محمد خان لعمر ۴۹
سال قوم بلوچ گورمانی سکسٹینہ پور لٹری جنوبی و جھوک بندو ہے۔ سردار خاں متوفی کالوہ کا ست تشریف
خاندان شخص ہے۔ اپنے باپ کی آخری عمر میں قریباً چھ ماہ کام فرائض ذیلداری خوش اسلوبی سے سرانجام
دے رہا ہے۔ بار سوخ شخص ہے۔ ذیلداری کے قابل و موزوں ہے۔" دستخط جرحون انگریزی

چچا خیر محمد خان مرحوم اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں۔ "پچھلی دولتیت ہماری قوم میں ذیلداری رہی
ہے پہلے خانصاحب سردار خاں ذیلدار مقرر ہوئے جنہوں نے قریباً ۱۱ سال کام ذیلداری
سرانجام دیا۔ بعد ازاں خانصاحب نور محمد خان مرحوم اس کالوہ کا مقرر کیا گیا جنہوں نے قریباً آٹھ
سال کام ذیلداری کیا۔ عرصہ قریباً ۳۳ سال میں حکام وقت سے کوئی شکایت و غیرہ نہیں ہوئی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یار محمد صاحب قدس سرہ

آپ کا نسب نامہ (مولانا) یار محمد ولد خان محمد ولد گھنور ولد غریبا۔ حضرت مولانا نے وقت کے
بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے تحصیل علوم کی اس لئے آپ کو دوز دراز کے سفر کرنے پڑے۔ مثلاً
۱۔ حضرت مولانا احمد نزاری سکندر پوری ہری پور نہارہ متوفی ۱۲۳۱ھ سے معقول اور حدیث
۲۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب آف چودھواں سے فقہ اور اصول، قرآن مجید میں آپ کے استاذ مولوی

خان محمد خان ولد محمد حسین خان ولد عثمان خان گورمانی ہیں۔

آپ نے جواں عمری میں وادی علم میں قدم رکھا۔ کامل اور مکمل ہو کر وطن واپس ہوئے۔ ہل چھوڑ کر بھاگے تھے اور واپس آکر پھر کاشت کاری کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے علاقہ میں رہ کر تازلیست پچاس سال تک خاموشی سے کسان، زمیندار، مزدور و دیگر اہل پیشہ کی تعلیمی خدمت میں مصروف رہے۔ خدا نے طبیعت ایسی بنائی تھی کہ تمام اقوام جاٹ، بلوچ، سید اور دیگر اقوام کے مقتدار اور پیشوا بن گئے خصوصاً لٹری جنوبی جب کہ سردار خاں کا عہد شباب تھا۔ لٹری جنوبی کی جامع مسجد جو قوم کے خلوص جذبات کی نہایت عمدہ نشانی ہے مسجد کی چھت میں لگی ہوئی تختی پر آپ کے خط سے حدیث من بنی للہ مسجداً بنی اللہ له بیتا فی الجنة کے بعد ۱۳۱۵ھ لکھا ہے۔

گورمانی قوم کی دینی خدمت میں ساری زندگی صرف کر دی۔ جامع مسجد لٹری جنوبی جمعہ کے دن ایک عجیب منظر ہوتا میلہ ہاسیل سے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے اور مواظظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔ احوال باطن کی اصلاح لیتے۔ ہفتہ بھر اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرتے۔ تلاوت ذکر اور درویشی کی مقدار بتاتے کہ ہم نے کیا کچھ پڑھا ہے اس مجمع میں اپنے پیشرو عالم برزخ میں بسنے والے بزرگوں کو بھی نہ بھولتے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہمارے بزرگوں کے حق میں دعا کیجئے۔ واپس جاتے اور آنے والے ہفتہ کے لئے ہدایات حاصل کر لے جاتے۔ مولانا محمد بخش کی بجائے ان کی زندگی میں مولانا یار محمد صاحب کے لوگ بہت زیادہ مستفید تھے۔ آپ عمر رسیدہ بزرگ تھے بہت نرم مزاج تھے مسئلہ بتا دیتے تھے۔ زیادہ کسی سے سروکار اور پرچاش نہیں رکھتے تھے۔ پورے علاقے میں عموماً اور قوم کے بڑوں کے اتنا ذائقہ تھا۔ علاقہ کے علماء کے اتنا ذرا مرجع انام تھے۔

حضرت کا یہ زمانہ قوم کی زندگی کا وہ بہترین نمونہ تھا۔ قوم کو جس طرف موڑ دیا جاتا مڑنے کو تیار تھی ایک اشارے سے تمام رواج و رسومات اور غلط عقائد کی اصلاح ممکن تھی لیکن تعلیم و تربیت کا یہ فیض مدتوں جاری رہا۔ یہ کام بجائے خود فرصت طلب اور اہم مولانا محمد بخش مرحوم کو بھی آپ کے سلسلہ تعلیم کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے ابتدائی فیض آپ سے حاصل کیا

تھا۔ آپ کے فرزند اور ہمارے مشفق و مکرم استاد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب فرماتے تھے :
 ”در اصل بات یہ ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میرے والد بزرگوار دوسری قوم کے فرد تھے۔
 آپ سختی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا محمد بخش صاحب جلال تھے جس کی
 وجہ سے آپ سے علمی فائدہ کم کسی نے اٹھایا۔“

بہر حال دونوں بزرگوں کا فیض جاری ہے۔ اور تا قیامت جاری رہے گا ہر ایک اپنے اپنے
 مقام میں قطب زماں تھا۔ علم و عمل کے اس مرتبے پر آپ فائز تھے کہ صاحب ولایت و کرامت بزرگ
 حضرت خواجہ غلام حسن نقشبندی مجددی آت سواگ شریف از مضافات کزور لعل عین متونی ۱۲۵۸
 جن کے دست مبارک پر بے شمار اور لا تعداد آدمی مسلمان ہوئے فرمایا کرتے تھے : اگر میں نے مولانا
 یار محمد صاحب کی واقفیت سے قبل اپنے پیر کی بیعت نہ کی ہوتی تو آپ کی بیعت کرتا۔“

آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے ادھر نماز استقار سے فارغ ادھر موسلا دھار بارش
 لوگ سیدھے اپنے اپنے گھٹیوں کو سیراب کرنے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف کو آپ سے تلمذ کا شرف نصیب ہوا۔ ۱۹۴۱ء
 میں میرے بڑے چچا خیر محمد خان المتونی ۱۹۴۹ء مجھے اور میری چچا زاد بہن زہرا بی بی کو آپ کے
 دولت خانہ میں لے گئے۔ یہیں ملتان قاعدہ کی یاتحاح آپ نے پڑھائی۔ آپ نے طویل عمر پائی
 تقریباً نوے سال کی عمر میں ۱۳۶۲ھ میں وفات پائی۔ راقم الحروف جنازے میں بھی شریک تھا
 مولانا اللہ داد صاحب واگہر (آپ کے شاگرد) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت اساذ مولانا محمد عبداللہ صاحب فرزند ارجمند حضرت مولانا یار محمد صاحب موصوف قد اللہ امرہ

آپ اپنے والد کے سچے جانشین اور صاحب فضیلت بزرگ تھے بچپن میں دائیں ٹانگ سے معذور ہو گئے تھے اپنے والد بزرگ دار حضرت مولانا یار محمد صاحب قدس سرہ سے گھر میں ابتدائی کتب پڑھیں، گھر پر مصروفیت کے باعث اپنے والد بزرگ دار سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکے، تو ڈیرہ اسماعیل خاں وغیرہ اور حضرت مولانا محمد شرف صاحب کی خدمت ملتان چلے گئے حرص علم کا یہ عالم تھا کہ اپنے شاگردوں سے استفادہ کرنے میں عار نہ تھی اس وقت کا مروجہ دورہ تمام کیا۔

سفر سے واپس ہو کر اپنے والدین کی خدمت میں رہے لٹری سرور خان کا درس آپ سے منتقل ہو گیا جسے بڑی خوبی سے انجام دیا پچیس سال تک اس خدمت کو تنگی اور فقر و فاقہ کی حالت میں نبھایا تا اٹیکہ ۱۳۴۷ھ میں بعض فتنہ پر باز قومی عناصر نے ایک شرط لگا دی کہ قل خوانی اور جہانے کے بعد رسمی دعا اور دیگر رسومات کا ادا کرنا ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ ”مجھے اس رواجی اور بے ناز قوم کی خاطر ان کی خدمت کے عوض اپنے سریدعات و رسومات کا بوجھ اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں“ واقعی جس قوم نے اپنے بڑوں کی قدر نہیں کی ابھی تک محروم قسمت ہے۔ دنیوی اور اخروی لحاظ سے تنزلی میں ہے وہ دوسروں کی کیا خاطر داری اور دل داری کر سکتی ہے۔

تو باخوشی چہ کر دی کہ کنی بامانظیری بخدا کہ واجب امدانہ تو احترام کردن

اذی بعد آپ نے اپنی بستی میں طبی شغل کے ساتھ اپنی مسجد اور گھر میں درس قرآن کا فیض جاری رکھا اگرچہ آپ بہت بڑے حکیم تھے لیکن بارہا فرمایا کہ اگر تمام توجہ اس طرف صرف کی جائے تو پھر یہ نیت یعنی درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدگی سے نہیں ہو سکتا اس لئے میں نے طبی معالے کو رواج نہیں دیا۔

آخری عمر بڑی عسرت سے گزاری مگر بایں ہمہ عزیمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اپنی آزادی

افکار کو بدستور قائم رکھا آپ آخری عمر میں خواص و عوام کی نظروں میں سما گئے وقت بے وقت

دور دراز سفر میں لوگ بیماروں کے لئے جاتے معذوری کے باوجود میلہ میل پیدل چلتے نبض دیکھتے۔ اکثر نسخے لکھ دیتے اپنے پاس دوائی بہت کم رکھتے اگر کسی سے معاوضہ لیتے تو نہ ہونے کے برابر۔ طلبہ، مساکین اور قریبی احباب سے لیتے ہی کچھ نہ تھے۔ برتاؤ میں سادگی اور بے تکلفی تھی اپنے خاص تعلق والوں کو بھی حجتہ نسی چیز کی فرمائش بھی کر دیتے۔

آپ کو کسی سے محبت یا بغض ہوتا تو محض **بَلَدٌ فِي اللَّهِ**۔ شرعی منکر دیکھتے تو فوری تنبیہ فرماتے اور برملا اپنی رنج کا اظہار کرتے۔ طالب علموں کی سستی اور غفلت کی وجہ سے ان کا تعلیمی خرچ برداشت سے باہر تھا۔ زجر و توبیخ وغیرہ سے اسکا تدارک فرماتے۔

باجر تگدستی کے سنبھالنے، قدے، درہے، ہر قسم کی امداد فرماتے نا قدر دانی اور ناپاسی ہوگی اگر میں اس بات کا تہہ دل سے اقرار و اعتراف نہ کروں کہ راقم الحروف اور میرے چچا زاد برادر مولانا حافظ قادر داد صاحب نے آپ کے طفیل آپ ہی کی توجہ اور دعا سے دینی علم حاصل کیا اور اس میدان میں قدم رکھا۔ ایک دن آپ نے ہم سے فرمایا **اللہ تعالیٰ کی کتاب سچ کر پڑھنا اور علیؑ اور نعمت لا محمد وحبہ**۔

اس طرح کی ترغیب اور مشورے پر ہم سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر چند والدین سکول چھوڑنے پر رضامند نہ تھے ہم گھر سے بھاگ نکلے۔ آپ نے مشالیت کی حسب وسعت امداد کی اور کچھ نصیحتیں کر کے الوداع کیا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت ابھی اس دادی خازن میں قدم رکھے ہیں ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا علاقہ کے بچوں کو دینی تعلیم کا جذبہ پیدا ہوا۔ حافظ اور عربی طلبہ کا ایک جم غفیر نظر آنے لگا۔

ادھر حکیم مولوی محمد عیسیٰ صاحب قیصرانی مرحوم المتوفی ۱۳۹۹ھ آپ کے دوست نے بی قیصرانی میں تحریک چلائی۔ شوال میں تعلیمی سفر کے لئے طلبہ کے بڑے بڑے گروہ گھروں سے نکلنے اور مدارس کی رونق بنتے۔ یہ یاد رکھا جاسکتا ہے کہ اس جادہ منزل میں پہلا قدم اس مرد درویش کا پڑا جس نے اس وقت اپنے عزیزوں سے اس کار خیر کا آغاز کرایا جب کہ طالب علمی کو دیروزہ گری

اور ذلیل پیشہ سمجھا جاتا تھا۔

بنا کر دند عجیب سے سجا کر خوں غلطی نہ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را
لیکن بغیر واقف ہمارا اور عالم واقعات ماضیہ کے کون اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے۔ (لا ماشاء اللہ)
ہ۔ اِذَا الْمَوْءِیَّاتُ هَلَالٌ فَسَلِّمْ لِاِنَّاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ
الحمد للہ کہ حضرت استاذ مرحوم نے اپنے لگائے ہوئے پودے کا نتیجہ ایک چمن کی صورت
میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ برادر م جناب مولانا حافظ قادر داد صاحب رحمۃ اللہ اور راقم کو اپنے لگائے
ہوئے پودے قرار دیتے تھے۔ اگر چند روز ہم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے میں کوتاہی ہو
جاتی تو خود قدم رنجہ فرماتے اور سفر سے واپسی کے بعد تو جانبین سے بڑے اشتیاق سے ملاقات
ہوتی۔۔۔ یارب ایسی ہستیاں کس ویس بستیاں ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں،

دارالعلوم محمدیہ لتڑی جنوبی کافیم

آپ ہی کے طفیل دارالعلوم محمدیہ لتڑی جنوبی کی بنیاد ۱۳۷۷ھ میں رکھی گئی آپ کی حین
حیات تک اس مدرسہ کے برگ و بار سرسبز و شاداب رہے اب عرصہ سے اس میں کمزوری آگئی ہے
اہل مدرسہ کے پاس سوائے بھروسہ اور امید خداوندی کے اور کوئی سرمایہ نہ اس وقت تھا اور
نہ اب ہے امید ہے کہ وہ اپنے امیدواروں کو بالآخر کامیاب فرمائے گا۔

بصاعت نیادر دم الا امید خدا یاز عفو مکن نا امید
دو تین ماہ انتڑیوں کے درد میں مبتلا ہوئے۔ علاج کیا مگر افادہ نہ ہوا۔ یکم رمضان
۱۳۸۸ھ بروز جمعہ وفات پائی فمات شہیداً، فرحمہ اللہ رحمة واسعة وادخلہ
بجعة جنة۔ آمین۔

حضرت استاذ کی وفات پر متعلقین اور آپ کے تلامذہ عزیزان کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ

کے بڑے صاحبزادے مولوی غلام رسول صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ خیر شاہ کے قبرستان
اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ابھی قبر کھود رہے تھے کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے کو عیند
آگئی۔ ان کو خواب آئی کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد صاحب ایک بڑی جماعت کے ساتھ
کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ آج ہمارا تمہارا رہا ہے۔ سبحان اللہ کتنی جلدی بشارت سنائی گئی
ابھی آپ لحد میں بھی نہیں اتارے گئے تھے۔ اس وقت مرتیہ کے چند ٹوٹے بھوٹے الفاظ میں
راقم الحروف نے جو اظہار غم کیا تھا وہ پیش خدمت ہے۔

۱ ترس رہا ہوں دیدار کو

تو آتا میرے علاج کو

تیرے غم سے میرا دل ٹڈھال ہے

کیا ہو گیا جو بے حال ہے

۲

وہ کیا سعیدِ ساعیتیں

کہ صحبتیں مجھے یاد ہیں

کس سے کہوں میں کیا کروں

عجب آپڑا یہ وبال ہے

۳

جوں سر پہ صدمہ ہی آپڑا

چند تیرے میں آگے

وہ دور جلدی گزر گیا

نیا ڈھنگ نئی چال ہے

۴ اب زندگی بے کیف ہے

اجل آگئی صد حیف ہے

تو نے الوداع ہی نہیں کہا

کچھ ماجرا یہ منتال ہے

۵

بہت سن چکا ہوں میں فلسفی

مجھے رمزِ عالم یاد ہے

تیری موت نے وہ سبق دیا

کہ حدودِ عالم قال ہے

۶

ہے نام تیرا بھی عبد الہ

تفسیر گو یا جب اب کی

یا محمد باب بھی

مولائے مآب سے

۶

بھتی موت تیری بھی منتظر
 ہلال رمضان پاک کی
 جمعہ مبارک یوم بھی
 دیدار رب جلال ہے

۸

اٹھاسی^{۸۸} عرصی سال تھا
 چند ماہ بیماری میں پڑ گئے
 اس دار فانی سے چل بسے
 اب شوق و وصلِ جمال ہے

۹

دو وصف تیرے میں منکشف
 معلوم سارے جہان کو
 زندہ کیا علم نبی
 تو وقتِ خضرِ مثال ہے

۱۰

تیرے جی میں تھی بس اک لگن
 جس پہ لگایا تھا اپنا تن
 ہو شرع کا ڈکھ بلبند
 تیرا ماضی استقبال ہے

حضرت مولانا علی گومر تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۲۹ھ

صاحب درع بزرگ اور علم میں بے مثال حضرت خواجہ محمود تونسوی متوفی ۱۹۲۸ء کے عہد میں آپ کے قائم کردہ مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف تا آخر صدر مدرس کے عہدہ پر قائم رہے اس علاقہ کے اکثر علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ استاذ العلماء ٹھہرے۔ خواجہ موصوف کے فرزند خواجہ نظام الدین متوفی ۱۹۶۵ء کو آپ سے شرف تلمذ تھا۔ خواجہ صاحب کو آپ کی خدمت میں زانو تلمذتہ کرنے پر ناز تھا۔ مسائل کی بحث میں حجۃ آپ کی طرف فخریہ امتداد کیا کرتے تھے۔ حال کے صدر مدرس استاذ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا واحد بخش صاحب ساکن کوٹ مہٹن حال صدر مدرس عید گاہ خان پور آپ کے شاگردوں کی فہرست میں آتے ہیں۔ فقہ اور نحو میں خصوصاً آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ حاشیہ عبدالغفور پر آپ کی ملائی تقریر راقم الحروف نے مطالعہ کی ہے نہایت عمدہ ہے۔ مولانا محمد بخش سے آپ کی عقیدت سے متعلق حکایت مذکور ہو چکی ہے۔ آپ کی ایک تحریر جو مسئلہ طلاق و ایصال اور عین سیدہ کے ایک استفتاء پر مشتمل ہے (جو حضرت مولانا محمد بخش صاحب متوفی ۱۳۲۹ء چوٹی زیریں کو ارسال کی ہے) نقل کی جاتی ہے۔

مکرمی حضرت مولانا صاحب زادہ رافقہم تسلیمات و دعوات

داعی پنج روز در سفر ملتان معطل ماندہ نوشتن جواب عنایت نامہ بشمارہ پر داخہ است معذور دارند جواب مسئلہ طلاق کہ اقام فرمودند داعی مشکور است اللہ شمارا خیرا الجزاء عطا فرماید لیکن آنچہ سید محمد ہاشم صاحب عز و فرمودند کہ لفظ بنا بر تحقیق سید طلاق کنائی بآن است محل تردد است آنچہ تحقیق علماء این دیار است و آنچہ از اساتذہ کرام محفوظ است این است کہ این لفظ در حکم صریح بآن است در وقوع عینیت محتاج نیت نیست در کلام سید کہ جناب تحریر فرمودہ اند و آمل اینست "و اگر در یہ صحیح کے از مرہ ثلث نیت سے طلاق نہ کردہ حکم بوقوع یک طلاق بآن است و نیز این عبارت نا حاصل ان الواقع فی الصورة المتنازع فیہا الخ" بریں دلالتہ است کہ در وقوع یک طلاق بآن

احتیاج به نیت نیست پس مراد سید صاحب از کنائی بودن او این باشد که بحسب الوضع از کنایات
 است اگرچه بلفظ استعمال در حکم صریح است بالجمله اختلاف علماء سند درین دو شق است که یا صریح باین
 است و یا صریح رحیمی قال مولانا فتح محمد فی رسالته "ولهذا اختلاف علماء سند فی الطلاق الواقع
 بلفظ جهدی فعند الجمهور باین وعند البعض رحیمی کما فی حل المعقود فی بلاد هندیة بین قضاتها
 انه اذا قال الزوج لامرأته هذا اللفظ یحکون بتجديد النکاح وان قال لها ثلث هل مت
 یا مردن بالتحلیل احتیاطاً لامر الفرج اه پس آنچه نزد این نیازمند مقرر است اینست که این طلاق
 صریح است محتاج نیت نیست باین است حاجت تجدید نکاح است ثانی و ثالث لاحق
 نمی شود تا وقتیکه نیت ثلاث باشد. واللہ تعالی اعلم

وطعام ارواح غنی دادن نزد فقیر موجب ثواب می شود فی البدایة لانه قد یقصد علی
 الغنی الثواب وقد حصل ج. باب هبة و فی حاشیة ان من له نصاب وله عیال کثیرة فان
 الناس یتصدقون علیه علی قصد الثواب اه

و آنچه در زمینات پهل سادات و شیخ حبیبانی مقرر است و در بند و بست هم درج است
 و بحسب رواج در و بیع و توریت جاری است ایا این ملک ایشان است و توریت و بیع صحیح است
 یا نه با اگر درین باب کدام تحقیق نزد شما باشد مرحمت فرمایند که واقعه الفتوی است و اسلام دعاگو
 فقیر علی گوهر غنی (چون زریں شرف و لایزال ناموری محمد بخش صاحب امام مسجد مازندران)

حضرت مولانا غلام محمد صاحب گورمانی زید مجتہد

شجرہ (مولوی) غلام محمد ولد اللہ بخش ولد محمد حسین خان ولد عثمان خاں گورمانی عالم فاضل ہیں
 ذہن ثاقب رکھتے ہیں اپنے خاندان کے باوقار شخص ہیں بچپن میں دینی تعلیم میں مصروف ہو گئے چھوٹی
 بڑی کتب کھٹی سہزہ موضع سداوال اور ملتان مولانا محمد اشرف صاحب قدس سرہ متوفی ۱۳۰۵ھ اور حضرت
 مولانا محمد شفیع صاحب بانی مدرسہ قاسم العلوم ملتان متوفی ۱۳۹۸ھ کی خدمت میں پڑھیں دہلی مدرسہ
 امینیہ ۱۳۵۵ھ میں مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ متوفی ۱۳۶۲ھ کی خدمت دورہ حدیث کیا اور
 تحصیل تمام کی۔

آپ کا مولانا محمد بخش سے قریبی رشتہ ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد بخش کے حقیقی ماموں زاد
 بھائی ہیں اور آپ کی والدہ مولانا کے نانا کی حقیقی بھتیجی ہیں۔ آپ کی بڑی ہمشیرہ گوہراں بی بی کا
 نکاح مولانا کے بھائی لال خان سے ہوا اس سے ایک لڑکا ہوا جو بچپن میں لال خان کی وفات کے
 بعد فوت ہو گیا۔ پھر گوہراں بی بی نے احمد خاں ولد حسن خان گورمانی متوفی ۱۳۰۵ھ سے نکاح کیا
 مولوی غلام حیدر صاحب ولد احمد خان آپ کے بھانجے ہیں۔

تحصیل علم کے بعد مولانا غلام محمد صاحب کو اپنے آبائی گاؤں میں رہنے کا موقع کم ملا ہے
 تیس سال سے زیادہ عرصہ سے منڈی یزمان ریاست بہاول پور میں بمع اہل و عیال اقامت پذیر ہیں
 فرماتے ہیں میں چھوٹا تھا۔ مولانا کے بارے میں کچھ یاد نہیں پڑتا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ ایک دفعہ مولانا
 نے لٹری شمالی میں تقریر فرمائی لوگوں پر تقریر کا بڑا اثر ہوا میں گھر واپس آیا اور اپنی والدہ سے کہنے لگا
 "میں مولوی ہوتا اور ایسا وعظ کرتا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے
 اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قوم میں ترویج شریعت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

آپ کی روایت ہے کہ حضرت مولانا دہوا گئے اور جامع مسجد دہوا میں تقریر کی۔ سردار کریم داد
 خاں تمندار دہوانے اپنی جامع مسجد میں مسند درس و افتاء کے لئے پیشکش کی اور بہت اصرار کیا

آپ نے اپنی قوم کے اصلاح کے جذبے اور آزاد رائے کی بنا پر خاں صاحب موصوف کی ایک
نہ سنی۔ اسی طرح فقیر سلطان احمد صاحب نے بھی تقاضا کیا تھا مگر مولانا نے ہمیشہ لتطری جنوبی میں
رہائش کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

مولوی غلام محمد صاحب فرماتے ہیں جب میں ٹھٹھی ہمزہ موضع سداواں ضلع مظفر گڑھ مولانا
سید نور احمد شاہ صاحب کی خدمت میں قلم فارسی پڑھتا تھا اور میرے والد بزرگوار میری تعلیم کی وجہ
سے میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت مولانا میری اور میرے والد کی ملاقات کے لئے ٹھٹھی
ہمزہ تشریف لائے۔ ایک رات وہاں رہے۔ ہمارے استاد شاہ صاحب سے بھی آپ کی ملاقات
رہی۔ آپ نے فرمایا مولانا نے غیر شرعی رسوم کو روکنے کی کوشش فرمائی کوڑی روٹی یعنی وفات
کے دن میت کے گھر تکلف اور عام دعوت کی رسم بند کرادی۔ نیز فرمایا گرداوری لال (ہندو) نے
مولانا سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا تھا آپ کی وفات پر بہت رویا اور کہا مولانا قوم کے روشن چراغ
تھے جو بجھ گئے۔ بروایت شیخ عبداللہ مرحوم گرداوری لال نے ترجمہ کے علاوہ آپ سے طب بھی
پڑھی تھی۔ اگر مولانا زندہ ہوتے تو قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔

یہ رسالہ مولانا محمد بخش کی تصنیف ہے مولانا کے قلم سے اس کا عام
استحکام الاحتمال اور خاص مسودہ راقم الحروف کو مولوی غلام محمد صاحب کے کتب خانے

سے ملا۔ مولانا کی والدہ نے مولوی صاحب موصوف کو چند کتابیں دے دی تھیں اس طرح
خوش قسمتی سے یہ مسودہ محفوظ رہا۔

حضرت مولانا محمد بخش صاحب قیسری ساکن چاہ یعقوب والا موضع لشتری جنوبی

علم و دست اہل علم سے محبت، خدمت و ایثار کا جذبہ، مریخ مریجاں طبیعت، صلح پسند
تاریخی یادوں سے خاصا انس رکھتے تھے حضرت مولانا یار محمد صاحب قیسری اور حضرت مولانا محمد بخش
صاحب ملتانی یہ آپ کے بڑے اساتذہ ہیں۔

طب سے بڑی مناسبت رکھتے تھے یہ آپ کا ذوقی فن تھا۔ زندگی بھر اس میں کام کیا خلق
خدا کو ان سے اس سلسلہ میں بہت نفع پہنچا۔ دوا سازی میں احتیاط، اعلیٰ صدفری اور اساذی نسخوں
کے جمع کرنے میں ممتاز تھے۔ اپنے اور اپنے اساتذہ کے مجربات سے علاج معالجہ کرتے تھے ملتانی
مسجد ملائین میں زندگی کے قیمتی اوقات بسر کئے طب کے علاوہ علمی خدمات بھی انجام دیں۔ عوام
کے افادہ اور اکابر علماء کے علوم اور حالات کے تحفظ کی غرض سے اپنی جیب سے زر کثیر خرچ کر کے
ان رسائل کو طبع کرایا۔

رسالہ نظم الفرائض: مؤلف مولانا نور احمد سوکڑی جو علم میراث میں ایک بے بہا خزانہ

السر المکنون: مؤلف حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز پیر ہاروی جو فن جفر، ادعیہ اور تعویذ

میں ہے اس کی طباعت ۳۵۹ھ میں ہوئی۔

ملفوظات حنفیہ: یہ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام حسن صاحب سواگ

مختصر سی سواغ ہے سن طبع ۳۵۹ھ ہے تالیف و ترتیب مولانا عبدالکریم صاحب بلوچ احمد

چاہ درہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان۔

بلاخر آخری عمر میں اپنے آبائی گاؤں چاہ یعقوب والا موضع لشتری جنوبی کی طرف رجوع

یہاں تقریباً پچیس سال رہے۔ ۱۹۷۲ء میں حج کا مصمم ارادہ کر لیا صاحب فراش تھے۔ ضعف

اور لاغری حد کو پہنچ چکی تھی بعض احباب نے اگر منع کیا تو اس پر بہت افرودختہ ہو جاتے۔ کراچی۔

رواد ہوئے ابھی جہاز جدہ تک نہیں پہنچا تھا کہ اپنے نام لا محدود اجر ہجرت اور حج کراچی

جان جان آفرین کے سپرد کردی فرحمہ اللہ رحمۃ واسعة فی الدنیا والآخرہ۔ احرام سے ایک رات قبل میت کو ٹیک ارادوں ذکر فکر اور حج کے خواب میں سمندر کی گہرائیوں کی امانت میں دے دیا گیا۔ گویا اس حدیث کی یاد تازہ ہو گئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام حج میں مرنے والوں کے متعلق فرمایا تھا "اس کے چہرہ اور سر کو نہ ڈھانپو وہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھے گا تلبیہ پڑھتا ہو گا اپنے اپنے کنوئیں پہ چھوٹی سی خوبصورت مسجد اپنی یادگار چھوڑی۔ یہاں بطور یادگار اور ایصالِ ثواب آپ کا معروف و مشہور شربت دلشاد کا نسخہ درج کیا جاتا ہے۔ شربت مفرح، مقوی قلب و عکبر و خون محترقہ وغیرہ معروف شربت دلشاد از مولانا امیر محمد صاحب آف خانیوال شاگرد شیخ الہند

صفتہ: گل خیرہ عذاب تھری تخم بلنگو آلہ بخارا برادہ صندل سفید
 گل چنبہ گل موتیہ گل سرخ نکا ہو برادہ صندل سرخ کاسنی زرشک شیریں زرشک
 زرش تخم حرفہ تخم کثوث عود لکڑ گل نیلوفر گل بنفشہ کینز خشک اذخر
 پست تربخ عرق بید مشک سب ادویہ کو بوقت شب عرق گزریا پانی میں بھگو رکھیں صبح کو بدستور
 ۲۵ بوتل عرق کشید کریں بعدہ قند سفید ۸ سیر ملا کر بدستور شربت بنائیں۔ آخر قوام میں روح کھڑا
 روح گلاب روح بید مشک روح صندل رنگ رس بھری یعنی لال کلر سوڈا سی سلاں
 دانہ الائچی خورد۔ الائچی بمع چھکے خوب پیس کر ملائیں رنوطے، روح سے مراد سنس والا یعنی شربت والا
 ہو۔ روح تیل والا نہ ہو۔

موصوف مولانا محمد بخشؒ سے اپنے تعلقات کا ذکر یوں فرماتے تھے: ہم الما اب علم تھے آپ ہمیں عجوبہ زماں، یکتا دوران علوم و فنون کے موجد اور امام محدث و فقیہ صاحب کرامت و ولایت خضر وقت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز پربارویؒ متوفی ۱۲۳۹ھ کی کتب کی طرف رغبت دلاتے رہتے کہ انہیں کی کتب کا مطالعہ کیا کرو۔ نیز موصوف فرماتے تھے کہ میں نے علامہ عمر حضرت مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت مولانا پربارویؒ کے ایک دور سائے پیش کئے تو فرمایا "مولانا پربارویؒ نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے ان کا کلام بڑا معجز ہے" چنانچہ موصوف میں

حضرت پرہارویؒ کی کتب کی جستجو اور مطالعہ کا ایسا ذوق پیدا ہوا اہل علم سے پہلی بات یہی دریافت فرماتے تھے آپ نے مولانا پرہارویؒ کی کون سی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ پھر خود ہی ان کی راہنمائی فرماتے۔ میرے ساتھ آپ کا مشفقانہ تعلق تھا جب سفر سے آتا تھا حاضری میں اگر دیر لگتی تو پیغام محبت آجاتا جب حاضر ہوتا علمی اور تاریخی تبادلہ خیال ہوتا اپنے مشروبات سے نوازتے اور اپنے مہجرات املا کرتے۔ حج پر جاتے وقت بھی بلایا اور خاندانی وصیت لکھوائی اور دعا دیتے رہے اور دعا کی درخواست کرتے۔ **روانہ ہوئے۔ اَللّٰهُمَّ تَقِلْ مِنْهُ حِجَّةً وَاجْرُ حَبًّا** مَبْرُورًا وَادْخُلْهُ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ افسوس کہ زینہ یا مازینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ کا کتب خانہ اور مطب چند دنوں میں اجڑ گیا۔

شیخ عبداللہ ولد غلام محمد ولد قادر بخش خاں گورمانیؒ

شجرہ میں آپ کا نسب نامہ درج ہے۔ خاندان کے مندرجہ شجرہ کے راوی ہیں۔ مولانا محمد بخش کی بڑی خالہ کے بڑے ہیں۔ ۹۰ سال کے قریب عمر پائی۔ فرماتے کہ مجھے مولانا کی ولادت اچھی طرح یاد ہے آپ کی یادداشت بڑی قوی تھی۔ چھوٹے بڑے خاندانی واقعات کے آپ حافظ بلکہ عالم اور امین تھے بزرگوں سے محبت ان کے حالات و واقعات سے دلچسپی اور ذوق شوق قابل ستائش ہے جس کی کسی نے قومی بزرگ کے متعلق پوچھنا چاہا قیاضی کے دریا بہا دیئے۔ مولانا محمد بخشؒ کے حالات کو چھپڑ دیا جاتا تو ہم تن عشق و محبت بن جاتے۔ مولانا کے ساتھ جتے ہوئے ایام اور دوسرے اصحاب کے ساتھ بسر کیا ہوا زمانہ کچھ ایسا یاد کیا جاتا گویا مخاطب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ لکھے پڑھے نہیں تھے لیکن بات کو حقیقی طرف میں ڈھالتے نہ کمی پیشی کرتے اور نہ مبالغہ سے کام لیتے۔ میرے نزدیک آپ کی روایت کا پایہ صحیحیت اور ضبط کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

لا تم الحروف نے آپ کی عمر کے آخری سولہ سترہ سال کا مطالعہ کیا اسی زمانے میں مجھے آپ

کی خدمت میں رسائی رہی۔ مولانا مرحوم کی حیات کے یہ چند نقوش میسر ہوئے ورنہ کجا میں اور کجا مولانا کی محفل ہے۔ مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام ساقی نے کچھ ملائے دیا ہو شراب میں

راقم نے جب سے آپ کو دیکھا وہ یکسر خدا تعالیٰ کے ہو رہے اور خدا کے گھر کو اپنا گھر بنالیا۔ گویا زندگی بھر مسجد کے مجاور بن گئے۔ صرف مجاورت نہیں بلکہ آپ مسجد کا جھاڑ دیتے تو آپ کی دونوں ہویاں دور دور سے سر پر پانی لا کر نمازیوں کے پینے اور ان کے وضو کا پانی مہیا کرتیں رمضان المبارک میں اس چیز کا اہتمام اور ہی بڑھ جاتا۔ پھر اس چیز کی اتنی پابندی گویا آجکل جیسے نمازیوں کے پرائیویٹ ملازم تھے۔ حالانکہ اول سے آخر تک معاملہ صرف "رضامولی" کا تھا۔

رات کو آرام اور قضا حاجت کے لئے مسجد سے جدا ہوتے ورنہ کافی رات گزرے مسجد میں بیٹھے ذکر فکر تلاوت یا نوافل میں مصروف ہیں۔ اپنے گناہوں کی یاد اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کا ڈر ان کو بہت ستا کے تھا۔ یاد آخرت میں روتے داڑھی تر ہو جاتی۔

پانچوں وقت کی اذان گویا اپنے ذمے دھری تھی۔ لوگ کہتے دیکھو شیخ عبدالباقی۔ اذان کہہ رہے ہیں۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ بڑھا پانچا غالب آچکا تھا۔ زبان کلفت پذیر تھی۔ ضبط الفاظ خاصا مشکل ہو گیا تھا۔ بنیائی نے جواب دے دیا تھا۔ بایں ہمہ طلب علم کا غلبہ ہوا پہلے معروف معروف سورتیں حفظ کیں پھر باقاعدہ سورۃ بقرہ سے قرآن مجید یاد کرنے کا ارادہ کر لیا حضرت استاذی مولانا محمد عبد اللہ مرحوم اور جناب حافظ قادر داد صاحب سے ایک دو جملہ دن رات یاد کرتے۔ اگر یاد ہو جاتا تو دوسرا جملہ دہراتے۔ اسی طرح دس بارہ سال میں سات پادے ہو گئے۔

مدرسہ محمدیہ کے دوران قیام ۱۹۵۹ء میں مجھے بھی چند بار آپ سے دہرانے کا موقع ملا۔ میری کتب بینی اور عدیم الفرستی کے پیش نظر مجھ سے شاکی رہتے کہ پہلے دو بزرگ جتنا وقت مجھے دیتے تھے آپ نہیں دیتے۔ درحقیقت راقم اتنے حوصلے کا مالک بھی نہیں تھا جس قدر میرے یہ دو بزرگ تھے۔ اس لئے چچا صاحب کا شکوہ کیا تھا۔

آپ بہت بڑے زمیندار تھے۔ زینہ اولاد نہ تھی۔ جوان بیٹا عرصہ دراز سے فوت ہو چکا تھا۔

ادھر آپ معذور تھے جو زمینیں زمین تھیں ناداری اور معذوری کے باعث آزاد نہ ہو سکیں ایک دو ماہ بالیغ لیا کے مرض میں مبتلا ہو کر آخر ذی الحجہ ۳۸۲ھ میں اپنے رب سے جا ملے۔ اللہم ادخلہ دار النعیم دار صحنہ دار ضہ آمین یا رب العالمین۔

مولانا کے طبی کمالات کے ضمن میں چچا مرحوم کی ظاہری موت کا واقعہ گزر چکا ہے کہ آپ کے والدین واقارب دور رہے تھے۔ مولانا تشریف لائے نبض دیکھی فرمایا اس کی ٹھوڑی کھول دو، مولانا پینا بند کر دو۔ اس کو موت نہیں آئی اسے موت کا خیال آ گیا ہے۔ چچا صاحب فرماتے ہیں کہ میں آپ کے یہ الفاظ سن رہا تھا۔ فرمایا میرے مطب سے دوائی لاؤ۔ دوائی سنگھائی، پیشانی پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے۔ دیر بعد ہوش آ گیا۔

مولانا کی وفات کے بعد موصوف چالیس سال زندہ رہے اور شیخ سعدی کا بیان کر دے

واقعہ فی المجلہ قدرت نے دہرا دیا۔

نہ دانا سبھی از اجل جاں ببرد نہ نادان بنا ساز خورون ببرد
قضا را طبیب اندراں شب ببرد چہل سال ازین رفت زندا است کرد

جناب خیر محمد خان ولد غلام علی خان گورمانی

سردار خاں کے بھتیجے اور خاندانی روایات کے حامل آخری شخص تھے۔ پیدائش ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔
 مولانا یار محمد صاحب کی خدمت میں قرآن مجید پڑھا اور قریبی سکول ہی قیصرانی میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔
 چودہ سال کی عمر میں پٹوار کا امتحان دیا اور ملازم ہو گئے بعد ازاں سکھانیوالہ تحصیل راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان
 میں بندوبست پر کارکردگی کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

راجے جناب تحصیلدار صاحب: "خیر محمد آمدہ تحصیل منگڑ بہت محنتی، کارکن، خوش خط

اور شریف آدمی ہے۔" سلطان عباس تحصیلدار ۱۹۱۹-۱۱-۸

راجے جناب والا شان افسر مالے صاحب بہادر حکم صدر بندوبست۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ خیر محمد نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔" دستخط محروف انگریزی ۱۹-۱۱-۲۵

۱۹۳۱ء کی حلقہ بندی "مردم شماری حکومت سندھ سے تقریفی سند نامہ حاصل کیا۔ ۱۹۳۶ء کے بعد

تحصیل تونسہ میں منگڑوٹھ، دھوا، کالنگڑ، کتانی، مسٹھے والی میں زندگی کے اوقات عزیز بسر کئے۔

جب مولانا محمد بخش "زندگی کے آخری دنوں میں علاج کے لئے دھوا تشریف لائے تو آپ کی رہائش گاہ

پر قیام کیا۔

اوصاف: قانونی فائلیں مہیا کرنا، بزرگوں کی یادداشتوں کی حفاظت، علاقہ اور غیر علاقہ

کے رقبہ جات کی حدود اربعہ کا تحریری ضبط ان کی خصوصی اوصاف ہیں۔ حلقہ کے اکثر نئے اور

پرانے پٹواری آپ کے شاگرد یا تربیت یافتہ تھے۔ بسا اوقات گرد اور اور قانون گو بھی رہے ہیں۔

قومی تنازعات میں عموماً صلح صفائی کی راہ اختیار کرتے تھے۔ دوسری اقوام بھی خانہ جنگیوں میں

آپ پر اعتماد کرتی تھیں اور آپ کو فیصل مقرر کرتیں اور خانگی امور اور زمینداری میں زیادہ لگاؤ تھا۔

مہمان داری اور مہمان کی طیب خاطر آپ کا مشہور وصف ہے اس میں خدمت خلق کا جذبہ کارفرما

موتا۔ فرماتے مجھے میرے چچا سردار خان کی بات یاد ہے "میرے عزیز! اگر ڈیرہ آباد رکھو گے یعنی

جہانی کا دستخواں بچپان ہو گا تو خدا تعالیٰ تمہیں بھوکا نہیں بھوڑے گا۔ کبھی مرحوم کہتے کہ یا اللہ تو کتنا غفور رحیم ہے مجھ جیسے گناہگار اور رویا کو بھی روزی دیتا ہے۔ علماء و فضلاء اور سادات خاندان کی بڑی قدر کرتے تھے اکثر وعظ سنتے ہی بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو بھوٹ پڑتے اور زار و قطار رویا کرتے الایہ کہ وہ اپنے خاندان کے بعض مولیوں سے شاکی تھے کہ انہوں نے ہماری عقیدت کھودی ہے مولوی اگر اس قسم کے ہوتے ہیں تو پھر ہمیں سابق مولوی صاحبان کافی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی خاندانی فرد کے مقابل ہو جاتے گو دوسرا فریق حق پر ہی کیوں نہ ہوتا اس لئے کہ فریق ثانی محض شریعت کی آڑے رہا ہے اگر فی الحقیقت اسے شریعت مطلوب و منظور ہوتی تو وہ خود بھی اپنے باپ کی جائیداد شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تقسیم کرتا۔ اپنی بہنوں کو محروم نہ کرتا۔

واقعہ بھی دراصل ایسے ہی ہوتا تھا دوسرے فریق نے اپنا حق وصول کر لینے کے بعد شریعت کے حق سے اپنی بہنوں کو محروم رکھا۔ لیکن اس کے باوجود شریعت کے حصے کی مخالفت کی وجہ سے ہم نے ان کی زبردست ہمائش کی۔ الحمد للہ کہ وہ جھک گئے اور اپنی غلطی پر مصر نہیں رہے۔

ایک نسخہ | افسوس اس کا ہے کہ ان جیسے بااثر لوگ اس پروگرام کو نہ اپنا سکے جو اس قوم کو مولا نادرے گئے تھے اللہ تعالیٰ ہماری لغزشیں معاف فرمائے۔

بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری بیوی سے لڑکیوں کے بعد تین لڑکے عطا فرمائے۔

بزرگوں کی یاد | ملحقہ شجرہ نسب بند و بست ثالث ۱۸۶۲ء آپ نے مجھے دیا تھا ذیل درجی امور اور افسران بالا کی رپورٹ کی نقول بھی اپنی موت سے

قبل راقم الحروف کو بالخصوص عطا کی کہ ہمارا وقت بیت چکا ہے یہ چیزیں آپ کے کلام آئیں گی۔

وفات | ۶۷ سال کی عمر پا کر ۱۳۸۹ھ یکم جمادی الاولیٰ مطابق ۱۹۶۹ء ۱۷ جولائی بروز جمعرات در شکم سے وفات پائی۔

وفات کے پندرہ روز بعد مولوی عبدالغفور صاحب نے چچا صاحب کو خواب میں
 روپا صا | دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا ہوا۔ فرمایا میرے پاس فرشتے آئے میں نے خدا تعالیٰ

کے سامنے نہایت عاجزی اور زاری سے ہاتھ جوڑ لئے "یا اللہ میں حساب دینے کے لائق نہیں ہوں مجھے
 معافی دینا تو مجھے معاف کر دیا" مولوی صاحب نے کہا ہم آپ کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں۔ چچا مرحوم نے
 فرمایا محمد عیسیٰ بھی میرے لئے دعا کرتا رہتا ہے۔

اصحاب تبیر کہتے ہیں کہ میت اپنے متعلق جو خبر دے وہ ایسے ہی ہوتی ہے کیونکہ وہ ایسے عالم
 میں ہوتا ہے جہاں جھوٹ کا کاروبار نہیں چلتا۔

دوسرے ابھی صاحب نے دیکھا سڑک پر پھر رہے ہیں پوچھا آپ یہاں کیسے؟ جواب دیا
 مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تیرے بال بچے چھوٹے ہیں۔ سال بھر تک مجھے گھر میں رہنے کی اجازت
 ہے۔ غفر اللہ لہ

راقم کے ساتھ مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے چچا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو ان کی تحریر سے
 قابلیت کا اندازہ ہوتا ہوگا۔ تہ بند لیے باندھتے جس کے کنارے اوپر نیچے ہوتے ساوگی کی وجہ سے
 کسی کو عالم ہونے کا پتہ نہ چلتا۔

چچا صاحب کی طبیعت میں قدرے مزاج تھا مولانا سے خوش طبعی اور مکالمہ
 مزاج | سے متعلق مذکور ہو چکا ہے۔

استاذیم محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے آٹھ ماہ بعد چچا صاحب کی وفات سے دوسرا
 حادثہ پیش آیا۔ مجھے زندگی میں کسی کی موت کے صدمے کا پہلی بار احساس ہوا۔ اور پھر چلا کہ بڑوں
 کی موت سے کیا خلا واقع ہوتا ہے۔ دینی اور دنیاوی طور پر کیا کیا مصائب پیش آتے ہیں۔
 مرثیہ | جس کے چند ابیات یہ ہیں۔

حسرت بھری نگاہیں | تمکنتی ہیں آج راہیں | ہے نام نامی اس کا | خیر محمد آساں
 راہی وہ چل بسا ہے | جو آنکھ کا ستارا | نکلا ہم اس کا جب | کہا ماشاء اللہ آرا

آنکھوں میں اس کی سرمہ زار و قطار رونے
منبر پر جب کہ واعظ نے کیا ہے اک اشارا

۲۔۔۔۔۔

صدیقؓ سے محبت دم دم میں یوں ہی جا رہی
فاروقؓ سے عقیدت عثمانؓ ہی ہے پیارا

۵۔۔۔۔۔

شیرِ خدا علیؓ سے یوں والہاء الفت
ہاں بس نہیں اسی پہ کہ اہل بیت سارا

مقولہ چچا مرحوم (۶)۔۔۔۔۔

ہ کیوں ہاتھ ہی نہ لڑنے راوی کا وہ روایت
لکھتا ہے کربلا میں ظالم نے تیرا راز

۷۔۔۔۔۔

ترخون سے ہے رنگین جگہ لالہ زار بن کر
کچھ شرم ہی نہ آئی کرتا ہے وہ شمارا

۸۔۔۔۔۔

مہمان کی وہ خدمت کرتا ہے راہِ بللہ
کرنامزد کے کے ایزد نے آپ ہی اتارا

۹۔۔۔۔۔

وہ اس جہاں سے فانی بیباک چل بسا ہے
چھوڑا نہ ایک درہم یا قرض ہوا دھارا

شیخ عبدالحمید دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے

۱۰۔۔۔۔۔

شفقت بھری نگاہیں خورد و عزیز پر ہیں
کیا احترام اکابر میں تھا ہی وہ دلدارا

۱۱۔۔۔۔۔

مٹا نہیں کہ دیکھوں یار وہ چچا اپنا
کیا آستیں پڑی ہیں دل صبر میں ہے ہارا

۱۲۔۔۔۔۔

اللہ ہو اس پہ راضی میری یہ آرزو ہے
وہ خاندانی سایہ ہائے اٹھ گیا ہارا

۱۳۔۔۔۔۔

سن بھری اناؤں سے تیرہ سو سال گزرا
یکم جمادی اولیٰ اللہ کو جب سدھارا

مقولہ چچا مرحوم (۱۴)۔۔۔۔۔

میں رو سیاہ ہوں ہرگز تکبیر نہیں غل کا
اکثر سنا ہے میں نے اللہ کو وہ پکارا

۱۵۔۔۔۔۔

حرفِ فقل پہ ہوں تپ رہتا ہے رزق مجھ کو
بخشہ خطائیں میری میرا تو ہی ہے سارا



ریاضۂ چاند و والا

آپ معمر بزرگ ہیں۔ آپ نے عقد میں مولانا کی خالہ زاد بیٹی عبد اللہ کی بہن سے صاحب
اولاد و اسفاد میں قومی و خاندانی اصلاح کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں انہیں سب سے بڑی فکر
قومی اور علاقائی اتفاق و اتحاد کی ہے آپ اپنی مجالس میں حضرت مولانا کا تذکرہ کثرت سے کرتے
رہتے ہیں۔ مولانا کی ایک ایک بات پر فرماتے ہیں افسوس اب ہم میں دینی اور دنیوی
اعتبار سے کوئی ایسا جامع شخص مولانا محمد بخش اور سردار نور محمد خاں کی طرح نہیں ہے جو
اپنی وجاہت اور خدا واد صلاحیتوں کی بدولت اجتماعی اور ملی کام کرنے والا ہو۔ لوگوں میں
قبولیت رکھتا ہو۔ خان صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بخش کی کوشش سے ہر فرد پر نماز کی پابندی
اور باز پرس، گھر گھر پڑے کا انتظام، چار دیواری کی بجائے فوری عارضی پڑے کا انتظام، کنوؤں
سے عورتوں کا پانی بھر کر لانا موقوف، ہر شخص کے منہ پر وارڈھی۔ مولانا کو پرانی چیز سے ترک تھا۔
قوم کو یکمشت کر دیا۔ تنازعات ختم کر دیئے۔ فرمایا وہ ایک اکیلا شخص تھا اس کا کوئی ساتھ بھی نہ دیتا تھا
آپ نے جب بالغ لڑکیوں کے نکاح کا مسئلہ چھیڑا تو عورتیں جنہوں نے اپنی لڑکیوں کے نکاح روک
رکھے تھے آپ کو گالیاں دیتی تھیں اس سے آپ کی والدہ برا بھلا کہتی ہوئیں تو فرماتے امی جان میرے
لئے یہ دعا کرو تجھ پر اللہ راضی ہو راقم کو مخاطب ہو کہ خان صاحب نے فرمایا: "کہ تم تو وارثوں والے
ہو آپ کا تو کوئی ساتھ بھی ہے گا۔ آپ یہاں رہ کر اصلاح و اتحاد اور شرعی کاموں کے نفاذ کی کوشش
کیوں نہیں کرتے۔"

مولانا کے حالات میں آچکا ہے کہ خان صاحب کے بڑے بھائی غلام محمد خان گولانے کہا کہ آپ ہم سے
شریعت پر چلنے کا اصرار کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا جناب آپ اپنے گلے میں زنارہ جنہوں (لنگاہیں) میں آپ
سے کچھ کہنے کا نہیں یہ بات خان صاحب نے مجھے متعدد بار سنائی فقط

اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے اور آپ کی نیک تمناؤں کو پورا کرے۔ آمین ثم آمین۔ ثمت بالآخر

اعجاز الصرف

اسے اک اشارا

۱۰

شفقت بھری نگاہیں خورد و عزیز پر ہیں

کنا احستہ ام اکابر سے زیادہ

شریف ، نفیس اور دقیق ، مواد لغت کی معرفت و خاص ، علوم اسلامیہ کی مہارت و مہارت کے حق میں بمنزلہ مدار علم صرف ہے۔ مذکورۃ الصدر کتاب اس سلسلہ

کی ایک اچھی تصانیف کو مشتمل ہے۔ البتہ عربیہ مثلاً امام ابو الفتح سیبویہ ، شیخ ابو عثمان

مارنی ، استاد ابو علی بناری ، ادیب ابن قتیبہ ، ابوبکر بن الفتح عثمان ابن حنی ، علامہ

ابو القاسم بن محشری ، فاضل احمد بن محمد بنیانی ، ابن قسطلع لغوی ، جامع عبد الحمید

صافی ، دیگر اس فن کے اسلاف اور انکی کتب نادرہ سے اس میں استفادہ کیا گیا

ہے۔ جدید طرز کے جامع مشرح قواعد اور ابواب ضروریہ کا مکمل استقصا

کیا گیا ہے۔ اس کی تعلیلات خود مختار کتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں قواعد

کا پورا عطر کھینچ لیا گیا ہے ، اوزان مشکلہ ، صدہا صیغ قرآنی اور ادبی اور ان کا

عجیب و غریب حل اس کتاب کی خصوصیات ہیں۔ غرضیکہ اس کا ہر ایک باب فنی استفادہ

کا مظہر اتم ہے۔ اجراء و مشق کے لئے گرا اور دیگر بہت بڑے فوائد کی حامل

کسی ادب کے پیارے۔ قوانین کے شائق۔ تعلیلات کے ماہر ، صیغوں کے متلاشی

فن کے نکتہ رس کو اس کتاب سے استغناء نہیں ہو سکتا۔

جسکے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے فرمایا

”مدرسہ اتم حقیر نے بعض وجوہ سے ایسی مختصر اور جامع کتاب اس فن میں

آج تک نہیں دیکھی۔“

حضرت الاستاذ مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی رائے یہ ہے۔

”اعجاز الصرف کے مطالعہ سے میں علم التصریف کے اور اس فن شریف کے غرائب

حضرت مولانا محمد موسیٰ خان الروحانی بازی فرماتے ہیں۔

”نہایت مفید ، محقق ، جامع ، لطیف ، کافی ، شافی اور دانی کتاب ہے۔“

تالیف : ابو امداد محمد علی خان (گورانی) تفسیری ، مفتی و مدرس مدرسہ نصرت العلوم گورانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بَنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

چشمہ حیات

سوانح مولانا محمد بخش گورمانی مفتوی ۱۳۳۱ھ

حصہ اول

جس میں آپ کی درویشانہ اور زاہدانہ زندگی کے عجیب و غریب واقعات،
قومی و علاقائی رسم و رواج، انگریزی قانون وراثت اور عدالتوں کے خلاف آپ
کی کوششیں، ایجادات شریعت کے سلسلہ میں آپ کی حکمت عملی اور ساعی جمیلہ،
آپ کے ہاتھوں محکمہ قضائے شرعیہ کا انعقاد، آپ کے اسلامی جرأت و حمیت کے
چھوڑے ہوئے نقوش، طالب علمی سے وفات تک کی عبرت آموز زندگی کے

حالات درج ہیں

مرتب و جامع

محمد عیسیٰ گورمانی تونسوی مفتی و مدرس مدرسہ نصرتہ العلوم گوجرانوالہ

شعبہ نشر و اشاعت و العلوم محمد پیر لکھنوی (توزیرہ خانیچہ)